عبدالماجد دریا آبادی

تصوفِ اسلام

تصوف کی نو اہم کتابوں کا اجمالی مطالعہ

المعارف ○ گنج بخش روڈ، لاہور

Marfat.com

کرامت ۹ ۱۱ ۲۸ ۷۹ ۸۱
زہد ۱۱ ۱۳۷
اتباع سنت ۲۷
بیم و رجا ۲۶
خطرۂ قلب ۶۵
کرامت ۸۲ ۹۰ ۱۲۷ ۱۳۳
صندیں ۱۳۶
ان الحسن تواد رک جماعتہ من الصحابہ ۲۲
داتا صاحب کی رہبری میں آمد ۳۵
گنج بخش ہر دو عالم مظہر نور خدا ۳۶
نوشہ اعظم نے رمضان میں دودھ نہیں پیا ۷۹
بغیر اجازت کچھ نہیں کرتا ۸۰
ذکر میں دل شکستگی ۱۳۳
دنیا سے ترک ۱۳۷
رخصت و آپسی ۱۳۶

Marfat.com

تصوّفِ اسلام

تصوّف کی نو اہم کتابوں کا اجمالی مطالعہ

تالیف

عبدالماجد دریابادی

المعرف ○ گنج بخش روڈ ○ لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

بار اوّل ———— ۱۳۹۴ھ
تعداد ———— ایک ہزار
طباعت ———— آفسٹ، سفید کاغذ، مجلّد
ضخامت ———— $\frac{۲۲ \times ۱۸}{۸}$ ۱۶۰ صفحات
قیمت ———— دس روپے
طابع ———— مکتبہ جدید پریس - لاہور
ناشر ———— المعارف - لاہور

یکے از مطبوعات
المعارف

محل فروخت
گنج بخش روڈ - لاہور

مرکزی دفتر
۲۴۹ این سمن آباد - لاہور

Marfat.com

ترتیب

باب نمبر	مضمون		صفحہ
۱	کتاب اللمع	شیخ ابو نصر سراجؒ	۹
۲	کشف المحجوب	شیخ علی بن عثمان ہجویریؒ	۳۰
۳	رسالۃ القشیریہ	استاد ابوالقاسم قشیریؒ	۶۱
۴	فتوح الغیب	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	۷۷
۵	عوارف المعارف	شیخ شہاب الدین سہروردیؒ	۹۰
۶	فوائد الفواد	خواجہ نظام الدین دہلویؒ	۱۰۵
۷	منطق الطیر	شیخ فریدالدین عطارؒ	۱۲۴
۸	لوائح	شیخ عبدالرحمٰن جامیؒ	۱۳۹
۹	فقر محمدی	شیخ احمد الوسطیؒ	۱۵۴

Marfat.com

پیش لفظ[1]

اسلام خدا کی طرف سے بندوں کے حق میں کامل ترین و جامع ترین پیامِ رحمت ہے، انسان کے ذہنی و عقلی، اخلاقی و معاشرتی، جسمانی و روحی، انفرادی و اجتماعی تمام ضرورتوں کا کفیل اور ہر شعبۂ حیات میں ترقیوں کا ضامن، خدارسی و خداشناسی کی تعلیم اس کا اصل مقصود تھی اس پر اس نے خاص طور سے زور دیا اور اس کے ذرائع و وسائل اس نے اس جامعیت کے ساتھ بیان کیے کہ ان میں کسی قسم کے تغیر و ترمیم، تخفیف و اضافہ کی گنجائش نہ چھوڑی۔

مسلمانوں میں ابتدا سے ایک گروہ ایسا موجود ہے جس نے تمام مقاصد دنیوی سے قطع نظر کرکے اپنا نصب العین محض یادِ خدا و ذکرِ الٰہی کو رکھا اور صدق و صفا، سلوک و احسان کے مختلف طریقوں پر عامل رہا۔

شروع شروع یہ گروہ دوسرے ناموں سے ملقب رہا۔ ایک طویل عرصہ گزر جانے کے بعد رفتہ رفتہ اس کے مسلک کا نام مسلک "تصوف" پڑ گیا اور یہ گروہ "گروہِ صوفیہ" کہلانے لگا۔

اصطلاح "تصوف" کب سے رائج ہوئی؟ اس بحث کا یہاں موقع نہیں، نہ اس لفظ کے اشتقاق اور اس کی تحقیق لغوی کو اس وقت بیان کرنا مقصود ہے۔ یہاں کہنا صرف یہ ہے کہ اس گروہ کے اکابر قدیم پہلے سے مسلمان تھے، پھر صوفی، وہ تصوف کو اسلام کے مقابل ایک جداگانہ مسلک کی حیثیت سے نہیں لاتے تھے، بلکہ اسلام کے ماتحت اسی کی پاکیزہ ترین صورت کو کہتے تھے وہ اپنے اسلام کو، اپنے تصوف پر مقدم رکھتے تھے اور تصوف کو محض اس لیے عزیز

---

[1] نصف صدی بعد اس کتاب پر نظر ثانی کی تو بعض مقامات پر واعظانہ انداز غالب تھا انہیں قلمزد کر دیا ہے جس سے کتاب کی خالص علمی حیثیت اور اجاگر ہو گئی ہے۔

Marfat.com

و محبوب رکھتے تھے کہ وہ ان کی نظر میں اسلام کی خالص ترین و پاکیزہ ترین تعبیر تھی۔

صفحات آیندہ میں بعض قدیم اکابر صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم کی اصل تصانیف کی مدد سے یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان حضرات کے نزدیک تصوف کا مفہوم محض اس قدر تھا کہ اتباع کتاب وسنت میں انتہائی سعی کی جائے۔ اسوۂ رسولؐ و صحابہؓ کو دلیل راہ رکھا جائے، اوامر و نواہی کی تعمیل کی جائے۔ طاعات و عبادات کو مقصودِ حیات سمجھا جائے، قلب کو محبت و تعلقِ ماسوا سے الگ کیا جائے۔ نفس کو خشیت الٰہی سے مغلوب کیا جائے اور صفائے معاملات و تزکیۂ باطن میں جہد و سعی کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ ہونے پائے۔

حضرت شیخ جیلانیؒ بلکہ ان کے مرید با اختصاص اور بانی سلسلہ سہروردیہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ تک کی تصانیف میں یہ اسلامی عنصر قائم، اور یہی رنگ غالب ہے، اس زمانہ کے بعد شیخ ابن عربیؒ کے اثر سے نظامِ تصوف میں فلسفیانہ عنصر کو غلبہ حاصل ہونے لگا۔ وحدت وجود وغیرہ کے مسائل پیدا ہونے لگے اور فارسی شاعری کے اثر سے ان تخیلات کو اور تقویت ہوتی گئی۔ چنانچہ مُلّا جامیؒ کی لوائح (جیساکہ آگے چل کر اسی کے تبصرہ کے ذیل میں ظاہر ہوگا) ایک اچھی خاصی فلسفیانہ تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے تاہم نویں صدی کا یہ تصوف بھی اگرچہ ابتدائی صدیوں کے تصوف سے بہت کچھ منحرف ہو چکا تھا، ان رسم پرستیوں سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا جس پر آج اکثر خانقاہوں اور درگاہوں میں تصوف کا اطلاق ہوتا ہے۔

تصوف کی موجودہ مسخ شدہ شکل یونانی اوہام، ایرانی تخیلات، ہندی مراسم اور دیگر غیر اسلامی عناصر کا ایک معجون مرکب ہے جس کے صرف بعض اجزا اسلامی کہے جا سکتے ہیں اور وہ بھی بڑی تلاش و دیدہ ریزی کے بعد نظر آتے ہیں، حاشا ثم حاشا یہ اسلامی تصوف نہیں۔ اسلامی تصوف وہ تھا جو خود حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جو ابوبکر صدیقؓ و علی مرتضیٰؓ کا تھا، جو سلمانؓ و ابوذرؓ کا تھا جس کی تعلیم جنید بغدادیؒ و رابعہ بصریؒ نے دی ہے جس کی ہدایت شیخ جیلانیؒ و شیخ سہروردیؒ و خواجہ اجمیریؒ و محبوبؒ دہلوی، خواجہ نقشبندیؒ و مجدد سرہندیؒ کرتے رہے اور جس کی دعوت اس دور آخر میں شاہ ولی اللہؒ دہلوی کی زبان قلم دیتی رہی۔

Marfat.com

خواجہ معین الدینؒ اجمیری سلسلہ چشتیہ کے مسلّم مقتدا ے بزرگ گزرے ہیں۔ ملفوظات مبارک کا مجموعہ دلیل العارفین کے نام سے خواجہ قطب الدین بختیارؒ کا فراہم کیا ہوا شائع ہو چکا ہے رسالۂ مذکور اوّل سے آخر تک نماز وعبادات کی تاکید اور اتباع سنّت رسولؐ کے فضائل سے لبریز ہے۔ وضو وغیرہ کے بعض معمولی سنن کی پابندی پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ آج اکثروں کو فرائض میں اس کا نصف اہتمام بھی نصیب نہیں اور اس باب میں اس سے بھی زیادہ قابل ذکر بانی سلسلۂ عالیہ قادریہ محبوب سبحانی حضرت شیخ جیلانیؒ کی کتاب غنیۃ الطالبین ہے جو شروع سے آخر تک بجائے کسی درویش وصوفی کے ایک ٹھیٹھ فقیہ اور عالم تشرع کی فقہی تالیف نظر آتی ہے۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ایک اور گوہر درخشاں خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ دہلوی تھے جن کے ملفوظات میں سب سے زیادہ معتبر رسالہ فوائد الفواد مرتبہ (امیر حسن علاء سجزیؒ) اور حالات وسوانح میں رسالہ سیر الاولیاء (مرتبہ میر خوردؒ دہلوی) موجود ہیں۔ ان رسائل کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

"بندہ را پیش طلبید وفرمود کہ باید کہ مشغول پیوستہ بہ طاعت وعبادت باشی"۔
ص۲۴ (فوائد الفواد مطبوعہ نولکشور)

"حکایت جماعت متحیراں افتاد۔۔۔۔۔ یکے از حاضراں حکایت کرد کہ من وقتے جاے رسیدم وایں چنیں ہفت کس را دیدم دو چشم در آسماں داشتہ۔ شب وروز متحیر ماندہ، مگر آنکہ وقت نماز درمی آمد، ایشاں نماز می گزاردند وباز ہمچناں متحیر می ماندند، خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر فرمود کہ آرے انبیاء معصوم اند واولیاء محفوظ ہمچنیں باشد کہ گفتی، اگرچہ شب وروز متحیر باشند، امّا نماز ایشاں فوت نہ شود۔ (ص۱۴۴ ایضاً)

"چوں عمر عزیز سلطان المشائخ بہ ہشتاد کشید۔ پنج وقت نماز بجہت جماعت از بالائے بام جماعت خانہ کہ عمارتے بس رفیع است فرود آمدے وبا درویشاں وعزیزاں کہ در آں جمع ملکوت حاضر می شدند نماز

Marfat.com

گزار دے (سیرالاولیا، ص۱۲۴)

اکابر چشتیہ کی ساری زندگیاں، صحیح تصوف اسلامی کا نمونہ تھیں۔ تفصیل کسی مناسب موقع پر بیان ہوگی۔

عہد نبوت سے تقریباً ایک ہزار سال گزرنے پر شیخ احمد سرہندیؒ پیدا ہوئے جنھوں نے نہ صرف سلسلہ نقشبندیہ بلکہ تمام سلاسل تصوف میں تجدید و اصلاح کا صور اس بلند آہنگی کے ساتھ پھونکا کہ اس کی صدائے بازگشت آج تک دنیائے اسلام کے در و دیوار سے آرہی ہے۔ شیخ موصوفؒ کے مکتوبات کے ضخیم دفتر ملک میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں شروع سے آخر تک مختلف اسلوبوں اور پیرایوں میں صرف ایک ہی دعوٰی کی تکرار، صرف ایک دعوت کا اعادہ ہے، اور وہ یہی ہے کہ صوفیہ کو عقائد و اعمال ہر شے میں کتاب و سنت ہی کو اپنا دلیل راہ بنانا چاہیے اور اس کے خلاف جس کسی کے بھی اقوال ہوں انہیں مردود سمجھنا چاہیے۔ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

"بدانکہ از جملہ ضروریات طریق مسالک اعتقاد صحیح است کہ علمائے اہل سنت آں را از کتاب و سنت و آثار سلف استنباط فرمودہ اند......... و اگر بالفرض خلاف آں معانی مفہومہ بکشف و الہام امرے ظاہر شود، آں را اعتبار نہ باید کرد، ازاں استعاذہ باید نمود (مکتوبات مجددی حصہ ۵ ص۴۷ مطبوعہ امرتسر)

شریعت را صورتے است و حقیقتے، صورتش آں ست کہ علماء ظواہر بہ بیان آں متکفل اند و حقیقتش آں کہ صوفیہ علیہ بآں ممتاز اند۔ (حصہ ۳ ص۵)

انچہ بر ما فقیراں لازم است دوام زل است و افتقار و انکسار و تفرع و التجاء واد ائے وظائف عبودیت و محافظت حدود شرعیہ و متابعت سنت سنیہ (حصہ ۳ ص۵۶)

"ولایت را درجات اند بعضہا فوق بعض، زیرا کہ بر قدم ہر نبی ولایت است مخصوص بآں و اقصائے درجات آں ہماں درجہ الیست کہ بر قدم

Marfat.com

پیغمبر ماست...... وازیں مقام عزیز الوجود نصیب کامل وعظ وافر حاصل است مہر کمل تا بعان آں سرور ما علیہ الصلوٰۃ والسلام پس لازم گیرید متابعت آں حضرت را صلعم اگر شما یاں تحصیل ایں دولت قصوی وتکمیل ایں درجہ علیا متوجہ اید (حصہ اول ص۱۲)

"محمد رسول اللہ محبوب رب العالمین است، ہر چیز کہ خوب و مرغوب است از برائے مطلوب و محبوب است۔ لہذا حق سبحانہٗ تعالیٰ در کلام مجید خود می فرماید۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ و نیز می فرماید تعالیٰ و تقدس اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ و نیز فرمودہ تعالیٰ و تقدس اِنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ اور اعلیہ الصلوٰۃ والسلام صراط مستقیم خوانده و ما سوائے او را احتمل سبل گردانیدہ و اتباع آں منع فرمودہ...... باطن متمم ظاہرات و مکمل آں۔ سر موئے با یکدگر مخالفت ندارد...... پس سالکان سبل طریقت و حقیقت را اگر در اثنائے راہ اموریکہ بہ ظاہر با شریعت در جنگ اند ظاہر شوند و ظاہر سازند مبنی بر سکر وقت و غلبہ حال است۔ اگر از آں مقام گزرانند و بہ صحو آرند، آں منافات بالکلیہ مرتفع می شود و آں علوم متضادہ بہ تمام ہبا منثور می گردند" (ایضاً حصہ ۲ ص ۳۰۲)

مکتوبات مجددی کی ایک ایک سطر اسی تعلیم محمدی سے لبریز ہے۔ دورِ آخر میں یہی دعوت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی مختلف تصنیفات وصایا، القول الجمیل، حجۃ اللہ البالغہ، فوز الکبیر وغیرہ کے ذریعہ سے پیش کی۔ خدائے پاک و برتر اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور دورِ حاضر کے مسلمانوں کو صحیح اسلامی تصوف کے سمجھنے اور اس کے اختیار کرنے کی توفیق نصیب کرے۔

عبد الماجد

دریاباد۔ بارہ بنکی
۲۱۔ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ

Marfat.com

باب ا

کتاب اللمع

(از شیخ ابو النصر سراجؒ)

ا۔ مصنّف[1]

پورا نام عبد اللہ بن علی بن محمد بن یحییٰ ابو النصر سراج تھا، لقب طاؤس الفقراء، وطن طوس تھا، مرقد بھی یہیں ہے۔ آبا و اجداد زہد میں شہرت رکھتے تھے۔ کان ابو النصر من اولاد ان ھاد (تاریخ الصوفیہ للسلمی)

خود سراج علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے، کان المنظور الیہ فی ناحیتہٖ فی الفتوۃ ولسان القوم مع الاستظہار بعلم الشریعۃ و ھو فقیہ مشائخھم الیوم (ایضاً) "در فنون علم کامل بود" (تذکرۃ الاولیاء عطارؒ)

ماہ رجب ۳۷۸ھ (اکتوبر یا نومبر ۹۸۸ء) میں حالتِ نماز میں وفات پائی۔ ایک روایت مشہور کے مطابق وفات سے قبل فرمایا کہ جس میّت کو میرے مزار کے سامنے سے لے کر نکلیں گے اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ صدیوں بعد کے تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ طوس میں اب تک یہ دستور چلا آتا ہے کہ ہر جنازہ کو پیشتر ان کے مزار پر لاتے ہیں۔

استادوں میں جعفر الخلدی (المتوفی ۳۴۸ھ) ابو بکر محمد بن داؤد الدّقی (متوفی

---

[1] ماخذ: (۱) تذکرۃ الاولیاء، عطار، ۲ جلد (مطبوعہ لیڈن) (۲) نفحات الانس، جامیؒ (کلکتہ) (۳) سفینۃ الاولیاء، شہزادہ دارا شکوہ (لکھنؤ) (۴) مقدمہ کتاب اللمع، پروفیسر نکلسن (لیڈن) (۵) کشف المحجوب، شیخ علی ہجویریؒ (لاہور)

Marfat.com

۲۶۰ھ) اور احمد بن محمد سایح کے نام لیے گئے ہیں۔ بیعت کی روایت ابو محمد مرتعش نیشاپوری سے کی گئی ہے۔ ان کا سالِ وفات ۳۲۰ھ ہے۔ ان کا ذکر تو کتاب میں کوئی پانچ بار آیا ہے۔ لیکن ان کے مرشد ہونے کا کہیں اشارہ نہیں۔ ملاقات سری سقطی اور سہل تشتری سے بیان کی گئی ہے۔ گو اول الذکر کا سال وفات ۲۵۷ھ اور آخرالذکر کا ۲۸۳ھ ہے، واللہ اعلم۔

تصوف پر متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ ملا جامیؒ کے الفاظ ہیں "وے را تصانیف بسیار است" (نفحات الانس) لیکن آج بجز کتاب اللمع کے اور کوئی بظاہر موجود نہیں بلکہ ان کے نام تک بھی معلوم نہیں۔

تصوف و معرفت میں جو پایہ رکھتے تھے، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ شیخ فریدالدین عطارؒ جو خود شیخ الکل کا حکم رکھتے ہیں، ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"آں عالم عارف، آں حاکم خائف آں امین زمرۂ کبراء، آں نگین حلقۂ فقراء آں زبدۂ امشاج، شیخ ابو النصر سراج رحمۃ اللہ علیہ امامے برحق بود و یگانۂ مطلق و متعین و متمکن داورا طاؤس الفقراء گفتندے وصفت و نعت او نہ چنداں ست کہ در قلم و بیان آید و یا در عبارت و زبان گنجد و در فنون علم کامل بود و در ریاضت و معاملات شانے عظیم داشت، در حال و قال و شرح دادن بہ کلمات مشایخ آیتے بود۔"

ایسے ہی الفاظ جامیؒ وغیرہ بھی لائے ہیں۔

چند ارشادات و واقعات جو تذکروں میں محفوظ رہ گئے ہیں اُن سے بھی اہلِ ذوق ان کے مرتبۂ کمال کو کچھ نہ کچھ تو جان ہی سکتے ہیں۔

فرماتے تھے عشق اس آگ کا نام ہے جو عاشقوں کے دل اور سینہ میں جلتی رہتی ہے اور اللہ کے سوا جو کچھ ہے اُسے جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔

یہ بھی ارشاد تھا کہ بہ لحاظ ادب انسانوں کے تین طبقے ہیں؛ ایک طبقہ اہلِ دنیا کا ہے کہ اس کے نزدیک ادب، فصاحت و بلاغت و حفظ علوم و فنون و اسمار و ملوک و

اشعارِ عرب کا نام ہے۔ دوسرا طبقہ اہلِ دین کا ہے۔ اس کے نزدیک ادب سے مراد عبادت جوارح و حفاظت حدود و ترکِ شہوات و ریاضتِ نفس ہے۔ تیسرا طبقہ اہلِ خصوص کا ہے۔ اس کے ہاں ادب سے مفہوم، طہارتِ قلب، مراعاتِ سر، وفائے عہد، نگہداریِ وقت، نیکو کرداری وقت حضور و مقامِ قرب ہے۔

ایک تیسرا ارشاد ہے، اسے اصل فارسی ہی میں سُنیے۔ الفاظ کی نزاکت شاید اُردو ترجمہ کی متحمل نہ ہو سکے:

"نسبت بخداست و از خدا و برائے خدا است، و آفاتے کہ در نماز افتد از نیت افتد و اگرچہ بسیار بود آں را موازنہ نتواں کرد با نسبتے کہ خدا را بود و بخدائے بود۔"

ایک بار ماہِ رمضان میں بغداد میں وارد ہوئے اور مسجد شونزیہ کے ایک حجرہ میں معتکف ہوئے، درویشوں نے متفق ہو کر نماز میں اپنا امام بنایا۔ ماہِ مبارک کی تراویح میں پانچ بار قرآن مجید ختم کیا۔ اسی سے ظاہر ہے کہ حافظِ قرآن اور تراویح میں سنانے کے عادی تھے۔ روزانہ افطار کے وقت خادم ایک روٹی حجرہ میں پہنچا آتا تھا۔ عید کی نماز پڑھا کر بغداد سے روانہ ہو گئے۔ خادم نے حجرہ میں جا کر دیکھا تو پوری روٹیاں جُوں کی توں رکھی ہوئی پائیں۔ خدا معلوم کیا کھا کر پورا رمضان گزارا۔

ایک مرتبہ سردی کے موسم میں شب کے وقت آتشدان کے قریب تشریف فرما تھے، چند اور اہلِ دل حضرات بھی تھے۔ گفتگو معرفتِ الٰہی پر ہو رہی تھی، دفعۃً شیخ پر زور کی کیفیت طاری ہُوئی اور جوش میں آ کر دہکتی ہوئی آگ میں سجدہ میں گر پڑے۔ مریدین خوفزدہ ہو کر باہر بھاگ گئے۔ دُوسرے روز آئے تو دیکھا کہ چہرہ چاند کی طرح چمک رہا ہے اور جلنے کا کہیں خفیف داغ تک نہیں۔ عرض کی۔ حضور والا! یہ کیا ماجرا ہے، ہم تو سمجھ رہے تھے کہ سارا چہرہ جل گیا ہو گا۔ ارشاد ہوا کہ "جس نے درگاہِ الٰہی پر اپنی آبرو دے دی، اس کے چہرہ کو آگ نہیں جلا سکتی۔"

(فارسی فقرہ کی جان لفظ "آبرو" ہے۔ اُردو ترجمہ میں اس کا لطف منتقل نہیں ہو سکتا)

تذکروں میں اور روایتیں اس سے بڑھ بڑھ کر لکھی ہوئی ہیں۔ یہاں صرف دو نقل

Marfat.com

کر دی گئیں۔

شیخ نے معلوم ہوتا ہے سیاحی خوب کی تھی اور ممالک اسلامیہ کے دور دراز علاقوں کے سفر کر ڈالے تھے۔ کم از کم اتنے مقامات کے نام تو اسی کتاب میں مل جاتے ہیں۔ بصرہ، رملہ، مکہ، بغداد، رملہ، دمشق، انطیوخ، قاہرہ، بیت المقدس، بسطام، تستر، تبریز، گویا حجاز، ایران، عراق، شام، مصر، طرابلس، ایشیائے کوچک کے سفروں میں تو شبہ ہی نہیں۔

۲۔ تصنیف

یہ علم تو نہیں کہ کتاب کس سنہ میں .... تصنیف ہوئی لیکن مصنف کا سن وفات ۳۷۰ھ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ کتاب چوتھی صدی ہجری کے وسط کی پیداوار ہے اور اس لیے اس کا شمار بجا طور پر تصوف کی قدیم ترین کتابوں میں سے ہے۔

آج سے ۴۰ سال قبل دنیا کتاب اللمع کے صرف نام سے آشنا تھی۔ ۱۹۰۹ء میں کیمبرج یونیورسٹی (انگلستان) کے استاد فارسی اور عاشق کتب تصوف ڈاکٹر نکلسن نے دو قلمی نسخے کھوج نکالے، ایک نسخہ ۶۰۳ھ کا لکھا ہوا اور دوسرا ۵۴۸ھ کا پانچ سال کی دیدہ ریزی کے بعد دو نسخوں کا مقابلہ کر کے پروفیسر موصوف نے اصل کتاب کو نہایت اہتمام کے ساتھ ۱۹۱۴ء میں شائع کر دیا اور متعدد مفید اضافے بھی کیے، مثلاً شروع میں مفصل فہرست مضامین، آخر میں مبسوط فہرست رجال و نساء، اماکن و قبائل و کتب وغیرہا اور بہ کثرت حواشی، اور انگریزی میں ملخص ترجمہ وغیرہ۔

ان معنوی خصوصیات کے ساتھ کاغذ، طباعت وغیرہ کے حسنِ ظاہری کے لوازم کو بھی ملحوظ رکھا اور کتاب لیڈن کے بریل (BRILLE) پریس سے چھاپ کر کے شائع کر دی۔ کتاب کا پورا نام کتاب اللمع فی التصوف ہے، ملا جامیؒ نے نام کا املا کتاب اللمعہ (باضافہ ہائے ہوز) درج کیا ہے لیکن اصل کتاب کے نسخوں میں یہی املا ہے۔

کتاب کی ضخامت ۴۳۶ صفحے کی ہے، اور ایک مقدمہ اور ۱۲ حصوں میں تقسیم ہے۔

Marfat.com

مقدمہ (صلا تا ۲) اسی قسم کے مباحث پر شامل ہے:

باب البیان عن علم التصوف،

باب فی لغت طبقات اصحاب الحدیث،

باب الکشف عن اسم الصوفیہ،

باب اثبات علم الباطن،

باب التصوف ما ہو،

باب التوحید وصفۃ الموحد،

ان ضروری تمہیدی اور تعارفی مسائل کے بعد کتاب بالکل صحیح منطقی ترتیب کے ساتھ حسب ذیل حصوں میں تقسیم ہوتی ہے؛

(۱) کتاب الاحوال والمقامات (صلا تا ۷۱)

"حال" و "مقام" صوفیہ کے ہاں کی بڑی اہم اصطلاحیں ہیں، چنانچہ اس حصہ میں مقامات احوال اور ان کے حقائق میں سے ہر شے پر الگ ایک ایک باب میں بحث کی گئی ہے۔ مثلاً باب مقام التوبہ، باب مقام الورع، باب مقام الزہد، باب مقام الصبر، باب مقام التوکل، باب حال الخوف، باب حال المحبۃ، باب حال الشوق، باب حال البشارۃ وقس علیٰ ہذا۔

(۲) کتاب اہل الصفوۃ فی الفہم والاتباع لکتاب اللہ (صلا۷ تا ۹۲)

مبادی کی تشریح کے بعد آغاز کلام قدرۃً کتاب اللہ سے ہوتا ہے اور اس کے تحت میں اس قسم کے ابواب ہیں؛

باب الموافقۃ لکتاب اللہ، باب ذکر تفاوت المستمعین خطاب اللہ تعالیٰ، باب وصف ارباب القلوب فی فہم القرآن، باب ذکر السابقین والمقربین والابرار من طریق الفہم والاستنباط وغیرھا۔

(۳) کتاب الاسوۃ والاقتداء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (صلا۹۲ تا ۱۰۴)

"کتاب" کے معاً بعد "سنت" کا ذکر قدرۃً آنا چاہیے، اور یہی ہوا۔ اس کے

Marfat.com

تحتانی عنوانات اس قبیل کے ہیں۔

باب وصف اہل الصفوۃ فی الفہم والموافقۃ والاتباع للنبی صلعم، باب ماروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اخلاقہ وافعالہ واحوالہ التی اختارہا اللہ تعالیٰ، باب ما ذکر عن المشائخ فی اتباعہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتخصیصہم فی ذالک وغیرہا۔

(۴) کتاب المستنبطات (صفحہ ۱۰۵ تا صفحہ ۱۱۱)

قرآن وحدیث یا کتاب وسنت کے نصوص کے بعد ایک مومن کے لیے ترتیباً اب احکام وشعائر کا ذکر آنا چاہیے جو انہی پر مبنی، متفرع یا انہی سے ماخوذ و مستنبط ہوں، چنانچہ عین اسی فطری ترتیب کے مطابق چوتھے نمبر پر یہ حصہ ہے، اس کے ذیل میں اسی قسم کے مباحث مندرج ہیں۔

باب مذہب اہل الصفوۃ فی المستنبطات الصحیحہ فی فہم القرآن والحدیث، باب فی کیفیۃ الاختلاف فی مستنبطات اہل الحقیقۃ فی معنی علومہم واحوالہم، باب فی مستنبطاتہم فی معالی اخبار مرویۃ عن رسول اللہ صلعم من طریق الاستنباط والفہم وغیرھا۔

(۵) کتاب الصحابۃ رضوان اللہ علیہم (صفحہ ۱۱۹ تا ۱۲۰)

رسول کے بعد ایک مومن کے لیے مقدس ترین ہستیاں صحابہ کرامؓ کی ہیں اور قدیم صوفیۂ کرام سنت نبوی کے بعد آثار صحابہ ہی کو اپنے لیے دلیلِ راہ جانتے تھے۔ اس لیے قدرۃً ایک مستقل حصہ اُن کی نذر ہے، اس کے ذیلی ابواب میں خلفائے اربعہؓ پر، اصحاب صفہؓ پر، عام اصحاب نبوی پر، سب پر الگ الگ گفتگو ہے اور حضرت صدیقؓ کا تذکرہ تخصیص وتفصیل دونوں کے ساتھ ہے۔

(۶) کتاب آداب المتصوف (صفحہ ۱۴۱ تا ۲۱۰)

اس کے تحتانی ابواب کے چند عنوانات یہ ہیں:

باب ذکر آدابہم فی الوضوء والطہارۃ، باب ذکر آدابہم فی الزکوٰۃ والصدقات، باب فی ذکر الصوم وآدابہم، باب ذکر آدابہم فی الحج،

Marfat.com

باب ذکر آدابھم عند مجاراۃ العلم ، باب ذکر من آدابھم فی وقت الطعام ، باب فی ذکر آدابھم فی وقت السماع والوجود ، باب فی ذکر آدابھم فی اللباس ، باب فی ذکر آدابھم عند الموت ۔

یہ حصہ کتاب کے طویل ترین حصوں میں سے ہے اور اس میں صوفیہ کے تمام آداب زندگی سے موت تک ، ہر ہر شغل اور وقت کے درج ہیں ۔

(۷) کتاب المسائل واختلاف اقاویلھم فی الاجوبۃ (صـ ۲۱۱-۲۳۱)

اس حصہ میں صوفیہ کرام کی زبان سے ان سوالات کے جوابات دیئے ہیں جن کا حل کرنا فقہاء اور علماء ظاہر کے لیے دشوار ہے ۔ مثلاً جمع وتفرقہ ، فنا وبقا ، مسئلہ صدق ، مسئلہ اخلاص ، مسئلہ رُوح ۔

اس حصہ کو مختلف ابواب میں تقسیم نہیں کیا ہے ، بیان مسلسل ہے ۔

(۸) کتاب المکاتبات والصدور والاشعار والدعوات والرسائل (صـ ۲۳۲-۲۶۶)

اس حصہ میں (جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے) حضرات صوفیہ کے مکتوبات ، رسائل ، اشعار ، دعوات و وصایا کا ذکر کیا ہے اور ہر ایک کو ایک ایک علیحدہ باب میں لکھا ہے ۔

(۹) کتاب السماع (صـ ۲۶۷-۲۹۹)

صوفیہ اور علمائے ظاہر کے درمیان اور خود صوفیہ میں باہم ایک اہم اختلافی موضوع مسئلہ سماع ہے ۔ یہ حصہ اسی مسئلہ کی توضیح وتشریح کے لیے وقف ہے ۔ اس کے ماتحت چند عنوانات یہ ہیں :

باب فی حسن الصوت والسماع وتفاوت المستمعین ، باب فی وصف سماع العامۃ واباحۃ ذٰلک ، باب فی وصف سماع الخاصۃ وتفاضلھم فی ذٰلک ، باب فی ذکر طبقات المستمعین ، باب فی وصف سماع المریدین والمبتدئین ، باب فی وصف نفوس الخصوص واھل الکمال فی السماع ۔

(۱۰) کتاب الوجد (صـ ۳۰۰-۳۱۴)

وجد و حال بھی تصوف کا ایک جزو شروع سے سمجھا گیا ہے۔ اس حصہ کے مباحث کا اندازہ ابواب تحتانی کے ان عنوانات سے ہوگا:

باب فی ذکر اختلا فہم فی ماھیۃ الوجد ، باب فی صفات الواجدین باب فی ذکر تواجد المشائخ الصادقین ، باب فی الواجد الساکن والواجد المتحرک۔

(۱۱) کتاب اثبات الآیات والکرامات (ص ۳۱۵-۳۲۲)

کرامات اولیاء کا صحیح مفہوم، ان کے اثبات کے دلائل، معجزات انبیاء سے اُن کا فرق، یہ سب مباحث بھی ضروری تھے، اور وہ اس حصہ میں آگئے۔ عنوانات ابواب کا نمونہ یہ ہے:

باب فی معانی الآیات والکرامات ، باب فی الادلۃ علی اثبات الکرامات للاولیاء ، باب فی ذکر مقامات اھل الخصوص فی الکرامات۔

(۱۲) کتاب البیان عن المشکلات (ص ۳۲۳-۳۷۴)

اس حصہ میں کل دو باب ہیں۔ پہلے باب میں ان الفاظ کو جمع کر دیا ہے جو صوفیہ کی زبان میں مخصوص اصطلاحی معنی رکھتے ہیں۔ مثلاً حال، مقام، مکان، وقت، مشاہدہ، سر، کشف، فنا، بقا، توحید، تجرید وغیرہا اور دوسرے باب میں ان اصطلاحات کی تشریح کی ہے۔

(۱۳) کتاب تفسیر الشطحیات والکلمات التی ظاہرہا مستشنع و باطنہا صحیح مستقیم (ص ۳۷۵-۴۴۴)

یہ کتاب کا آخری حصہ ہے جو حصۂ ہفتم کی طرح پوری طرح تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ اس میں شطحیات صوفیہ کی توجیہ و توضیح ہے۔ نیز ان غلط فہمیوں کی اصلاح جن میں اکثر علمائے ظاہر و صوفیۂ ناقص مبتلا رہتے ہیں۔ چند ابواب کے عنوانات یہ ہیں:

باب فی معنی الشطح ، باب تفسیر العلوم و بیان ما یشکل علی فہم العلماء من علوم الخاصۃ و تصحیح ذلک بالحجۃ ، باب فی کلمات شطحیات

Marfat.com

تحکی عن ابی یزید ، باب فی ذکر ابی الحسن النوری ، باب فی ذکر من غلط فی الاحوال ، باب فی ذکر من غلط فی فناء البشریۃ ، باب فی ذکر من غلط فی الانوار ، باب فی ذکر من غلط فی الروح وغیرہا۔

عنوانات ہی پر ایک سرسری نظر کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ تصوف سے متعلق جتنے ضروری پہلو نکل سکتے ہیں مصنف نے ان میں سے کسی کو بھی نظر انداز نہیں ہونے دیا ہے ہر ضروری شعبہ کو لیا ہے اور اس پر تفصیل و تحقیق سے گفتگو کی ہے۔ زبان و انداز بیان میں بھی خاص سلاست و سادگی ہے۔ یہاں تک کہ جو راقم سطور کی طرح عربی زبان میں مبتدی ہیں، وہ بھی مطالب کتاب سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

اب ذیل میں کتاب کے مختلف مقامات سے اقتباسات دیئے جاتے ہیں جن سے مرتبۂ تصنیف اور نوعیت مسائل دونوں کا پورا اندازہ ہو سکے گا۔

پہلا سوال ایک غیر صوفی کے دل میں یہ پیدا ہوتا ہے کہ تصوف آخر ہے کیا شے؟ اور اسلام نے آیا تصوف اور صوفیہ کا کوئی مرتبہ تسلیم کیا ہے؟ حضرت مصنف اس کے جواب میں قرآن مجید کی آیت شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِ (آل عمران، آیت ۹۰) پیش فرما کر لکھتے ہیں۔

ذکر اللہ تعالیٰ افضل المومنین	اللہ تعالیٰ نے تمام مومنین سے بلند
عندہ درجۃ واعلاھم فی الدین	و برتر مرتبہ ان کا رکھا ہے جو اولی العلم
مرتبۃ فذکرھم بعد ملٰئکتہ	اور قائمین بالقسط ہیں اور ملائکہ کے بعد
وشھد علیٰ شھادتھم لہ بالوحدانیتہ	انہی کی شہادت پیش کی ہے۔ چنانچہ
بعد ما بداء بنفسہ وثنیٰ ملٰئکتہ	فرمایا: شھد اللہ الخ اور سرور کائنات
فقال عزوجل شھد اللہ انہٗ	صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی علماء کو
لا الٰہ الا ھو والملٰئکۃ و	جانشین انبیاء ارشاد فرمایا ہے اسو یہ
اولوا العلم قائمًا بالقسط	القاب میرے خیال میں ان لوگوں
وروی عن النبی صلعم	کے حق میں وارد ہوئے ہیں جو کتاب اللہ

انہ قال العلماء ورثۃ الانبیاء وعندی و اللہ اعلم ان اولی العلم القائمین بالقسط الذین ہم ورثۃ الانبیاء ہم المعتصمون بکتاب اللہ تعالیٰ المجتہدون فی متابعۃ رسول اللہ صلعم المقتدون بالصحابۃ و التابعین السالکون سبیل اولیاءہ المتقین وعبادہ الصالحین ہم ثلثۃ اصناف اصحاب الحدیث و الفقہاءُ والصوفیۃ فھؤلاء الثلثۃ الاصناف من اولو العلم القائمین بالقسط الذین ہم ورثۃ الانبیاء (ص۵)

کا رشتہ مضبوط تھامنے والے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے پورے کوشاں اور صحابہ اور تابعین کے نقش قدم پر چلنے والے اور اللہ کے اولیاء متقین وصالحین کی راہ اختیار کرنے والے ہیں اور ایسے اشخاص کو طبقات سہ گانہ میں رکھا جا سکتا ہے۔ ایک طبقہ ارباب حدیث کا ہے، دوسرا فقہاء کا اور تیسرا صوفیہ کا۔ بس یہی طبقات سہ گانہ اولو العلم اور قائم بالقسط کہے جانے کے مستحق ہیں جو انبیاء کے جانشین ہوتے ہیں۔

بہت سے امور تو صوفیہ اور محدثین و فقہاءُ کے درمیان مشترک ہی ہوتے ہیں، جو عقائد ان کے ہوتے ہیں وہی ان کے بھی کتاب اللہ اور سنت نبوی کی پیروی یہ اور وہ دونوں اپنے لیے واجب سمجھتے ہیں۔ علوم وفنون سے جس طرح وہ کام لیتے ہیں یہ بھی کام لیتے ہیں۔ وقس علیٰ ہذا۔

ثم انھم من بعد ذالک ارتقوا الی درجات عالیہ و تعلقوا باحوال شریفۃ و منازل رفیعۃ من انواع

لیکن اس اشتراک کے بعد صوفیہ انواع عبادات، حقایق طاعات اور اخلاق جمیلہ سے جن درجات عالیہ اور منازل رفیعہ کو طے کرنے لگتے ہیں

العبادات وحقائق الطاعات
والاخلاق الجميلة ولهم
فی معانی ذلك تخصيص ليس
بغيرهم من العلماء والفقهاء
واصحاب الحديث ۔ (ص۱۰-۱۱)

وہاں تک علماء ظاہری اور فقہاء اور اصحاب حدیث کی رسائی بھی نہیں ہوسکتی۔

صوفیہ کے امتیازی خصوصیات جن میں دوسرے طبقات ان کے ساتھ شریک نہیں اُن میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کی توحید بالکل خالص ہوتی ہے۔ غیراللہ سے وہ کسی صورت بھی دل نہیں اٹکاتے اُن کی لَو صرف اللہ سے لگی رہتی ہے۔

اوّل شئ من الخصيصات للصوفية
.... ترك ما لا يعنيهم وقطع
كل علاقة تحول بينهم
وبين مطلوبهم مقصودهم
اذ ليس لهم مطلوب ولا
مقصود غير الله تعالى. (ص۱۱)

صوفیہ کی اوّلین خصوصیت یہ ہے کہ وہ اللہ ہی پر نظر رکھتے ہیں۔ ان کا مطلوب ومقصود تمامتر اللہ ہی ہوتا ہے۔ ماسوا اور لایعنی مشغلوں سے انھیں کوئی واسطہ نہیں۔

اس کا لازمی اثر اُن کی عملی زندگی پر یہ پڑتا ہے کہ:

فمن ذلك القناعة بقليل الدنيا
عن كثيرها والاكتفاء بالقوت الذي
لابد منه والاختصار على ما لا
بد منه من متعة الدنيا من
الملبوس والمفروش والماكول
وغير ذلك واختيار الفقر
على الغنا واختيار او معانقة
القلة ومجانبة الكثرة وايثار

قناعت کو اپنا شیوہ بنا لیتے ہیں قلیل کو کثیر پر ترجیح دیتے ہیں۔ غذا، لباس اور ہر قسم کے سامان دنیوی سے صرف مایحتاج کو اختیار کرتے ہیں بجائے تونگری کے تنگ دستی، بجائے سیری کے گرسنگی، بجائے افراط کے قلت، بجائے جاہ و ترفع کے تواضع و انکسار، ہر چھوٹے بڑے کے مقابلہ میں اپنے لئے

Marfat.com

الجوع على الشبع والقليل على الكثير	وہ پسند کرتے ہیں۔
وترك العلو والرفع وبذل الجاه	
والشفقة على الخلق والتواضع	
للصغير والكبير۔ (ص۱۱)	

اس کے علاوہ اور کیا ہوتا ہے؟ اور یہ ہوتا ہے کہ:

حسن الظن بالله والاخلاص	اللہ سے حسن ظن رکھتے ہیں۔
فی المسابقة الی الطاعات	تمام علائق و اسباب سے قطع نظر
والمسارعة الی جمیع الخیرات	کرکے صرف اس پر تکیہ رکھتے
والتوجه الی الله تعالیٰ	ہیں، نیکیوں اور طاعتوں کی جانب
الانقطاع الیه والعکوف علی	خلوصِ نیت کے ساتھ پیشقدمی
بلائه والرضا عن قضایة و	و تیز روی کرتے رہتے ہیں،
الصبر علیٰ دوام المجاهدة	بلاء الٰہی پر صابر اور قضاء
ومخالفة الهویٰ و مجانبة	الٰہی پر راضی رہتے ہیں، مجاہدہ
حظوظ النفس والمخالفة	اور مخالفت خواہش نفس میں مشغول
لها اذ وصفها الله تعالیٰ امارة	رہتے ہیں اور اسکو یاد رکھتے ہیں کہ
بالسوء والنظر الیها بانها اعدیٰ	کلام پاک میں نفس کو امارہ بالسوء سے
عدوّك التی بین جنبیك کما	تعبیر کیا گیا ہے، اور حدیث نبوی میں
روی عن رسول الله صلی الله	ارشاد ہوا ہے کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن
علیه وسلم۔ (ص۱۱-۱۲)	وہ ہے جو اُس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔

غرض ان کے تمام اوصاف و اخلاق سنّت نبویؐ و آثار صحابہؓ کی مطابقت میں ہوتے ہیں اور گویا سب سے بڑا صوفی وہ ہے جو سب سے زیادہ اہل القرآن اور متبع سنّت ہے۔

منکرین تصوف کا ایک گروہ کہتا ہے کہ قرآن اور احادیث نبویؐ کے سارے دفتر

Marfat.com

ہیں نہ کہیں تصوّف کا ذکر آیا ہے نہ کہیں گروہِ صوفیہ کا۔ اس لیے اس مسلک کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوسکتا۔ لیکن حضرت مصنف جس تصوف کے قائل ہیں اس کے تذکرہ سے تو کلام مجید بھرا پڑا ہے، فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں ایسے الفاظ و عبارات بہ کثرت آئے ہیں جن سے مراد اہلِ تصوّف ہی ہیں، مثلاً صادقین و صادقات، قانتین و قانتات، خاشعین، موقنین، مخلصین، محسنین، خائفین وجلین، عابدین، ذاکرین، صابرین، راسخین، متوکلین، مخبتین، اولیاء، مصطفین، ابرار مقربین، سابقین، مقتصدین، مسارعین الی الخیرات، مشاہدین (مثلاً اس آیت میں او القی السمع و ھو شھید) اور مطمئنین (مثلاً اس آیت میں الا بذکر اللہ تطمئن القلوب)

اسی طرح متعدد حدیثوں میں اس طبقہ کی جانب اشارے صراحت کی حد تک ملتے ہیں، مثلاً:

ان من اُمتی مکلمون و محدثون و ان عمر منھم۔	میری امت میں ایسے لوگ بھی ہونگے جو مکالمہ (الٰہی) اور گفتگوے (الٰہی) سے سرفراز کیے جائیں گے اور عمر بھی انہی میں سے ہیں۔
یدخل بشفاعۃ رجل من امتی الجنۃ مثل ربیعۃ و مضر یقال لہ اویس قرنی۔	میری امت میں ایک شخص ایسا بھی ہوگا جس کی شفاعت سے لوگ جنت میں قبیلۂ ربیعہ و مضر کی طرح (یعنی بہت کثرت سے) داخل کیے جائیں گے اور اس کا نام اویس قرنی ہوگا۔

معترضین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ عہدِ رسالت میں کوئی شخص صوفی کے لقب سے نہیں یاد کیا جاتا تھا، یہ اصطلاح بہت بعد کو ایجاد ہوئی ہے، اس لیے اسے کوئی مذہبی وقعت نہیں دی جاسکتی۔

Marfat.com

مصنف نے اس کا معقول اور دلچسپ جواب یہ دیا ہے کہ:

فنقول و باللہ التوفیق الصحبۃ مع رسول اللہ صلعم لها حرمۃ و تخصیص من شمله ذالك فلا یجوز ان تعلق علیه اسم علی انه اشرف من الصحبۃ و ذلك لشرف رسول اللہ صلعم و حرمته الا ترى انهم ائمة الزهاد والعباد والمتوكلين والفقراء والراضين والصابرين والمخبتين وغير ذلك وما قالوا جميع ما نالوا الا ببركة الصحبة مع رسول اللہ صلعم فلما نسبوا الى الصحبة التى هى اجل الاحوال ان يفضلوا بفضيلة غير الصحبة التى هى اجل الاحوال (ص ۱۲)

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی دوسرا تعظیمی لفظ مستعمل ہو ہی نہیں سکتا، اس لیے کہ ان کے جتنے بھی فضائل تھے سب سے اشرف واعظم ان کی فضیلت صحابیت تھی کہ صحبت رسول تمام بزرگیوں اور فضیلتوں سے بڑھ کر ہے۔ ان کا زہد، فقر، توکل، عبادات، صبر و رضا غرض جو کچھ بھی ان کے فضائل تھے، ان سب پر ان کا شرف صحابیت غالب تھا۔ پس جب کسی کو لفظ صحابی سے ملقب کر دیا گیا تو اس کے فضائل کی انتہا ہو گئی اور کوئی محل ہی باقی نہیں رہا کہ اسے صوفی یا کسی دوسرے تعظیمی لفظ سے یاد کیا جائے۔

رہا یہ اعتراض کہ یہ اصطلاح بغدادیوں کی رائج کی ہوئی متاخرین کی اختراع ہے، تو مصنف محقق کی تحقیق میں یہ قول بالکل غلط ہے، اس لیے کہ:

لان فی وقت الحسن البصری رحمۃ اللہ علیه كان يعرف هذا الاسم وكان الحسن قد ادرك جماعة من اصحاب رسول اللہ صلعم۔

یہ لفظ حسن بصریؒ کے زمانہ میں رائج تھا اور ان کا زمانہ بعض صحابیوں سے معاصرت کا تھا، چنانچہ ان کے اور سفیان ثوری کے اقوال میں یہ لفظ صوفی استعمال ہوا ہے۔

بلکہ کتاب اخبار مکہ میں جو روایت محمد بن اسحٰق بن یسار وغیرہ سے ہے، اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے

Marfat.com

کہ یہ لفظ عہدِ اسلام سے پیشتر ہی معروف تھا اور عابد و برگزیدہ اشخاص کے لیے مستعمل تھا (ص ۲۲)

آج جو مشائخ طریقت قیود شریعت سے آزاد رہنا اپنے لیے باعث فخر سمجھتے ہیں، انھیں یہ سن کر مایوسی ہوگی اور شاید حیرت بھی، کہ قدما صوفیہ کے نزدیک طریقت و شریعت میں تخالف مطلق نہ تھا، بلکہ شریعت ہی کی تکمیل و اتمام کا نام طریقت تھا۔ حضرت مولف فرماتے ہیں کہ علم کی دو قسمیں ہیں، ظاہری و باطنی۔ جب تک اس کا تعلق زبان و اعضائے سے ہے اسے علم ظاہری سے تعبیر کریں گے اور اس کا نام علم شریعت ہے مثلاً عبادات میں طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، وغیرہ یا احکام میں طلاق، فرائض، قصاص وغیرہ، جب اس کا اثر ظاہر سے گزر کر قلب و باطن تک محیط ہو جاتا ہے، تو اسی کو علم باطن یا طریقت سے موسوم کر دیتے ہیں، اور یہاں عبادات و احکام کے بجائے مقامات و احوال کی اصطلاحیں رائج ہیں مثلاً تصدیق، اخلاص، صبر، تقویٰ، توکل، محبت، شوق وغیرہ اور اس تفریق دوگانہ کی سند قرآن مجید سے ملتی ہے، ارشاد ہوا ہے کہ

وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّ بَاطِنَۃً۔ (لقمان، آیت ۲۰)	اس نے اپنی نعمتیں تمہارے اوپر پوری کیں، ظاہری بھی اور باطنی بھی۔

دنیا میں ہر موجود کا ایک پہلو ظاہری ہے اور ایک باطنی، چنانچہ قرآن کا بھی ایک ظاہر ہے، ایک باطن۔ حدیث کا بھی ایک ظاہر ہے ایک باطن، کتاب اللہ و سنتِ رسول کے اسی باطنی پہلو کا نام طریقت ہے۔ طریقت کتاب اللہ اور سنت رسول سے الگ کوئی شے نہیں، بلکہ انہی کے مغز و باطن کا نام ہے۔ (ص ۲۴-۲۵)

لفظ تصوف اور صوفی کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ اس کے جواب میں مولف علام نے مختلف اقوال نقل کر دیئے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ صوفی دراصل صفوی تھا، یہ لفظ ذرا ثقیل تھا، کثرت استعمال سے زبانوں پر صوفی رہ گیا۔

ابوالحسن قناد کا خیال تھا کہ صوفی صفا سے مشتق ہے اور اس کا اطلاق اہل صفا پر ہوتا ہے۔ ایک اور بزرگ کا مقولہ ہے کہ جو لوگ کدورت بشریت سے پاک و صاف کر دیئے گئے وہ صوفی کہلانے لگے۔ ایک اور بزرگ کی رائے میں ان لوگوں کا لباس انبیاء علیہم السلام کی

تقلید میں صوف (پشمینہ) کا ہوتا تھا، اس لیے یہ صوفی کہلائے۔ ایک اور گروہ اس طرف گیا ہے کہ اصحابِ صفّہ کے باقیات صالحات صوفی کے لقب سے موسوم ہوئے،

وَقِس علی ھذا۔

حضرت جنیدؒ فرماتے تھے کہ ہمارا یہ سارا علم احادیث نبوی کا نچوڑ ہے، قرآن میں اتباعِ سنّت نبوی کا حکم صاف الفاظ میں آیا ہے، و ان تطیعوا تھتدوا (نور، آیت ۵۴) ابو عثمان سعید الحیری کا مقولہ تھا کہ جو شخص سنّت نبوی کو قولاً و فعلاً اپنے اوپر حاکم بنا لے، اس کی بات ہمیشہ حکمت سے لبریز نکلے گی۔ حضرت بایزید بسطامی نے اللہ سے دعا کرنی چاہی کہ گرسنگی اور شہوت کی آفت سے ہمیشہ محفوظ رہیں کہ معاً انھیں یہ خیال آ گیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے لیے ایسی دعا نہیں کی تو میں کیونکر کر سکتا ہوں۔ یہ خیال کر کے وہ اس دعا سے باز رہے۔ اس احترام رتبۂ رسالت کا صلہ انھیں یہ ملا کہ عورت کی خواہش ہی ان کے دل سے جاتی رہی۔ ذوالنون مصریؒ کا قول تھا کہ اللہ کو تو میں نے اللہ کے ذریعہ سے پہچانا، باقی اور سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے، سہل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے تھے کہ جس وجد کی شہادت کتاب اللہ و سنّت رسول نہ دیں وہ باطل ہے اور اسی کے قریب قریب قول ابو عثمان دارانی کا ہے۔ حضرت شبلیؒ مرض الموت میں مبتلا تھے، نزع کا وقت تھا، گویائی کی قوت جواب دے چکی تھی، ایک خادم وضو کرا رہا تھا، داڑھی میں خلال کرانا بھول گیا، شبلیؒ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر داڑھی میں خلال کرائی کہ سنّت رسول کا کوئی جزو فروگذاشت نہ ہونے پائے۔ صوفیہ متقدمین کے یہ سارے اقوال و اعمال ایک مستقل باب میں جمع ہیں (ص ۱۳۱-۱۴۰)۔

مسائل تصوف، مسائل فقہ کی طرح تمام تر کتاب اللہ و سنّت رسولؐ ہی سے مستنبط و ماخوذ ہوتے ہیں۔ اس استنباط کا طریقہ اور اس کی کیفیت جو مصنف علام نے بیان کی ہے، اور اس قابل ہے کہ اسے بجنسہٖ نقل کر دیا جائے، ترجمہ صرف خلاصۃً درج کیا جائے گا:

المستنبطات ما استنبط اھل الفھم من المحققین بالموافقۃ لکتاب اللہ عزوجل	استنباط کا حق ان محققین وارباب فہم کو پہنچتا ہے جو ظاہر و باطن

ظاهراً و باطناً والمطالعة الرسول الله
صلعم ظاهراً و باطناً والعمل بما بظواهرهم
وبواطنهم فلما اعملوا بما علموا من ذلك
ورثهم الله تعالیٰ علم ما لم يعلموا وهو
علم الاشارة وعلم مواريث الاعمال
التي يكشف الله تعالیٰ القلوب اصفيايه
من المعاني المذخورة واللطائف والاسرار
المخزنة وغرائب العلوم وطرائف الحكم
في معاني القران ومعاني اخبار رسول الله
صلعم من حيث احوالهم واوقاتهم و
صفاء اذكارهم قال الله تعالیٰ " افلا
يتدبرون القران ام على قلوب اقفالها "
وقال النبي صلعم من عمل بما علم
ورثه الله تعالیٰ اعلم ما لم يعلم وهو
العلم الذي ليس لغيرهم ذلك من اهل
العلم واقفال القلوب ما يقع على القلوب
من الصداء الكثرة الذنوب واتباع
الهوىٰ ومحبة الدنيا وطول الغفلة
وشدة الحرص وحب الراحة و
حب الثناء والحمدة وغير
ذلك من الغفلات والزلات والمخالفة
والخيانات واذا كشف الله تعالیٰ ذلك
عن القلوب بصدق التوبة والندم

ہر طرح کتاب اللہ و سنت رسول
کے تبع ہوتے ہیں، یہ لوگ
جب عرصہ تک اپنے علم و معلومات
کے مطابق عمل کرتے رہتے
ہیں، تو اللہ انھیں وہ علم بھی
دے دیتا ہے جو پیشتر انھیں
نہ تھا، اور یہ علم انہی کے ساتھ
مخصوص رہتا ہے، وہ ان کے
نفوس میں تزکیہ اور قلوب میں
جلا پیدا کرتا ہے، اور کثرت
معاصی و شہوات، حب جاہ،
حرص، طمع، خود پسندی وغیرہ
سے جو زنگ الراح قلب پر
جما ہوتا ہے، وہ دھل جاتا ہے
اس وقت ان پر اسرار غیب
منکشف ہو جاتے ہیں اور
اُن کی زبانیں حقائق عالیہ کی
ترجمانی کرنے لگتی ہیں۔

Marfat.com

علی الحوبة فقد فتح الاقفال عن القلوب

واتته الزوايد والفوايد من الغيوب

فيعبر عن زوائده و فوائده بترجمانه

وهو اللسان الذی ينطق بغرائب الحكم

وغرائب العلم فاذا شرحوا هذه

النقط المريدون والقاصدون و

الطالبون من تلك الجواهر بآذات

واعية وقلوب حاضرة نعاشوا وانتفعوا

بذلك وانعشوا۔ (ص ۱۰۵-۱۰۶)

اس کے بعد مصنف علام قرآن مجید کی اس آیت واذا جاءهم امرٌ من الامن اوالخوف اذاعوا به ولو ردوه الی الرسول والی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم سے یہ لطیف استدلال کرتے ہیں کہ اولی الامر یا اہل علم وہ ہیں جو حقائق دین کے جاننے والے ہیں، اور ان کے طبقہ میں بھی جنھیں امتیازی خصوصیت حاصل ہے وہ اہل استنباط ہیں۔

اُسوۂ رسولؐ کے بعد حضرات صوفیہ کے نزدیک سب سے زیادہ مہتم بالشان اسوۂ صحابہؓ ہے، اللمع کی کتاب الصحابہ ان کے اسی اعتقاد کی تفسیر ہے، صحابہؓ کی عام مدح و تکریم کے بعد اس باب کی پہلی فصل کا آغاز حضرت صدیقؓ کی ذات سے ہوتا ہے جو اعظم الخوف و اعظم الرجا تھے، یعنی اللہ سے ڈرتے بھی بیحد تھے، اور اس کی رحمت کے امیدوار بھی بےحد رہتے تھے، چنانچہ فرماتے تھے کہ:

لو نادیٰ منادٍ من السماء انه	اگر آسمان سے یہ ندا آئے کہ جنت میں
لن یلج الجنة الا رجل واحد	بجز ایک شخص کے اور کوئی داخل نہ ہوگا
لرجوت ان اکون انا هو ولو	تو مجھے تو یہ امید پڑ جائے گی، کہ وہ میں
نادیٰ منادٍ من السماء انه	ہی ہوں گا اور اگر آسمان سے یہ ندا

Marfat.com

لا یدخل النار الا رجل واحد لخفلت ان اکون انا ھو (صلہ ۱۲) — آئے کہ بجز ایک کے کوئی دوزخ میں نہ ڈالا جائے گا تو میں اپنے ہی لیے ڈروں گا۔

ابوالعباس بن عطاؒ سے جب آیہ کریمہ کونوا ربّانیین کے معنی دریافت کیے گئے تو انھوں نے کہا کہ ابوبکرؓ کے مانند ہو جاؤ۔ حضرت صدیقؓ ہی وُہ شخص تھے جنھوں نے سارا مال واسباب لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت مبارک میں حاضر کر دیا اور جب آپ نے دریافت فرمایا کہ اہل وعیال کے لیے کچھ چھوڑا؟ تو برجستہ جواب دیا کہ اللہ اور رسول کو، سرّاج کہتے ہیں کہ یہ فقرہ توحید کے رنگ میں ڈوبا ہُوا تھا، اور سب سے پہلا صوفیانہ ارشاد تھا، جو انسانی زبان سے ادا ہُوا۔

حضرت صدیقؓ کی سب سے بڑی خصوصیات الہام وفراست تھیں، اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ کی نمایاں خصوصیات ترکِ شہوات، اجتناب شبہات اور تمسک بالحق تھیں، حضرت عثمانؓ کی اہم خصوصیات تمکین، ثبات واستقامت تھیں، حضرت علیؓ اکثر سلاسل تصوف کے شیخ الشیوخ ہیں، آپ علم لدنی کے سب سے بڑے حصہ دار تھے، یہ وہی علم لدنی ہے جو حضرت خضرؑ کو عطا ہوا تھا، وعلمنٰہ من لدنا علما اور اسی کی بنا پر آپ نے حضرت موسیٰؑ جیسے جلیل القدر پیغمبر سے کہہ دیا تھا کہ آپ صبر کے ساتھ میری رفاقت نہ کر سکیں گے، اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا، اور یہیں سے بعض لوگوں نے غلطی سے ولایت کو نبوت سے افضل قرار دے لیا ہے، حضرت علیؓ مراتب توحید، معرفت، ایمان، علم میں کامل ترین تھے، اور ان چاروں اصحاب رسولؐ کے آثار قدیم صوفیہ کے لیے دلیل راہ ہیں۔

خلفائے اربعہ کے بعد ذکر قدرۃً اصحاب صفہ کا آتا ہے، ان کی زندگی کا ایک ایک جزیہ طالبان طریقت کے لیے درسِ ہدایت ہے، یہ مقدس گروہ، معاش دنیوی کی راہوں سے بیگانہ، بس شمع نبوت کے گرد پروانہ وار نثار رہتا تھا، ان کے ہاں نہ کھانے کا سامان رہتا تھا نہ اوڑھنے پہننے کا، اور ان کی زندگی فقر وفاقہ کے ساتھ تمام تر توکل وصبر

Marfat.com

اور عشق و محبت کا ایک تسلسل تھی، اس جماعت کی مدح خود متعدد آیات قرآنی میں آئی ہے، مثلاً:

للفقرآء الذین احصروا فی سبیل اللہ (البقر۔ آیت ۲۷۳)

و لا تطرد الذین یدعون ربھم (انعام۔ آیت ۵۲)

اس حصہ کی آخری فصل میں عام صحابہؓ کی زندگی پر تصوفانہ حیثیت سے نظر کی گئی ہے اور ان کے اقوال و آثار کو صوفیہ کے لیے شمع ہدایت کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے، اصحاب ذیل کے اسمائے مبارک اس حیثیت سے خاص طور پر قابل توجہ ہیں:

طلحہ بن عبید اللہ، معاذؓ بن جبل، عمرانؓ بن حصین، سلمانؓ فارسی، ابو الدرداءؓ، ابوذر غفاریؓ، ابوعبیدہؓ بن الجراح، عبد اللہؓ بن مسعود، براءؓ بن مالک، عبد اللہؓ بن عباس، کعبؓ احبار، حارثہؓ، ابوہریرہؓ، انسؓ بن مالک، عبد اللہ بن عمر، حذیفہؓ بن الیمان، عبد اللہؓ بن جحش، اسامہؓ، بلالؓ، مصعبؓ بن عمیر، عبد الرحمٰنؓ بن عوف، حاکمؓ بن حزام، عبد اللہؓ بن رواحہ، عدی بن حاتم رضی اللہ عنہم اجمعین،

حضرت سراج اکابر صوفیہ کے آداب و معمولات بیان کرنے کے بعد زور ضرورت مرشد پر دیتے ہیں، اور اس ضمن میں گہرے گہرے خیالات کا اظہار فرماتے ہیں۔

مبتدیوں کے ایک گروہ کا خیال یہ ہوتا ہے کہ حصولِ مقصد کے لیے بہترین ذریعہ مخالفت نفس کا ہے، چنانچہ اپنی تجویز سے طرح طرح کے مجاہدے اپنے لیے اختیار کر لیتے ہیں، کبھی غذا بہت گھٹا دیتے ہیں، لذیذ غذائیں بالکل ترک کر دیتے ہیں، کبھی پانی پینا چھوڑ دیتے ہیں۔ کبھی آبادی سے نکل جنگل میں رہنا شروع کر دیتے ہیں، وقس علیٰ ہذا۔ حضرت سراجؒ فرماتے ہیں کہ جب تک مرشد یا شیخ اس قسم کے احکام نہ دے، انھیں اپنی رائے سے اختیار کر لینا قطعاً غیر مفید رہے گا بلکہ اندیشہ مضرت کا ہے، مثلاً ترکِ غذا کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان فرائض یومیہ، نماز پنجگانہ وغیرہ پوری طرح نہ ادا کر سکے گا۔ نفسِ امارہ کو زیر کر لینا اتنا آسان نہیں کہ بغیر اُستاد کامل کی توجہ کے، انسان تن تنہا یہ ہفتخواں طے کر لے جائے، خود رائی اس راہ میں خطرہ و ہلاکت کی طرف لے جانے والی ہے" (ص ۱۷۷-۲۱۸) سارے اعمال و مجاہدات کے لیے مخصوص آداب و شرائط ہیں، بغیر

اُن کے قدم اٹھانا سخت نادانی ہے۔

متوسطین و متاخرین صوفیہ کے گروہ میں سماع کی بحث ایک بڑی اہمیت رکھتی ہے، طریقت کے اس استاد قدیم نے بھی اس پر تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے، اس سلسلہ میں اُنھوں نے سب سے پہلے حسن صوت کو لیا ہے، اور اس کی مدح و توصیف میں متعدد احادیث نبوی نقل کی ہیں، مثلاً: زینوا القرآن باصواتکم یا ما بعث اللہ نبیًا الاحسن الصوت یا لقد اعطی ابوموسٰی مزمارًا من مزامیراں داود لما اعطی من حسن الصوت۔

اس کے بعد سماع کے مختلف معانی، سماع شعر وغیرہ کا ذکر کیا ہے، اور متقدمین میں جو حضرات جواز سماع کے قائل گزرے ہیں، ان کے اقوال نقل کیے ہیں، آگے چل کر ایک باب اباحت سماع عامہ کے عنوان سے قائم کیا ہے۔ اُس میں عید کے دن بیت عائشہؓ میں سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے گانا سُننے کا حوالہ دیا ہے، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت بلالؓ اور دُوسرے صحابیوں کے اشعار پڑھنے کا ذکر کیا ہے، اور مالکؒ بن انس، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہؓ بن جعفر اور امام شافعیؒ سے شعر کو ترنم کے ساتھ پڑھنے کا جو جواز منقول ہے ان سب کی سند جواز سے فائدہ اٹھایا ہے۔

سماع خاصہ کے ضمن میں سامعین کے تین طبقے کیے ہیں، مبتدئین و مریدین، متوسطین و صدیقین، عارفین و اہل استقامۃ اور زمان، مکان و اخوان کی قید یاد دلائی ہے، غرض یہ کہ مختلف ابواب میں مسئلہ سماع کے مختلف پہلوؤں کو لیا ہے اور ہر باب میں ہر پہلو پر تفصیلی نظر کی ہے اور جواز کے جو آداب شرائط و قیود ہیں ان سے کسی حال میں اغماض نہیں برتا ہے۔ آخری باب میں اس گروہ کے خیالات کی ترجمانی کی ہے جو جواز سماع کا منکر یا اس کی کراہت کا قائل ہے۔

Marfat.com

باب ۲

کشف المحجوب

(شیخ علی بن عثمان ہجویریؒ)

۱۔ مصنفؒ [1]

پورا اسم گرامی علی بن عثمان بن علی الغزنوی الجلابی اللاہوری ہے۔ ہندوستان میں شہرت عام عرف داتا گنج بخش سے ہے۔

وطن غزنی (افغانستان) تھا۔ ہجویر و جلاب دو قریے مضافات غزنی میں ہیں۔ قیام دونوں میں رہا۔ آخر عمر میں ہندوستان آکر لاہور میں سکونت اختیار فرمائی تھی۔ یہیں انتقال کیا، یہیں مدفون ہوئے۔ اس ساری نقل و حرکت کے اظہار کے لئے نام کے ساتھ "غزنوی جلابی ہجویری لاہوری" کا ضمیمہ لگا ہوا ہے۔

سید حسنی تھے، شجرۂ نسب تذکروں میں یوں دیا ہے۔ علی بن سید عثمان بن سید علی بن شاہ شجاع بن ابوالحسن علی بن حسن اصغر بن سید زید شہید بن سیدنا حضرت حسنؓ بن سیدنا حضرت علی مرتضےٰ۔

بیعت شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی سے تھی اور وہ شیخ ابوالحسن حصری کے مرید تھے۔ شجرۂ طریقت سید الطائفہ جنید بغدادیؒ تک پہنچتا ہے۔ دوسرے بزرگوں سے استفادہ

---

[1] (۱) نفحات الانس (جامی) (۲) سفینۃ الاولیاء (دارا شکوہ) (۳) خزینۃ الاصفیاء ۲ جلد (غلام سرور لاہوری، مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ) (۴) مآثر الکرام (غلام علی آزاد بلگرامی، مطبوعہ حیدرآباد) (۵) فوائد الفواد (از میر حسن علا سجزی، مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ)

Marfat.com

کیا تھا۔ جا بجا ان کا ذکر اپنے قلم سے کرتے گئے ہیں اور اپنے اُن کے تعلقات پر روشنی بھی ڈالتے گئے ہیں۔ مثلاً شیخ ابوالعباس احمد اشقانی کے ذکر میں ہے ؎

مرا باوے اُنسے عظیم بود وے را برمن شفقت صادق اندر بعضے علم استاد من بود (کشف المحجوب ص۱۲۱)

مجھے ان سے بڑی محبت تھی اور وہ بھی میرے اوپر دل سے شفقت رکھتے تھے اور بعض علوم میں میرے استاد تھے۔

ایک جگہ خواجہ ابواحمد مظفرؒ سے اپنی ملاقات کا حال لکھا ہے اور ایک صوفیانہ مسئلہ کا بھی انکشاف کرتے گئے ہیں۔

روزے من اندر گرمائے گرم بنزدیک وے اندر آمدم باجامۂ راہ و ژولیدہ موے۔ مرا گفت یا اباالحسن ارادت حالی مرا بگوئی تا چیست، گفتم مرا سماع می باید۔ اندر حال کس فرستاد تا قوالے بیاورد وندو جماعتے را از اہل عشرت دآتش کرد کی وقرت ارادت وحرکت ابتدا مرا اندر سماع کلمات مضطرب کرد چون زمانے برآمد وسلطان وغلیان آں آفت اندر من کمتر شد مرا گفت چگونہ بود مرا ترا بہ ایں سماع۔ گفتم ایہا الشیخ سخت خوش بودم، گفت وقتے بباید کہ ایں وبانگ کلاغ ہر دو مر ترا یکساں شود۔ قرت سماع تا آنگاہ بود کہ مشاہدہ نہ باشد چوں مشاہدہ حاصل آید۔ ولایت سمع ناچیز شود

میں ایک دن ان کے پاس سخت گرمی کے موسم میں آیا مسافرانہ کپڑے پہنے ہوئے اور الجھے ہوئے بال کیسا تھ مجھ سے پوچھا اس وقت کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا سماع سنوائیے۔ انہوں نے فوراً کسی کو بھیج کر ایک قوال اور چند گویوں کو بُلا لیا۔ کم عمری کے جوش وشوق میں میں سماع سے بہت ہی متاثر ہوا، کچھ دیر بعد جب میرا جوش وخروش ختم ہوا تو کہا کہ سماع کا مزا کیسا رہا، میں نے جواب دیا کہ اے شیخ میرے لئے تو بہت ہی اچھا تھا۔ فرمایا ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ سماع اور کوّے کی آواز تمہارے لئے یکساں ہو جائے گی۔ سماع میں جان اس وقت تک ہے جب تک مشاہدہ پیدا نہیں ہوتا جب مشاہدہ حاصل

Marfat.com

نگر تا این را عادت نہ کنی تا طبیعت نہ شود۔ (صفحہ ۱۲۳)

ہو جائیگا شوق سماع جاتا رہیگا۔ لحاظ رکھو کہ کہیں یہ عادت پڑ کر جزو طبیعت نہ بن جائے۔

اسی طرح بعض دوسرے مشاہیر معاصرین سلطان ابوسعید ابوالخیرؒ، شیخ ابوالقاسم قشیریؒ، شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ وغیرہم سے ملاقاتوں کے دلچسپ تذکرے لکھے ہیں۔

اپنے شیخ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:۔

زیں اوستاد شیخ عباد ابوالفضل محمد ابن الحسن الختلیؒ۔ اقتدائے من اندر طریقت بدوست۔ عالم بود بہ علم تفسیر و روایات۔ و اندر تصوف مذہب جنید داشت و مرید حصری بود و صاحب یزدانی و اقران ابوعمر قزوینی و ابوالحسن بن سالبہ بود و شصت سال بحکم عزلتے صادق بگوشہا اندر میگریخت و نام خود از میان خلق گم کردہ بود و بیشتر بجبل لکام بودے۔ عمر نکو یافت وے را آیات و براہین بسیار بود اما لباس و رسوم متصوفہ نداشتی و با اہل رسم شدید بودے و من از وے ہرگز مہیب تر مردے نہ دیدہ بودم (صفحہ ۱۲۰)

ابوالفضل محمد بن حسن ختلیؒ بزرگوں اور عابدوں کے سرتاج تھے میں طریقت میں انہی کا مرید ہوں۔ علم تفسیر و روایات کے عالم تھے۔ اور تصوف میں جنیدؒ کے ہم مذہب حصری کے مرید تھے۔ اور یزدانی کے دوست اور ابوعمر قزوینی اور ابوالحسن بن سالبہ کے معاصر تھے۔ ساٹھ سال تک اپنے شہر کی شہرت خلق سے دور گوشہ نشینی اور گمنامی میں رکھا۔ قیام زیادہ تر کوہ لکام پر رہا۔ عمر اچھی پائی (ولایت کے) بہت سے ثبوت و شواہد رکھتے تھے۔ لیکن لباس اور آثار ظاہری صوفیہ کے سے نہ رکھے۔ جو لوگ رسوم صوفیہ کے پابند تھے، ان سے اور درشتی برتتے تھے میں نے ان سے زیادہ پُر رعب کسی کو نہیں دیکھا۔

حنفی المذہب تھے۔ امام ابوحنیفہؒ سے خاص عقیدت تھی۔ ان کا نام امام اماماں و مقتدائے سنیاں شرف فقہا و عز علماء کی حیثیت سے لیا ہے۔ اور ان کے کمالات کا بیان تفصیل سے کیا ہے۔ (صفحہ ۶۶ تا ۶۹) اس ضمن میں اپنا ایک دلچسپ خواب بھی

Marfat.com

تحریر کیا ہے۔ فرماتے ہیں :۔

" میں ملک شام میں تھا۔ کہ ایک مرتبہ حضرت بلالؓ موذن رسولؐ کے مزار کے سرہانے سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ مکہ معظمہ میں حاضر ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے اندر داخل ہو رہے ہیں۔ اور جس طرح کوئی کسی بچہ کو گود میں لئے ہو۔ آپ ایک مسن شخص کو گود میں لئے ہوئے ہیں۔ میں دوڑتا ہوا حضور میں پہونچا۔ پائے اقدس کو بوسہ دیا۔ اور دل میں سوچنے لگا کہ یہ مسن شخص کون ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے خطرۂ قلب پر اطلاع ہو گئی۔ ارشاد ہوا کہ یہ شخص تیرا اور تیری قوم کا امام ہے یعنی ابو حنیفہؒ۔ اس خواب سے مجھے اپنے اور اپنی قوم کے حق میں بڑی امیدیں وابستہ ہو گئیں۔ اور مجھے اس خواب سے یہ بھی منکشف ہو گیا۔ کہ امام ابو حنیفہؒ ان لوگوں میں سے ہیں۔ جو اپنے صفات ذاتی سے فانی ہو چکے ہیں اور محض احکام شرع کے لئے باقی رہ گئے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے حامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اگر میں انہیں خود چلتے دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ وہ باقی الصفات ہیں۔ اور باقی الصفات کے لئے خطا و صواب دونوں کا امکان ہے۔ لیکن چونکہ انہیں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں دیکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کا وجود ذاتی فنا ہو چکا ہے۔ اور اب جو ان کا وجود قائم ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے قائم ہے۔ اور چونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کسی طرح کی خطا کا امکان نہیں۔ اس لئے جس کا وجود ان میں فانی ہو چکا ہے۔ وہ بھی امکان خطا سے پاک ہے۔" (ص ۶۸-۶۹)

سفر و سیاحت میں اکثر رہا کرتے تھے۔ شام سے لے کر ترکستان تک اور ساحل سندھ سے لے کر بحر قزوین تک یعنی اپنے زمانہ کی تقریباً ساری اسلامی عملداری کی سیاحی کا ذکر کیا ہے۔ آذربیجان۔ بسطام۔ دمشق۔ رملہ۔ بیت الجن۔ طوس مہنہ اور جبل السلام کے نام اپنے سفرناموں کے ذیل میں تفریح کے ساتھ لئے ہیں۔ ایک مرتبہ عراق کے دوران قیام میں معلوم ہوتا ہے کہ معاش وافر تھی۔ اور اسی کے ساتھ مصارف کی زیادتی سے نوبت قرضداری کی آگئی تھی۔ اور یہ اس فکر میں گھلے جاتے تھے کہ ہر شخص کی حاجت روائی کہاں تک کریں۔ آخر ایک درویش کی موعظت سے، پریشان خاطری سے رہائی نصیب ہوئی۔ فرماتے ہیں :۔

Marfat.com

دستے من اندر دیار عراق اندر طلب دنیا و فنا کردن آں تا باکی می کردم و دام بسیار برآمدہ بود و حشو یہ ہر کسے را کہ بایستے بودے روے بمن آوردہ بودند و من در رنج حصول ہواے شاں ماندہ بودم۔ سیدے از سادات وقت بمن نوشت کہ اے پسر نگر تا دل خود را از خدا مشغول نہ کنی بہ فراغت دے کہ مشغول ہواست پس اگر دلے یابی عزیز تر از دل خود روا باشد کہ بفراغت آں دل دل خود را مشغول گردانی والا کہ دست از آں کار بدار کہ بندگان خدا را خدا پسندہ باشد اندر وقت را بدین سخن فرغتے پدیدار آمد۔ (ص۴۶۵)

ایک بار میں حدود عراق میں دنیا کے حاصل کرنے اور اس کے لٹا دینے میں بے طرح مشغول تھا۔ اور بہت قرضدار ہو گیا تھا۔ جس کو جس چیز کی بھی خواہش ہوتی ایس میری ہی طرف رخ کرتا۔ اور میں اس فکر میں رہتا تھا کہ کیسے سب کی خواہش پوری کروں۔ کہ شیوخ وقت میں سے ایک شیخ نے مجھے لکھا کہ اے فرزند کہیں اپنے دل کو مشغولی خدا سے ہٹا کر اس کی طرف مشغول نہ کر لینا جو مشغول ہوائے نفس ہے۔ ہاں اگر کوئی ایسا شخص ملے جس کا دل تم سے برتر ہو جب تو اس کی تشفی خاطر کرو۔ ورنہ سب کے لئے اپنا دل حیران و پریشان نہ رکھو۔ اللہ خود ہی اپنے بندوں کے لئے کافی ہے۔ بس اس وقت سے میرے دل کو قرار آ گیا۔

قید ازدواج سے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ہمیشہ آزادی رہی۔ البتہ ایک مقام پر آپ بیتی یوں بیان کرتے ہیں کہ جیسے غائبانہ کسی سے تعلقاتِ محبت قائم ہو گئے تھے۔ اور یہ ایک سال تک اس زخم لطیف کے بسمل بنے رہے۔ پھر آخر اس سے نجات مل گئی۔ بیان ہے اتنا مجمل تفصیلات کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ لکھا ہے کہ

من کہ علی بن عثمان الجلابی ام از پس آنکہ مرا حق تعالیٰ یازدہ سال از آفت تزویج نگاہ داشتہ بود ہم تقدیر کرد تا بفتنہ اندر افتادم ظاہر باطنم اسیر

مجھ علی بن عثمان جلابی کو اللہ نے گیارہ سال تک تزویج کی مصیبت سے محفوظ رکھا۔ اس کے بعد تقدیر الٰہی یہ ہوئی کہ میں آزمائش میں پڑوں، چنانچہ بغیر شکل دیکھے

Marfat.com

صفتے باشد کہ بامن کردند بے آنکہ رویت	محض دوسروں سے اوصاف سن کر میرا
بودہ بود و یک سال مستغرق آں	ظاہر و باطن اسی کی طرف گرفتار رہا۔ یہاں
بودم چنانچہ نزدیک بود کہ دین برمن	تک قریب تھا کہ میرا دین تباہ ہو
تباہ شود تا حق تعالیٰ بہ کمال لطف و تمام	جائے۔ کہ حق تعالیٰ نے
فضل خود عصمت را بہ استقبال دل بیچارۂ	کمال لطف و کرم سے میری
من فرستاد بہ رحمت خلاصی ارزانی داشت (ص ۳۵)	دستگیری کی۔

استعداد علمی کی تفصیل کسی تذکرہ میں نظر سے نہیں گزری۔ لیکن کشف المحجوب خود اس امر کا ایک واضح ثبوت ہے کہ اس کا مصنف علم باطن کے علاوہ علوم ظاہری پر بھی وسیع نظر رکھتا ہے۔ بعض تذکروں میں اجمالاً صرف اتنا ہے کہ "جامع بود میان علوم ظاہری و باطن"۔ اور اتنا تو یقیناً صحیح معلوم ہوتا ہے۔

بعض تذکروں میں ہے کہ لاہور اپنے پیر و مرشد کے حکم سے آئے تھے۔ اور حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء دہلویؒ کے ایک ملفوظ میں تو ورود لاہور کی تفصیل بھی ملتی ہے۔ فوائد الفواد میں ہے کہ علی ہجویری اور شیخ حسین زنجانی دونوں ایک ہی مرشد سے بیعت رکھتے تھے۔ شیخ حسین زنجانی عرصہ سے لاہور میں سکونت رکھتے تھے۔ ایک روز شیخ علی ہجویری کو مرشد کا حکم ملا کہ لاہور میں سکونت اختیار کرو۔ عرض کیا وہاں تو شیخ حسین پیشتر سے موجود ہیں۔ مکرر ارشاد ہوا کہ تم جاؤ۔ تعمیل کی۔ شب میں لاہور پہنچے۔ اسی شب، میں شیخ حسین نے انتقال کیا۔ (ص ۳۵)

ان روایتوں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ لاہور کو مرشد کے حکم سے اپنا مسکن بنایا تھا لیکن کشف المحجوب سے کچھ ایسا پایا جاتا ہے کہ لاہور کا قیام مرضی کے خلاف کسی مجبوری سے تھا۔ فرماتے ہیں :-

کتب من بہ حضرت غزنین ماندہ	میری کتابیں غزنی میں چھوٹ گئی
بود و من اندر دیار ہند در بلدۂ	تھیں اور میں حدود ہند میں شہر لاہور
لاہور کہ از مضافات ملتان	میں کہ مضافات ملتان میں سے

Marfat.com

است درمیان ناجنسان گرفتار شدہ بودم۔ (ص ۶۵) ہے۔ ناجنسوں کے درمیان گرفتار تھا۔

عام لقب جو گنج بخش چلا ہوا ہے۔ اس کی بابت روایت یہ ہے کہ خواجہ معین الدین حسن سجزی اجمیریؒ نے آپ کے مزار پر آکر حسب دستور صوفیہ چلہ کشی کی اور فیض و برکت سے مالامال ہو کر جب رخصت ہونے لگے تو مزار کے رُخ کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا ؎

گنج بخش ہر دو عالم مظہرِ نورِ خُدا کاملاں را پیرِ کامل ناقصاں را رہنما

سال وفات سے متعلق اختلاف ہے۔ مزار پر جو قطعۂ تاریخ کندہ ہے۔ اس میں ۴۶۵ھ درج ہے۔ دوسرے قرینے بھی اسی کی تائید میں ہیں۔ مزار لاہور میں سمت غرب میں واقع ہے۔ اب تو آبادی وہاں تک ہو گئی ہے پہلے شہر سے باہر تھا۔ اہل حاجت یوں بھی برابر آتے جاتے رہتے ہیں۔ جمعرات اور جمعہ کو مجمع زائد ہو جاتا ہے۔ عقیدت مندوں کا خیال ہے کہ اگر چالیس روز متصل حاضری دی جائے یا چالیس جمعہ کی راتوں کو مزار کا طواف کیا جائے تو ہر مشکل آسان اور ہر حاجت روا ہو جاتی ہے۔ زیارت ایک بار ۱۹۴۲ء/۱۳۶۱ھ میں ان سطور کے راقم آثم نے بھی کی ہے۔

تصوف و طریق پر کتابیں متعدد لکھیں۔ لیکن آج وہ ناپید ہیں۔ بلکہ تذکروں میں تو ان کے نام تک بھی درج نہیں۔ سفینۃ الاولیاء وغیرہ میں اجمالی ذکر صرف اس قدر آتا ہے کہ "حضرت پیر علی ہجویریؒ را تصنیف بسیار است" لیکن نکلسن نے خود کشف المحجوب کے اندر ڈوب کر ذیل کی کتابوں کا پتہ تو لگا ہی لیا ہے۔

۱۔ وجدان۔ یکے آنکہ دیوان شعرم کسے برخاست۔" (کشف ص ۱)

۲۔ منہاج الدین۔ دیگر کتابے تالیف کردم اندر طریق تصوف۔ نام آں منہاج الدین (ص ۱) "پیش ازیں کتابے ساختہ ام۔ مرآں را منہاج الدین نام کردہ اند۔ اندروے مناقب اہل صفہ یک یک بہ تفصیل آوردہ۔" (ص ۵) نیز اندر کتابے کہ کردہ ام بجز ایں منہاج نام۔" (ص ۱۱۱)

Marfat.com

۳۔ کتاب الفناء والبقاء۔ "مارا ازیں جنس سخن است اندر کتابے فنا و بقا۔ (ص۴)

۴۔ اسرار الخرق والمؤنات۔ "مرا اندریں باب کتابے کہ نام آں اسرار الخرق والمونات ست و نسخۂ آں مرید را باید"۔ (ص۴۹)

۵۔ کتاب البیان لاہل العیان۔ "من اندریں معنی تا حال ہدایت کتابے ساختہ ام و آں را کتاب البیان لاہل العیان نام کردہ شد"۔ (ص۱۹۵)

۶۔ بحر القلوب۔ "اندر بحر القلوب اندر باب جمع فصولے گفتہ ام"۔ (ص۱۹۵)

۷۔ الرعایۃ الحقوق اللہ۔ طالب ایں علم را ایں مسئلہ از کتاب دیگر باید طلبید کہ کردہ ام۔ آں را الرعایۃ لحقوق اللہ نام کرد"۔ (ص۲۱۱)

کشف کی دو عبارتوں میں کتابوں کے حوالے اور بھی ہیں۔ اب خدا معلوم ان سے مراد انہی مذکورہ بالا کتابوں میں سے کوئی دو ہیں یا یہ دو ان کے علاوہ ہیں۔

"پیش ازیں اندر شرح کلام وے (منصور حلاج) کتابے ساختہ ام"۔ (ص۱۱۱)

"من اندر بیان ایں (ایمان) کتابے کردہ جداگانہ"۔ (ص۲۱۵)

اگر یہ دو کتابیں ان کے علاوہ ہیں۔ (جیسا کہ نکلسن کا خیال ہے) تو مجموعی تعداد نو کتابوں کی ہوتی ہے۔ اور ایک خود ہی کشف المحجوب۔ کل دس ہوئیں۔ اور چونکہ یہ بھی نہیں معلوم کہ کشف کی تصنیف کب ہوئی اور شیخ اس کے بعد کب تک زندہ رہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ ان دس پر بعد میں کچھ اور بھی اضافہ ہوا ہو۔

مخدوم کے مرتبۂ کمال کا اعتراف سب کر رہا ہے۔ خواجۂ خواجگان معین الدین چشتی اجمیریؒ اور شیخ المشائخ فرید الدین گنج شکرؒ دونوں سے متعلق روایت ہے کہ آپ کے مزار پر جا کر چلے کھینچے ہیں اور فیوض و برکات حاصل کئے ہیں۔ چنانچہ دونوں حضرات کے مکانات میں چلہ کشی کے نقوش اب تک محفوظ ہیں۔

ملا جامیؒ ان الفاظ میں تصنیف و مصنف کی جلالت قدر کا اعتراف کرتے ہیں :۔

"عالم و عارف بود ...... در صحبت بسیارے از مشائخ دیگر رسیدہ است۔ صاحب کتاب کشف المحجوب است کہ از کتاب مشہورۂ معتبرہ دریں فن است

ولطائف ذحقائق بسیار درآں کتاب جمع کردہ است" (نفحات ص ۲۵۸)

داراشکوہ کے نزدیک فارسی زبان میں تصوف پر کوئی کتاب اس ٹکر کی نہیں :-

"خانوادۂ ایشاں خانوادۂ زہد وتقویٰ بود۔ حضرت پیر علی ہجویری را تصانیف بسیار است اما کشف المحجوب مشہور و معروف است و ہیچ کس را برآں سخن نیست و مرشدے ست کامل۔ در کتب تصوف بہ خوبی آں در زبان فارسی تصنیف نہ شدہ خوارق وکرامات زیادہ از حدو نہایت۔ وبارہا بر قدم تجربہ وتوکل سفر کردہ اند" (سفینہ ص ۱۶۴)

سب سے بڑھ کر قابل استناد وقابل افتخار قول سلطان المشائخ نظام الملت نظام الدین اولیاءؒ کا ہے۔ آپ کا ارشاد تھا کہ جس کا کوئی مرشد نہ ہو۔ اس کو کشف المحجوب کے مطالعہ کی برکت سے مل جائے گا۔ آپ کا ایک غیر مطبوعہ ملفوظ درر نظامی میں ہے:-

"می فرمودند، کشف المحجوب از تصنیف شیخ علی ہجویری ست۔ قدس اللہ روحہ العزیز۔ اگر کسے را پیرے نباشد چوں ایں کتاب را مطالعہ کند او را پیدا شود۔ من ایں کتاب را بہ تمام مطالعہ کردم"[1]

مخدوم کی اس کرامت کا ذکر متعدد تذکروں میں ہے کہ لاہور میں جو مسجد آپ نے تعمیر کرائی تھی۔ اس کی محراب میں بہ مقابلہ دوسری مسجدوں کے سمت جنوب میں ذرا کجی تھی۔ علمائے وقت نے اعتراض کیا کہ سمت قبلہ قائم نہیں رہی۔ آپ نے ایک روز سب کو جمع کرکے خود نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حاضرین سے کہا کہ دیکھ لو کعبہ کدھر ہے۔ حجابات اٹھ گئے۔ سب نے دیکھ لیا کہ بیت اللہ مسجد کے ٹھیک مقابل ہے۔

---

[1] درر نظامی۔ مرتبۂ شیخ علی محمود جاندار۔ نسخۂ قلمی۔ مملوکہ سید علیم الدین مرحوم خادم درگاہ سلطان المشائخ دہلی۔

Marfat.com

۲۔ تصنیف

عربی میں تصوف کی قدیم ترین معلوم و وجود کتاب کا نام کتاب اللمع تھا۔ اس سے ہم پچھلے باب میں روشناس ہو چکے۔ فارسی میں تصوف کی قدیم ترین موجود کتاب کشف المحجوب ہے۔ کتاب اللمع چند سال قبل دنیا کے لئے معدوم تھی اور اب بھی مشرق کے لئے اس کا وجود اس کے عدم سے کچھ ہی بہتر ہے۔ خوش قسمتی سے کشف المحجوب اس حجاب گمنامی میں نہیں۔ داتا گنج بخش لاہوریؒ کا نام تو اس سے زیادہ عوام کی زبان پر ہے۔ پنجاب کے اکثر گھرانے ان کی عقیدت کے مسکن ہیں۔ لاہور میں مدت ہوئی اصل فارسی نسخہ طبع ہو چکا ہے۔ اور ترجمہ بھی لاہور ہی سے نکل چکا ہے۔ انگریزی ترجمہ پروفیسر نکلسن نے گب موریل سیریز میں شائع کیا ہے۔ چند سال ہوئے روس (سینٹ پٹرز برگ) کے پروفیسر ژوکوفسکی کے زیر اہتمام اصل کتاب کے یورپ میں بھی چھپنے کی اطلاع آئی تھی۔ یہ سب کچھ ہے۔ تاہم استفادہ کرنے والوں کا حلقہ اب بھی محدود ہے اور مصنف کی طرح تصنیف سے بھی تعارف کرانے کی ضرورت ابھی باقی ہے۔

مصنفؒ کی رحلت کا سال ۴۶۵ھ ہے اور مصنفؒ نے اس کتاب میں اپنی متعدد پچھلی کتابوں کا ذکر اور سکونت لاہور کا ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ان کی آخر عمر کی تصنیف ہے۔ یعنی پانچویں صدی ہجری کا وسط۔ اس کتاب کے تقریباً ہم عمر امام ابوالقاسم قشیریؒ کا عربی رسالہ القشیریہ ہے۔ موضوع اس کا بھی تصوف ہے۔ دونوں کے طرز تصنیف میں فرق یہ ہے کہ امام موصوف نے زیادہ تر متقدمین کے اقوال و حکایات کے نقل کر دینے پر اکتفا کی ہے۔ بہ خلاف اس کے مخدوم ہجویریؒ ایک محققانہ، مجتہدانہ انداز سے اپنے ذاتی تجربات، مکاشفات، واردات، مجاہدات وغیرہ بھی قلمبند کرتے جاتے ہیں۔ اور مباحث سلوک پر رد و قدح کرنے میں تامل نہیں کرتے بلکہ ایک مستند محققانہ تصنیف کی ہے۔

صورت تصنیف یہ ہے کہ کوئی صاحب ابوسعید ہجویری نامی سائل ہیں۔ انہوں نے

حضرت مخدومؒ کی خدمت میں عرض کیا ہے کہ

بیان کن مرا اندر تحقیق طریق تصوف وکیفیت مقامات ایشان و بیان مذاہب ومقالات آں واظہار کن مرا رموز و اشارات ایشاں و چگونگی محبت خدائے عزوجل و کیفیت اظہار آں بردلہا وسبب حجاب عقول ازکنہ ماہیت آں ونفرت نفس از حقیقت آں وآرام روح با صفوت آں وآنچہ بدیں تعلق دارد و از معاملت آں۔ (صلا)

مجھ سے بیان فرمائیے طریق تصوف کی حقیقت اور مقامات صوفیہ کی کیفیت اور ان کے عقائد و مقالات کی تشریح۔ اور مجھ پر ظاہر کیجئے ان کے رمز اور اشارے اور خدائے بزرگ کے ساتھ ان کی محبت کی نوعیت اور دلوں میں اسکے ظہور کی کیفیت اور اسکی ماہیت کے ادراک سے عقل کا حجاب اور نفس کی اس طرف سے بیزاری اور روح کی اس کی طرف سے تسکین اور اس کے معاملات کے متعلقات۔

ساری کتاب اسی سوال کے جواب اور انہی مراتب کی تفصیل میں ہے۔

مضامین اور تصانیف کے سرقہ میں معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت اور اس زمانہ کے لوگ بڑے شاطر تھے۔ شیخ کو ایک نہیں دو مرتبہ ان لوگوں کے ہاتھوں تلخ تجربے اٹھانے پڑے۔ ایک مرتبہ کوئی صاحب شیخؒ سے مسودہ دیوان مانگ کرلے گئے اور بجائے واپس کرنے کے اپنے نام اور تخلص کے ساتھ اس کی اشاعت شروع کردی۔ دوسری مرتبہ یہ اتفاق ہوا کہ ان کی ایک تصنیف فن سلوک میں منہاج الدین کے نام سے تھی۔ اسے کوئی شخص اڑا کرلے گیا ان کا نام کاٹ کر عنوان پر اپنا نام لکھ دیا اور اس کی تصنیف کو اپنی جانب منسوب کرنا شروع کر دیا۔ کشف المحجوب ان تصانیف کے بعد کی ہے۔ اس کے آغاز میں جہاں اپنا نام لکھا ہے وہاں ان سب تلخ حالات کی تصریح بھی تلخ لب ولہجہ میں فرمادی ہے۔ (صلا۲)

اس سرقہ سے اس قدر خائف تھے۔ کہ اسی ایک بار پر اکتفا نہیں کی، بلکہ درمیان کتاب میں بار بار اپنا پورا نام لیتے گئے ہیں۔

لاہور کا جو مطبوعہ نسخہ پیش نظر ہے اس کا کہنا چاہیئے کہ کوئی صفحہ مطبعی غلطیوں سے خالی نہیں۔

Marfat.com

کہیں عبارت بالکل بے معنی ہو گئی ہے۔ کہیں مصنف کے اصل منشا کے خلاف مفہوم نکل رہا ہے اور اس سے بڑھ کر ستم یہ ہے کہ اکثر مقامات پر اشخاص و مقامات کے نام بالکل مسخ ہو گئے ہیں۔ ان کی تصحیح کی کوئی صورت نہیں۔ دوسرا تکلیف دہ امر اس نسخہ میں یہ ہے کہ کسی قسم کی فہرست مضامین وغیرہ درج نہیں۔ کتاب مقدمہ، بابوں اور فصلوں میں تقسیم ہے۔ ہر باب و فصل کے الگ الگ پیراگراف (بند یا فقرے) ہیں۔ لیکن کاتب صاحب نے بائے بسم اللہ سے لے کر تائے تمت تک ۴۸۲ صفحہ کی کتاب کا قلم یکساں رکھا ہے۔ نہ کہیں کوئی پیراگراف (بند) توڑا ہے۔ نہ ایک باب و فصل کے اختتام کو دوسرے کے آغاز سے نمایاں طور پر ممتاز کیا ہے۔ راقم سطور نے بہ طور خود ایک فہرست مضامین اور بعض دوسری فہرستیں مرتب کی ہیں اور انہی کی مدد سے ناظرین کے ہمراہ کتاب پر ایک سرسری نظر کرنا ہے۔

شروع کے چھ صفحے (صلہ تا ۸) بہ طور تمہید یا مقدمہ کے ہیں۔ ان میں سبب تالیف موضوع سخن وغیرہ کا بیان ہے۔ اس کے بعد ترتیب مضامین حسب ذیل ہے:۔

(۱) فی اثبات العلم (صفحہ ۸ تا ۱۴)

اس میں علم کی ماہیت، علم کے فضائل اور علم کے اقسام کا بیان ہے۔ مشہور صوفی حاتم اصم کا قول نقل کیا ہے کہ

حاتم الاصم گفت رضی اللہ عنہ کہ چہار علم اختیار کردم واز ہمہ علمائے عالم برستم ..... یکے آنکہ بدانستم کہ مرا رزقے ست مقسوم کہ زیادت و کم نشود از طلب زیادت برآسودم و دیگر آنکہ بدانستم کہ خدائے را بر من حقے ست کہ جز من کسے دیگر نتواند گزارد۔ بہ ادائے آں مشغول گشتم۔ دیگر آں کہ دانستم	تمام علوم عالم میں سے میں نے چار چیزوں کا علم حاصل کر لیا اور باقی علوم سے بے نیاز ہو گیا۔ اول یہ کہ رزق کی ایک مقدار مقسوم ہے۔ اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس میں اضافہ کی طلب گاری سے نجات پا گیا۔ دوسرے یہ کہ خدا کی جانب سے میرے اوپر جو حق عائد ہیں ان کی بجا آوری میرے اوپر فرض ہے (نہ کہ کسی اور پر)

Marfat.com

که مرا طالبے ست یعنی مرگ که از وے نتوانم گریخت آں را بشناختم۔ چہارم آں که دانستم که مرا خداوندے ست مطلع برمن۔ از وے شرم داشتم و از ناکردنی دست باز داشتم۔ (صفحہ ۱)

اس سے ان کی ادائی میں مشغول ہوگیا ہوں۔ تیسرے یہ کہ میرے تعاقب میں موت لگی ہوئی ہے۔ جس سے کسی طرح گریز ممکن نہیں اس لئے اس سے ملنے کی تیاری کرتا رہتا ہوں۔ چوتھے یہ کہ خدا میرے حال کو دیکھتا رہتا ہے اسلئے اس سے شرم کرتا اور ممنوعات سے بچتا رہتا ہوں۔

علم صحیح یا معرفت کے لئے علم ظاہر یا شریعت اور علم باطن یا طریقت کی حاجت ضروری ہے۔ صرف ایک کا وجود طالب کے لئے مضر ہوگا۔

ظاہر ورزش معاملت و باطنش تصحیح نیت و قیام بریک ازیں بے دیگرے محال باشد۔ ظاہر بے حقیقت باطن نفاق بود و باطن بے ظاہر زندقہ۔ و ظاہر شریعت بے باطن نقص بود و باطن بے ظاہر ہوس۔ پس علم حقیقت را سہ رکن است۔ یکے علم بذات خداوند تعالیٰ و وحدانیت وے و نفی تشبیہ ازوے دیگر علم بہ صفات خداوند تعالیٰ و احکام آں۔ و سہ دیگر علم بہ افعال و حکمت وے۔ و علم شریعت را نیز سہ رکن است۔ یکے کتاب۔ دیگر سنت۔ سہ دیگر اجماع امت۔ (صفحہ ۱)

ظاہر سے مراد معاملات ہیں اور باطن سے تصحیح نیت۔ ان میں سے ایک کا وجود بغیر دوسرے کے محال ہے۔ ظاہر بغیر امتزاج باطن کے منافقت ہے۔ اور باطن بغیر شمول ظاہر کے زندقہ ہے۔ شریعت کا ظاہر بلا باطن نقص ہے اور باطن بلا ظاہر ہوس ہے۔ تو علم حقیقت کے تین رکن ہوئے۔ ایک علم ذات خداوندی، توحید و نفی تشبیہ۔ دوسرے علم صفات و احکام خداوندی۔ تیسرے علم افعال و حکمت افعال خداوندی۔ علم شریعت کے بھی یہی تین رکن ہیں۔ ایک کتاب دوسرے سنت تیسرے اجماع امت۔

علم ذات خداوندی کی تعلیم اس قسم کی آیات قرآنی میں بکثرت ملتی ہے۔

فاعلم انہ لا الٰہ الا اللہ۔

Marfat.com

واعلموا انّ اللّٰہ ھو مولیٰکم ۔

الم تر الی ربّک کیف مدّ الظل ۔

افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت ۔

لیس کمثلہ شیٌ وھو السمیع البصیر ۔

نیز اس قسم کی احادیث نبوی ہیں کہ من علم ان اللّٰہ تعالیٰ ربّہٗ وانی نبیہٗ حرم اللّٰہ تعالیٰ لحمہ ودمہ علی النّار ۔

علم صفات خداوندی کی جانب رہبری اس قسم کی آیات کرتی ہیں :۔

اِنّہٗ علیمٌ بذات الصدور ۔

واللّٰہ علیٰ کلّ شیٍٔ قدیر ۔

وھو السمیع البصیر ۔

فعال لما یرید ۔

ھو الحی لا الٰہ الا ھو ۔

علم افعال خداوندی کی بابت اشارے اس قسم کی آیات میں ملتے ہیں :۔

واللّٰہ خلقکم وما تعملون ۔

واللّٰہ خالق کل شیٔ ۔

علم شریعت کے رکن اوّل یعنی کتاب اللہ سے تمسک واعتصام کی دلیل یہ ارشاد ربانی ہے ۔ فیہ آیاتٌ محکماتٌ ھن ام الکتاب رکن دوم یعنی سنت نبوی کا شاہد عادل یہ فرمان الٰہی ہے ۔ وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا ۔

رکن سوم یعنی اجماع امت کی دستاویز استناد یہ ارشاد حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ لا یجتمع امتی علی الضلالۃ علیکم بالسواد الاعظم ۔

علم ، بہ شمول علم شریعت کی اہمیت پر جتنا زور دیا ہے اس کا مزید اندازہ اقتباس ذیل سے ہوگا ۔

محمد بن فضل البلخی گوید رحمۃ اللہ علیہ العلوم ثلثۃ علم من اللہ وعلم مع اللہ وعلم باللہ

محمد بن فضل بلخیؒ کہتے ہیں کہ علم کی تین قسمیں ہیں ۔ ایک علم من اللہ ۔ دوسرے علم مع اللہ

Marfat.com

علم باللہ علم معرفت بود کہ ہمہ اولیاء و انبیاء بدو دانستہ اند وتا تعریف و تعرف وے نبود ایشاں وے را نہ دانستند علم من اللہ علم شریعت بود کہ آں از وے بما فرمان و تکلیف ست و علم مع اللہ علم مقامات وطریق حق و بیان درجات اولیا است پس معرفت بے پزیرفتن شریعت درست نیاید و ورزش شریعت بے اظہار مقامات راست نیاید ...... ہر کرا علم معرفت نیست دلش بجہل مردہ ست و ہر کرا علم شریعت نیست بہ نادانی بیمارست۔ (ص ۱۲)	تیسرے علم باللہ۔ علم باللہ علم معرفت ہے کہ انبیاء و اولیاء نے اسی ذریعہ سے معرفت باری حاصل کی ہے اور بغیر اس کے انہیں معرفت حاصل نہ ہوسکی۔ علم من اللہ علم شریعت ہے۔ یعنی احکام الٰہی و فرائض عبدیت کا علم۔ علم مع اللہ علم مقامات طریقت و درجات اولیاء کا نام ہے۔ معرفت بغیر علم شریعت کے قبول کئے درست نہیں ہوسکتی۔ اور شریعت پر عمل بغیر مقامات رس کے پورا نہ ہوپائے گا اور جسے علم معرفت نہیں اسکے قلب پر جہل کی موت طاری ہے اور جسے علم شریعت نہیں اس کا قلب مرض نادانی میں گرفتار ہے۔

اسی تعلیم کی تائید میں بایزید بسطامی کا قول ہے کہ

عملت فی المجاهدة ثلثين سنة فما وجدت شيئاً اشد علی من العلم ومتابعته۔	میں نے تیس سال تک مجاہدہ کئے۔ لیکن کسی مجاہدہ کو علم و تحصیل علم سے بڑھ کر سخت نہیں پایا۔

اور خود شیخ ہجویریؒ کا بیان ہے کہ طبع انسانی کے لئے آگ پر چلنا راہ علم پر چلنے سے آسان تر ہے اور ایک جاہل کے لئے پل صراط پر ہزار بار گزرنا اس سے آسان ہے کہ علم کا ایک مسئلہ حل کرے۔ (ص ۱۴)

آج جب کہ بعض خوش فہم صوفیہ نے ہر قسم کے علم پر مطلق صورت میں حجاب اکبر کا حکم لگا دیا ہے۔ علم شریعت کے یہ فضائل ایک شیخ الشیوخ کی زبان سے یقیناً حیرت کے کانوں سے سنے جائیں گے۔

(۲) باب الثانی فی الفقر۔ (ص ۱۴-۲۴)

اس باب میں فضائل فقر و مسکنت کا بیان ہے۔ فضائل فقر میں متعدد آیات قرآنی موجود ہیں مثلاً

للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربًا فی الارض یحسبہم الجاھل اغنیاء من التعفف (بقر-ع-۲۰)

تتجافی جنوبہم عن المضاجع یدعون ربہم خوفًا و طمعًا (سجدہ-ع-۲)

احادیث نبوی میں فضائل فقر کثرت سے وارد ہوئے ہیں۔ سرور کائنات خود اپنے متعلق دعا میں یہ آرزو کیا کرتے تھے۔ کہ اے پروردگار مجھے مسکین زندہ رکھ۔ مسکین ہی وفات دے۔ حشر میں زمرۂ مساکین ہی میں اٹھا۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے روز ارشاد باری تعالیٰ ہوگا کہ

اوتونی احبائی فیقول الملٰئکۃ من احباءک فیقول اللہ الفقراء والمساکین۔	میرے دوستوں کو حاضر کرو۔ فرشتے عرض کریں گے کہ بار الٰہا تیرے دوست کون ہیں؟ ارشاد ہوگا کہ فقراء و مساکین۔

عہد رسالت میں جو فقراء و مہاجرین مسجد نبویؐ میں اسباب دنیوی سے قطع نظر کر کے محض عبادت الٰہی کے لئے بیٹھ گئے تھے اور اپنے رزق کے لئے تکیہ محض مسبب الاسباب پر رکھے ہوئے تھے ان کی خبر گیری اور ان کی رفاقت کے لئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ رب العزت سے تاکید ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ (انعام-آیت ۵۲)

اور ایک دوسرے موقع پر فرمان ملتا ہے:۔

ولا تعد عیناك عنہم ترید زینۃ الحیوٰۃ الدنیا (کہف، آیت ۲۸)

ان تاکیدی احکام نے ان فقراء و مہاجرین کو اس مرتبہ پر پہنچا دیا تھا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جہاں کہیں انہیں دیکھ لیتے تو انتہائے شفقت سے ارشاد فرماتے کہ

Marfat.com

میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔ کہ اللہ نے تمہارے بارے میں مجھ پر عتاب کیا۔ (ص ۱۴-۱۵)

اس کے آگے فقر کی حقیقت اور فقر کے آداب پر بحث کی ہے اور غنا کے مقابلہ میں اس کی افضلیت پر دلائل تام کئے ہیں۔

(۳) الباب الثالث فی التصوف (ص ۲۴-۳۱)

تیسرا باب ماہیت تصوف پر ہے۔ حسب معمول شیخ نے اس باب کا بھی آغاز قال اللہ وقال الرسول سے کیا ہے۔ چنانچہ کلام الٰہی میں انہیں اس باب کے مطابق ومناسب یہ آیت ملی۔

وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً (الفرقان، آیت ۶۳)

اور بطور حدیث کے اس کو پیش کیا ہے جو حدیث رسولؐ تو نہیں۔ البتہ کسی بزرگ امت کا مقولہ معلوم ہوتا ہے۔

من سمع صوت اھل التصوف فلا یومن علی دعائھم کتب عند اللہ من الغافلین۔

اس کے آگے شیخ سراجؒ کی طرح انہوں نے بھی لفظ صوفی اور اس کے اشتقاق پر تفصیلی نظر کی ہے۔

مردمان اندر تحقیق ایں اسم بسیار سخن	اس نام کی تحقیق میں لوگوں کے مختلف
گفتہ اند و کتب ساختہ و گروہے از آں	خیالات ہیں اور بہت سے قول ہیں۔ ایک
گفتہ اند کہ صوفی را بدان آں صوفی	گروہ کے نزدیک چونکہ یہ لوگ جامہ صوف
خوانده اند کہ جامۂ صوف دارد و	میں ملبوس رہتے تھے۔ اس لئے
گروہے گفتہ اند کہ صوفی را از بدائے	صوفی کہلائے۔ بعض کا خیال ہے کہ لفظ
آں صوفی خوانند کہ از صف اول باشد	صوفی کا ماخذ صف اوّل ہے۔ یہ حضرات
و گروہے گفتہ اند کہ بداں صوفی گویند	چونکہ صف اوّل میں رہتے تھے۔ اس
کہ تولا بہ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم	لئے لقب صوفی سے موسوم ہوتے۔
کرده اند گروہے گفتہ اند کہ ایں اسم	ایک گروہ کا مسلک ہے کہ چونکہ ان

Marfat.com

از صفا مشتق است و ہر کسے را اندریں معنی اندر تحقیق ایں طریقت لطائف بسیار است اما بہ مقتضائے لغت ازیں معنی بعید می باشد۔ (ص۲۲)

لوگوں کو اصحاب صفہ سے خاص محبت تھی۔ اسلئے یہ صوفی کہلائے۔ ایک اور جماعت اس لفظ کا اشتقاق لفظ صفا سے بتاتی ہے اور ہر گروہ اپنی تائید میں خوب خوب نقطے پیدا کرتا رہتا ہے لیکن لغت سے کسی قول کی بھی تائید نہیں ہوتی۔

شیخ کے نزدیک صوفی وہ ہے جس کا قلب "صفا" (صفائی) سے لبریز ہو اور "کدر" (گندگی) سے خالی ہو اور اس مرتبہ تک کاملانِ ولایت ہی پہونچ سکتے ہیں۔

"صفا ضد کدر بود و کدر صفت بشر بود۔ و حقیقت صوفی بود آنکہ او را از کدر گزر بود"۔ (ص۲۳)

"صوفی نامے ست کہ مر کاملان ولایت را محققاں بدیں نام خوانده اند"۔ (ص۲۵)

چنانچہ دورِ اول کے مشائخ طریقت میں سے کسی بزرگ کا قول ہے کہ

من صفاه الحب فهو صاف ومن صفاه الحبيب فهو صوفی۔ (ص۲۵)

جس کسی کو محبت صاف کر دے وہ صافی ہے اور جسے محبوب اپنے لئے صاف کر لے وہ صوفی ہے۔

اہل تصوف کے تین طبقے یا درجے ہیں۔ صوفی، متصوّف، مستصوِف۔ تینوں کی تعریف شیخ ہی کے لفظوں میں سننے کے قابل ہے:۔

صوفی آں بود کہ از خود فانی بود و بحق باقی واز قبضہ طبائع رستہ و بہ حقیقت پیوستہ۔ متصوّف آنکہ بمجاہدہ ایں درجہ را ہمی طلبد و اندر طلب خود را بر معاملت ایشاں درست ہمی کند و مستصوف آنکہ از برائے مال و منال و جاہ و حظ دنیا خود را مانند ایشاں کردہ

صوفی وہ ہے جو اپنے نفس سے فانی ہو کر حق میں زندہ و باقی ہو اور مادیت سے گزر کر حقیقت تک رسائی حاصل کر چکا ہو اور متصوف وہ ہے جو مجاہدہ کر کرکے یہ راہ طے کر رہا ہو۔ اور اس منزل تک رسائی کی کوشش میں ہو اور مستصوف وہ ہے جو محض جاہ مال کیلئے دنیا طلبی کی خاطر، اپنے کو صوفیہ و متصوفیہ کے مشابہ

وازیں ہر دو چیز ہیچ خبر ندارد تا حدے کہ گفتہ اند المستصوف عند الصوفیہ کالذباب وعند غیرہم کالذیاب۔
(ص ۲۵)

بنا دے اور حقیقتاً اُن دونوں سے اسے بہرہ نہ ہو۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ مستصوف صوفی کی نظر میں مکھی کیطرح حقیر ہوتا ہے اور دوسروں کی نظروں میں بھیڑیے کی مانند جسکی غذا ہی گوشت اور خون ہے۔

شیخ عالم معانی وحقائق ہی کے سیاح نہیں بلکہ شیخ سعدیؒ کی طرح لفظی صنعت گری کے بھی ماہر ہیں اور کتاب میں ادب وانشاء کے جلوے بار بار دکھاتے گئے ہیں۔ یہاں بھی آگے جو عبارت لکھی ہے۔ نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہو۔

صوفی صاحب وصول بود و متصوف صاحب اصول ومستصوف صاحب فضول۔

صوفی صاحب وصول ہوتا ہے کہ اسے وصل مقصود ہو چکا ہوتا ہے متصوف صاحب اصول ہوتا ہے کہ اصل صحیح پر قائم رہ کر احوال طریقت میں مشغول رہتا ہے اور مستصوف صاحب فضول ہوتا ہے کہ اس کی قسمت میں حقیقت سے محجوبی اور معانی سے محرومی ہوتی ہے۔

قدیم ترین صوفیہ نے صوفی اور تصوف کی جو تعریفات بیان کی ہیں۔ شیخ نے انہیں بھی سنداً پیش کیا ہے۔ اور دور تک انہیں پیش کرتے چلے گئے ہیں۔ (ص ۲۶-۲۹) مثلاً

(۱) الصوفی اذا نطق بان نطقہ عن الحقائق و ان سکت نطقت عنہ الجوارح یقطع العلائق۔
(ذوالنون مصریؒ)

حضرت ذوالنون مصریؒ کہتے ہیں کہ صوفی وہ ہے کہ جب وہ گفتار میں آتا ہے تو اس کی زبان حقائق کی ترجمان ہوتی ہے۔ اور جب خاموش ہوتا ہے تو اس کے اعضاء قطع علائق بر زبان حال سے شہادت دیتے رہتے ہیں۔

(۲) التصوف نعت اقیم العبد فیہ قیل نعت للعبد ام للحق فقال

حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد ہے کہ تصوف وہ صفت ہے جس میں بندہ کی اقامت کی گئی۔

Marfat.com

نعت الحق حقیقۃ و نعت العبد رسمًا۔ (جنید بغدادیؒ)

(یعنی اس کی ہستی نہ ہے)، لوگوں نے پوچھا کہ یہ صفت بندہ کی ہے یا حق کی؟ جواب دیا کہ حقیقۃً تو حق کی ہے صورۃً بندہ کی ہے۔

(۳) التصوف ترک کل حظٍ للنفس (ابوالحسن نوریؒ)

حضرت ابوالحسن نوریؒ کا قول ہے کہ تصوف عام حظوظِ نفسانی کے ترک کا نام ہے۔

(۴) الصوفیۃ ھم الذین صفت ارواحھم فصاروا فی الصف الاوّل بین یدی الحق۔ (ایضاً)

انہی بزرگ کا یہ بھی قول ہے کہ صوفی وہ لوگ ہیں جن کی روحیں (آلائشوں سے) پاک ہو چکی ہیں اور وہ رب العزت کے حضور میں صفِ اوّل میں حاضر ہیں۔

(۵) الصوفی الذی لا یملک و لا یملک۔ (ایضاً)

انہی بزرگ سے یہ بھی منقول ہے کہ صوفی وہ ہے جو نہ خود کسی چیز کا مالک اور نہ کوئی اس کا مالک ہو۔

(۶) التصوف رؤیۃ الکون بعین النقص بل محض الصرف عن الکون۔ (ابوعمرو دمشقیؒ)

ابوعمرو دمشقیؒ ارشاد کرتے ہیں کہ تصوف نام ہے کائنات کی جانب عیب جوئی کی نگاہ سے دیکھنے کا، بلکہ سرے سے نہ دیکھنے کا۔

(۷) التصوف شرک لانہ صیانۃ القلب عن رؤیۃ الغیر و لا غیر۔ (شبلی)

شیخ شبلیؒ فرماتے ہیں کہ تصوف ایک طرح کا شرک ہے۔ اس لئے کہ یہ نام ہے قلب کو "غیر" سے بچانے کا حالانکہ "غیر" کا وجود ہی سرے سے نہیں۔

(۸) التصوف صفاء السر من کدورۃ المخالفۃ۔ (حصری)

شیخ حصریؒ کا ارشاد ہے کہ تصوف نام ہے قلب کو مخالفتِ حق کی کدورت سے پاک رکھنے کا۔

(۹) الصوفی لا یری فی الدارین

شبلیؒ سے یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ

مع اللہ غیر اللہ ۔ | صوفی دونوں جہانوں میں اللہ کے سوا اور
(شبلیؒ) ۔ | کسی کو نہیں دیکھتا۔

(۱۰) التصوف اسقاط الرویۃ للحق ظاھراً و باطناً۔ | شیخ علی بنؒ بندار نیشاپوری کا ارشاد ہے کہ تصوف یہ ہے کہ بجز حق ہی حق کے ظاہر اور
(علیؒ بن بندار نیشاپوری) | باطن میں اور کچھ نہ نظر آئے۔

اسی باب میں اہل تصوف کے مزید خصوصیات، ان کے معاملات اور انبیاء علیہم السلام کی پیروی میں ان کی کوششوں کو بیان کیا ہے۔

(۴) باب فی لبس المرقعات (ص ۳۱-۳۹)

اس چوتھے باب میں مرقع پوشی۔ یعنی پیوند لگے ہوئے لبادہ اور گدڑی پہننے کی فضیلت کا ذکر ہے۔ اور اس دستور کو سنت رسولؐ اور آثار صحابہؓ سے ثابت کیا ہے۔

(۵) باب فی ذکر اختلافھم فی الفقر والصفوۃ (ص ۳۹-۴۲)

اس باب میں اس مسئلہ پر بحث ہے کہ فقر اور صفا دونوں میں افضل کون ہے؟ بعض صوفیہ نے فقر کو ترجیح دی ہے۔ اور بعض نے صفا کو۔ شیخ نے محاکمہ کرنا چاہا ہے۔ پھر بھی بحث تشنہ رہ گئی ہے۔

(۶) باب الملامت (ص ۴۲-۴۷)

اس باب میں آیۂ قرآنی ولا یخافون لومۃ لائم ذالك فضل اللہ یوتیہ من یشاء (مائدہ۔ آیت ۵۴) کی تفسیر میں طریق ملامت کی ستائش کی ہے۔ اور یہ دکھایا ہے کہ اہل حق راہ حق میں کسی ملامت کی پروا نہیں کرتے۔ بلکہ خلق کی نظر میں رسوا اور ملعون ہو کر اپنی للہیت اور حق پرستی کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں۔ اس طریق کے نشر و اشاعت کا سہرا شیخ ابو حمدون قصارؒ کے سر ہے۔

حصول ملامت کی ممکن صورتیں تین ہیں۔

(۱) پہلی صورت "راست رفتن" یعنی معمول طور پر راہ راست پر چلتے رہنے کی ہے۔ خلقت اس پر بھی اگر ملامت کرنے لگے۔ تو یہ نخواہ مخواہ کی ملامت ہوگی۔

Marfat.com

(۲) دوسری صورت "قصد کردن" کی ہے۔ یعنی بالقصد ایسے فعل کا ارتکاب کرنا جس سے نفس کے حب جاہ کو صدمہ پہونچے۔ اور لوگ زبان طعن دراز کریں۔

(۳) تیسری صورت "ترک کردن" کی ہے۔ یعنی قصداً کوئی عمل خلاف شریعت کرنا۔ یہ طریقہ سرتاسر نامحمود ہے اور نتیجہ "کفر و ضلالت طبعی" ہوتا ہے۔

آج جو سبز پوش یا سرخ پوش یا زرد پوش یا کسی اور رنگین لباس میں ملبوس اپنے کو سلسلۂ ملامتیہ میں منسلک بتلاتے اور طرح طرح کی خلاف شرع حرکتیں علانیہ کرتے رہتے ہیں۔ وہ عموماً اسی تیسرے طریقہ "ترک کردن" پر عامل ہیں۔ اور اپنی ان فاسقانہ بلکہ نیم کافرانہ روش کا نام فقر و تصوف رکھا ہے۔ شیخؒ نے گویا اسی طبقہ کو پیش نظر رکھ کر الفاظ ذیل لکھے ہیں۔

آنکہ طریقش ترک باشد و خلاف	تو جو کوئی اس طریق ترک کو اختیار کرتا ہے۔
شریعت چیزے بر دست گیرد	اور کسی خلاف شریعت عمل کو کرکے کہتا ہے
گوید کہ من طریق ملامت می ورزم۔	کہ میں اصل ملامتیہ کی پیروی کر رہا ہوں۔ تو اسکا
آں ضلالت واضح باشد و آفت	یہ فعل کھلی ہوئی گمراہی اور روشن معصیت
ظاہر و ہوس صادق۔ چنانچہ اندریں	اور تمامتر نفسانیت ہے۔ چنانچہ آج کل
زمانہ بسیارے ہستند کہ مقصود شان	بہت سے لوگ ایسے پیدا ہوگئے ہیں جنکا مقصد
از رد خلق قبول ایشاں بود۔ (ص۴۳)	طریق ملامتیہ کے پردہ میں نمود و نمائش ہے
	نہ کہ اس کا ترک۔

اس کے آگے اپنا ایک ذاتی تجربہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ ان کا ایک اسی طرح کے مصنوعی ملامتی کا ساتھ ہوگیا۔ اس نے کوئی بدکرداری کی اور اس سے یہی غرض ظاہر کی کہ ملامت حاصل ہو۔ ایک رفیق نے اس کے اس فعل پر اعتراض کیا۔ اس پر اس نے آہ سرد کھینچی۔ شیخ نے کہا اگر ملامتی ہونے کے مدعی ہو اور اپنے اعتقاد میں سچے ہو تو اس رفیق کا ٹوکنا تمہیں گراں کیوں گزرا۔ تمہیں تو اور خوش ہونا چاہیئے کہ جو مقصود تھا (یعنی ملامتی) وہی حاصل ہو رہا ہے۔
شیخ کا یہ فقرہ بھی آجکل کے شریعت شکن مدعیان مشیخت و کرامت کے لیے بہت قابل غور ہے:

ہر کہ خلق را دعوت کند بامرے از	جو شخص خلق کے سامنے دعوت حق لے کر آئے

Marfat.com

حق مرآں را برہانے باید۔ برہان	کا مدعی ہوتا ہے۔ اسے اپنے دعوے
آں حفظ سنت باشد، چوں از تو	کے ثبوت میں کوئی دلیل بھی لانا چاہئے
ترک فریضہ بینم و تو خلق را بداں	اور یہ دلیل سنت رسولؐ کی پابندی ہے
دعوت می کنی ایں کار از دائرہ اسلام	تم دعوت حق کے مدعی ہو۔ مگر جب تم
بیروں می باشد (ص۴۵)	نے ترک فریضہ کر دیا تو یہ فعل دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(۷) باب ذکر ائمتهم من الصحابة (ص۴۷-۵۱)

اس باب میں خلفاء اربعہ کا ذکر ہے۔ جو تمام صوفیوں کے سرگروہ پیشوا ہوئے ہیں اور اس میں قدرتاً سب سے زیادہ اہمیت حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علی مرتضٰیؓ کو دی گئی ہے۔ حضرت صدیقؓ کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔

"شیخ الاسلام و بعد از انبیاء خیر الانام، خلیفہ و امام۔ سید اہل تجرید و شاہنشاہ ارباب تفرید واز آفات انسانی بعید۔ امیر المومنین ابوبکر عبداللہ الصدیق کہ وے را کرامات مشہور است و آیات و دلائل ظاہر۔۔۔۔۔۔ و مشائخ وے را مقدم ارباب مشاہدت نہند۔"

اور علی مرتضٰیؓ کا ذکر ان الفاظ میں ہے:۔

"برادر مصطفٰےؐ و غریق بحر جلا و حریق نار ولا۔ مقتدائے جملہ اولیاء و اصفیاء ابوالحسن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ او را اندریں طریقت شانے و درجہ رفیع بود۔۔۔۔۔۔۔ تا حدے کہ جنید گوید رحمۃ اللہ علیہ شیخنا فی الاصول والبلاء علی مرتضٰی شیخ ما اندر اصول و اندر بلا کشیدن علی مرتضٰیؓ ست۔ یعنی امام ما اندر علم طریقت و معاملات آں علی مرتضٰی ست۔۔۔۔۔۔ اہل ایں طریقت اقتدا کنند بہ او اندر حقائق عبارات و دقائق اشارات و تجرید از علوم دنیا و آخرت و نظارۂ اندر تقدیر حق۔ و لطائف کلام وے بیشتر از آں ست کہ بعدد اندر آید (ص۵۱)

تقریباً ایسے ہی شاندار الفاظ میں حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے بھی مبارک تذکرے ہیں۔

Marfat.com

(۸) باب فی ذکر ائمتهم من اهل البیت۔ (ص۵۱-۵۵)

یہ باب خاندان نبویؐ کے اخلاف صالحین کے کمالات ومناقب پر مشتمل ہے خصوصاً سیدنا حضرت حسنؓ وسیدنا حضرت امام حسینؓ، حضرت زین العابدین علی بن حسینؓ، حضرت ابو جعفر محمد باقرؒ، حضرت جعفر صادقؒ کے کمالات وکرامات پر۔

(۹) باب فی ذکر اهل الصفه (ص۵۵-۶۰)

اصحاب صفہ کے حالات میں شیخ نے اپنی ایک مستقل تصنیف منہاج الدین کا حوالہ دیا ہے، اور اس باب میں صرف ان کے اسمائے گرامی کو شمار کر دیا ہے۔

(۱۰) باب فی ذکر ائمتهم من التابعین۔ (ص۶۰-۶۳)

یہ باب اویس قرنی، ہرم بن حیان، حسن بصری اور سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہم کے تذکروں پر مشتمل ہے۔ گویا تابعین میں صوفیہ کے سرخیل، پیشوا یہ حضرات ہوئے ہیں۔ حسن بصریؒ طبقۂ مفسرین میں اور سعید بن المسیب طبقۂ فقہا میں جانے پہچانے ہوئے ہیں۔

(۱۱) باب فی ذکر ائمتهم من تبع التابعین (ص۶۳-۱۱۶)

اس باب کے تحتانی عنوانات ۴۶ ہیں، اور ہر عنوان ایک ایک بزرگ کے تذکرہ کے لئے وقف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، مالک بن دینارؒ، احمد حنبلؒ، حبیب عجمیؒ ذوالنون مصریؒ، داؤد طائیؒ، معروف کرخیؒ، ابراہیم ادھمؒ، سری سقطیؒ، فضیل بن عیاضؒ جنید بغدادیؒ، ابوبکر شبلیؒ، منصور حلاجؒ ان چند پر سارے عنوانات کو قیاس کر لیا جائے۔ گویا طبقۂ تبع تابعین کے اکابر صوفیہ کی فہرست ابو حنیفہ، شافعی و احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے اسمائے گرامی سے شروع ہوتی ہے۔

(۱۲) باب فی ذکر ائمتهم من المتاخرین (ص۱۱۶-۱۲۳)

متاخرین صوفیہ میں جن دس بزرگوں کے حالات درج کئے ہیں۔ ان میں شیخ ابوالحسن خرقانیؒ اور امام ابوالقاسم قشیریؒ کے نام خاص طور پر قابل لحاظ ہیں۔

(۱۳) باب فی ذکر الرجال الصوفیة من المتاخرین علی الاختصار من اهل البلدان (ص۱۲۳-۱۲۶)

یہ گویا باب ماقبل کا تکملہ ہے۔ اس میں معاصر صوفیہ کا تذکرہ ہے۔ اور ان کے طبقات کو ان کی وطنیت کی بنا پر تقسیم کیا ہے۔ مثلاً صوفیہ شام و عراق، صوفیۂ پارس، صوفیہ قہستان آذربائیجان و طبرستان، صوفیہ کرمان، صوفیۂ خراسان، صوفیۂ ماوراء النہر، صوفیۂ غزنین۔

(۱۴) باب فی فرق فرقھم فی مذاھبھم، (ص ۱۲۶-۲۰۰)

کتاب کا سب سے طویل و ضخیم باب یہی ہے۔ اس میں صوفیہ کے مختلف سلسلے اور ان کے اصول اور باہمی اختلافات کا ذکر ہے۔

اس وقت تک حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے استقصار میں کل بارہ سلسلے تھے۔ ان میں سے دس مقبول اور اہلِ حق تھے۔ اور باقی دو مردود اور اہلِ باطل تھے۔

دس مقبول سلسلوں کے نام مع ان کے بانیوں کے حسب ذیل ہیں:۔

(۱) محاسبیہ (عبداللہ بن حارث محاسبیؒ)

(۲) قصاریہ (ابوحمدون قصارؒ)

(۳) طیفوریہ (بایزید بسطامیؒ)

(۴) جنیدیہ (جنید بغدادیؒ)

(۵) نوریہ (ابوالحسن نوریؒ)

(۶) سہیلیہ (سہل تستریؒ)

(۷) حکیمیہ (حکیم ترمذیؒ)

(۸) خرازیہ (ابوسعید خرازؒ)

(۹) خفیفیہ (ابوعبداللہ خفیف)

(۱۰) سیاریہ (ابوالعباس سیاریؒ)

گیارہویں سلسلہ کا نام جو مردود دین اور اہلِ ضلالت کا ہے۔ سلسلۂ حلولیہ ہے۔ اس کا بانی ابوحلمان دمشقی ہوا ہے۔ بارہویں سلسلہ کا نام کہ وہ بھی مردود ہے درج کتاب نہیں۔ اس کا انتساب فارس کی جانب کیا جاتا ہے[۱] (ص ۱۹۵)

---

[۱] ملا جامی نے پورا نام فارس بن عیسیٰ بغدادی لکھا ہے۔ منصور حلاج کا مرید بتایا ہے اور بزرگوں میں شمار کیا ہے۔ (ص ۱۷۳-۱۷۴) نفحات الانس، مطبوعہ کلکتہ)

اس باب میں تصوف کے اکثر مہمات مسائل پر بحث آگئی ہے۔ گو ضمناً نوعیت مضامین کا اندازہ چند تحتانی ابواب کے عنوانات سے ہوگا حقیقت رضا، فرق بین الحال والقال۔ الکلام فی السکر والصحو، احکام فی حقیقۃ النفس ومعنی الہویٰ احکام فی مجاہدۃ النفس۔ الکلام فی حقیقۃ الہویٰ۔ الکلام فی اثبات الولایت۔ الکلام فی اثبات الکرامت۔ الکلام فی البقاء والفناء الکلام فی الغیبۃ والحضور۔ الکلام فی الجمع والتفرقہ۔ تفضیل الانبیاء والاولیاء علی الملائکہ و قس علیٰ ہذا۔

یہاں تک کتاب کا گویا تاریخی اور تنقیدی حصہ تھا۔ اس کے بعد سے مستقلاً مسائل سلوک کی تشریح شروع ہوتی ہے۔ اور کشف المحجوب میں حجابات کا کشف ہونے لگتا ہے۔ شیخ نے حجابات کی تعداد گیارہ قرار دی ہے۔ اور بعد کے ہر باب میں ایک ایک حجاب کو اٹھایا ہے۔ ہر باب کئی کئی حصوں میں تقسیم ہے۔ عنوانات ابواب پر سرسری نظر کافی ہوگی۔

(۱۵) کشف الحجاب الاول فی معرفۃ اللہ ص۲۰۰ تا ص۲۰۰،

(۱۶) " " الثانی فی التوحید ص۲۰۰ تا ص۲۱۵،

(۱۷) " " الثالث فی الایمان ص۲۱۵ تا ص۲۱۹،

(۱۸) " " الرابع فی الطہارۃ ص۲۱۹ تا ص۲۲۶، (ایک تحتانی باب توبہ ومتعلقات توبہ پر ہے)

(۱۹) " " الخامس فی الصلوٰۃ ص۲۲۶ تا ص۲۳۹، (ایک تحتانی باب محبت ومتعلقات محبت پر ہے)

(۲۰) " " السادس فی الزکوٰۃ، ص۲۳۹ تا ص۲۴۴، (ایک تحتانی باب جود وسخا پر ہے)

(۲۱) " " السابع فی الصوم ص۲۴۴ تا ص۲۵۰ (ایک تحتانی باب بھوک پر ہے)

(۲۲) " " الثامن فی الحج ص۲۵۰ تا ص۲۵۰، (ایک تحتانی باب مشاہدہ پر ہے)

(۲۳) " " التاسع فی الصحبۃ ص۲۵۰ تا ص۲۶۶،

صحبت کو جو مرتبہ اہمیت سلوک وطریقت میں حاصل ہے۔ اس کے لحاظ سے یہ

Marfat.com

بالکل قدرتی ہے کہ یہ باب مبسوط و مفصل ہے۔ آداب و احکام صحبت کی تفصیل میں یہ باب بجائے خود دس تحتانی ابواب پر تقسیم ہے۔ بعض کے عنوانات حسب ذیل ہیں :۔

باب آدابہم فی الصحبۃ، باب آدابہم فی السفر، باب آدابہم فی الاکل، باب آدابہم فی المشی، باب آدابہم فی الکلام والسکوت، باب آدابہم فی التزویج والتجرید،

(۲۴) کشف الحجاب العاشر فی بیان منطقہم وحدود الفاظہم وحقائق معانیہم (ص۲۸۶ تا ص۳۰۶)

اس باب میں پہلے ارباب سلوک وطریقت کے مصطلحات کا ذکر ہے۔ ان کے معنی اور ان کے باہمی فرق کی تشریح ہے۔

مثلاً حال و وقت، مقام و تمکین، محاضرات و مکاشفات، قبض و بسط، مہر و لطف، انس و ہیبت، نفی و اثبات، علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین، علم معرفت و شریعت و حقیقت، وغیرہ۔

مباحث کی نوعیت کا اندازہ اقتباس ذیل سے ہوگا۔ بیان شریعت وحقیقت کے تعلق باہمی کا ہو رہا ہے۔

شریعت فعل بندہ بود و حقیقت داشت خداوند و حفظ و عصمت وے۔ پس اقامت شریعت بے وجود حقیقت محال باشد و اقامت حقیقت بے حفظ شریعت ہم محال و مثال ایں چوں شخصے باشد زندہ بہ جان و چوں جان از وے جدا شود آں شخص مردارے باشد و جان چوں بادے کہ قیمت شاں

شریعت بندہ کا فعل ہے اور داشت خداوندی۔ حفظ و عصمت الٰہی کا نام حقیقت ہے۔ پس شریعت کا تحقق بلا وجود حقیقت کے محال ہے۔ انکے باہمی تعلق کی مثال روح و جسم کے اتصال کی ہے۔ جب تک انسان زندہ ہے دونوں متصل ہیں جب روح نکل گئی تو جسم مردہ ہوگیا اور روح خود بس اب ہوا ہوگئی۔ دونوں کی اہمیت و قدر اسی وقت تک ہے جب تک ایک دوسرے کے

Marfat.com

از مفارقت یک دیگر ست ہم چنیں
شریعت بے حقیقت ریائے بود و
حقیقت بے شریعت نفاق۔ وخداوند
گفت " والذین جاھدوا فینا
لنھدینھم سبلنا مجاہدت شریعت
آمد وہدایت حقیقت۔ آں یکے حفظ بندہ
باشد مر احکام ظاہر را بر خود و
آں دیگر حفظ حق بود مر احوال باطن
را بر بندہ پس شریعت از
مکاسب بود و حقیقت از مواہب۔
(ص۳۰۰)

شریک رفیق ہیں۔ اسی طرح شریعت بغیر مغز
حقیقت کے ایک ریاکاری ہے اور حقیقت بھی
بغیر امتزاج شریعت کے منافقت ہے قرآن مجید
میں ہے کہ جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد
کرتے رہتے ہیں انہیں ہم اپنی راہیں دکھا دیں گے
اس مجاہدہ (جدوجہد) کا نام شریعت ہے اور جو
ہدایت (راہ یابی) اس پر مرتب ہوتی ہے اسکا نام
حقیقت ہے۔ شریعت کا ماحصل احکام ظاہر کی
تعمیل ہے اور حقیقت کا خلاصہ احوال باطن کا اپنے
اوپر طاری کرنا۔ شریعت بندہ کے اختیار کی
چیز ہے۔ اور حقیقت عطیۂ الٰہی ہے۔

اس کے بعد مختصر طور پر اور بہت سے مصطلحات صوفیہ مثلاً حق، حقیقت، ذات صفت و جوہر کے معنی درج کئے ہیں۔

(۲۵) کشف الحجاب الحادی عشر فی السماع ، ص۳۰۶ تا ص۳۲۸

کتاب کا یہ آخری جزو بجائے خود دس بابوں میں تقسیم ہے، باب سماع القرآن، باب سماع الشعر، باب سماع الاصوات والالحان، باب فی احکام السماع، باب اختلافھم فی السماع، باب مراتبھم فی السماع، باب فی الوجد والتواجد، باب فی الرقص، باب فی الخرق، باب فی آداب السماع،

شیخؒ کے نزدیک سماع کی بہترین صورت سماع آیات قرآنی ہے، فرماتے ہیں:۔

" اولیٰ ترین سماع مسموعات مر دل را بہ فوائد سر را بہ زوائد وگوش را بہ لذت کلام خداوند عزاسمہ ست و مامور ند ہمہ مومناں و مکلف اند ہمہ کافراں از آدمی و پری بشنیدن کلام ایزد تعالیٰ۔ (ص۳۰۷)

سماع قرآن کی افضلیت تو بہر حال کسی مسلمان کے لئے قابل بحث ہے ہی نہیں۔

Marfat.com

گفتگو جو کچھ ہے وہ سماع مصطلح یعنی غنا یا شعر کو لحن کے ساتھ سننے میں ہے۔ شیخ خود صاحب سماع تھے اور اپنے عمل کی تائید میں آثار صحابہؓ بلکہ عمل رسولؐ تک رکھتے تھے۔ (ص ۳۱۲ و ۳۱۶) چنانچہ ابو عبد الرحمٰن سلمی کی کتاب السماع کا حوالہ دیا ہے۔ جس میں انہوں نے جواز سماع کی تائید میں احادیث رسولؐ آثار صحابہ کو نقل کیا ہے۔ (ص ۳۱۶) تاہم فرماتے ہیں کہ

مراد مشائخ متصوفہ ازیں طلبیدن بجز اباحت ست از انچہ احمال فوائد باید اباحت طلبیدن کار عوام باشد۔ و بر محل مباح ستور انند بندگان مکلف را باید کہ از کردار فائدہ طلبند۔

مشائخ صوفیہ کو تلاش اباحت سماع کی نہیں رہتی۔ اس لئے کہ کسی عمل کو اس کی اباحت کی بنا پر نہیں، اس کے فوائد کی بناء پر اختیار کرنا چاہیے۔ تلاش اباحت میں صرف عوام رہتے ہیں۔ سند جواز چوپالیوں کیلئے کافی ہو سکتی ہے۔ انسان کیلئے تکلیف شرعی رکھی گئی ہے۔ اسے چاہیے کہ کسی عمل کو اس کے فوائد کی بناء پر اختیار کرے۔

اس کے آگے اپنا ایک ذاتی واقعہ بیان کرتے ہیں۔ جو اس مسئلہ پر بہت سلجھے ہوئے قول فیصل کا حکم رکھتا ہے۔ اور بہت سے پہلوؤں کا جامع ہے۔ کہتے ہیں:۔

وقتے من بہ مرو بودم۔ یکے از ائمہ اہلحدیث کہ معروف ترین ایشاں بود مرا گفت کہ من اندر اباحت سماع کتابے کردہ ام۔ گفتم بزرگ مصیبتے کہ اندر دین پدیدار آمد کہ خواجہ امام لہوے را کہ اصل ہمہ فسقہا ست حلال کرد۔ مرا گفت پس اگر حلال نمی دانی۔ تو چرا می کنی۔ گفتم حکم ایں بر وجوہ ست۔ بر یک چیز قطع نتواں کرد۔ اگر تاثیر اندر دل

ایک زمانہ میں میں مرو میں تھا۔ ایک روز وہاں کے مشہور ترین امام الحدیث نے مجھ سے کہا کہ میں نے جواز سماع پر ایک کتاب تصنیف کی ہے میں نے کہا کہ حضرت یہ تو آپ نے بڑا غضب کیا کہ ایسے لہو کو حلال کر دیا جو ہر فسق کی جڑ ہے۔ اس پر وہ بولے کہ اگر آپ حلال نہیں سمجھتے تو پھر خود کیوں سنتے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ اس کا حکم مختلف حالات پر منحصر ہے۔ کوئی ایک حکم قطعی طور پر

Marfat.com

حلال بود سماع حلال بود و اگر حرام بود حرام و اگر مباح بود مباح۔ چیزے راکہ حکم ظاہرش فسق است و اندر باطن حالش روشن بروجوہ است۔ اطلاق آں بر یک چیز محال باشد (ص۳۱۶)	نہیں لگایا جاسکتا۔ اگر سماع سے دل میں اثرات بھی حلال قسم کے پیدا ہوں تو سماع حلال ہے اور اگر حرام قسم کے پیدا ہوں تو حرام ہے۔ اگر مباح پیدا ہوتے ہوں تو مباح ہے۔ ایسی چیز کہ جس کے ظاہر پر حکم فسق کا ہے اور جسکا باطن مختلف احوال کا تابع ہے اس پر کوئی ایک قطعی حکم لگا دینا ممکن نہیں۔

کتاب کے آخری جزو کے آخری باب کا عنوان آداب السماع ہے۔ اور اس پر گویا شیخ رح نے آداب و اصول طریقت کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اس میں شیخ نے شرائط سماع حسب ذیل تحریر کئے ہیں:۔

(۱) خواہ مخواہ اور تکلف کر کے سماع نہ سنے۔ جب تقاضا از خود غالب ہو، اس وقت سنے۔

(۲) سماع بہت کثرت سے کبھی نہ سنے کہ طبیعت اس کی خوگر ہو جائے۔ کبھی کبھی سنے تاکہ ہیبت سماع دل پر قائم رہے۔

(۳) مرشد یا شیخ طریقت محفل سماع میں موجود رہے۔

(۴) محفل میں عوام شریک نہ ہوں۔

(۵) قوال پاکباز ہو، فاسق نہ ہو۔

(۶) قلب مکروہات دنیوی سے خالی ہو۔

(۷) طبیعت لہو و لعب کی جانب آمادہ نہ ہو۔

(۸) تکلف و اہتمام نہ کیا جائے۔

تاثیر سماع کے چند مؤثر واقعات و حکایات درج کرنے کے بعد، اور یہ تسلیم کر کے کہ سماع بعض صورتوں میں اور بعض موقعوں پر نفس انسانی کا بڑا مصلح ہوتا ہے۔ شیخ رح اپنے کو یہ تلخ تجربہ بھی قلمبند کرنے پر مجبور پاتے ہیں کہ

Marfat.com

اندریں زمانہ گروہے گمشدگان
بہ سماع فاسقاں حاضر شوند
وگویند کہ سماع از حق می کنیم و
فاسقاں از آنکہ ایشاں مر
ایشاں را اندراں موافقت کنند
بر سماع کردن و بہ فسق و فجور
حریص تر شوند تا خود ایشاں ہلاک
شوند۔ (ص ۳۲۱)

اس زمانہ میں گمراہوں کا ایک بڑا گروہ
پیدا ہو گیا ہے۔ یہ فاسقوں کی محفل
سماع میں شریک ہوتا ہے۔ اور کہتا
ہے کہ ہم سماع حق کے لیے سنتے ہیں
حالانکہ فاسق اس سے فسق و فجور
پر اور زیادہ حریص ہو جاتے ہیں۔
یہاں تک کہ یہ اور وہ دونوں برباد
ہو جاتے ہیں۔

حالانکہ سماع کی غایت تو یہ ہونی چاہیئے کہ

فائدہ ایں حکایت آن ست کہ مرید را
اندر غلبۂ سماع حال چندیں بباید کہ سماع
وے فاسقاں را از فسق نجات دہد۔

مرید کو سماع میں ایسی کیفیت پیدا ہو
جائے۔ جس سے دوسرے فاسق فسق
سے نجات پا جائیں۔

Marfat.com

باب ۲ [1]

رسالۃ القشیریہ

(امام ابوالقاسم قشیریؒ)

مصنف

تذکروں میں حالات بہت ہی مختصر ملے۔ اسم گرامی ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری تھا۔ لقب زین الاسلام، مولد خراسان، مدفن نیشاپور

تاریخ ولادت بہ قول شیخ الاسلام زکریا انصاری شارح رسالہ، ربیع الاول ۳۷۶ھ ہے۔ تاریخ وفات ۱۶ ربیع الثانی ۴۶۵ھ ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ عمر اس حساب سے ۸۹ سال کی ہوتی ہے۔

ابھی بچہ تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ ابتدائی تعلیم ابوالقاسم یمانی سے حاصل کی۔ یہ عربی زبان و ادب کے ایک نامور استاد تھے۔ خدارسی کے شوق میں شیخ وقت ابوعلی دقاق کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ارشاد ہوا کہ پہلے علوم دینی میں کمال حاصل کرو۔ حکم کی تعمیل میں تفسیر، حدیث، کلام، اصول، فقہ، نحو، شعر، وغیرہ جو علوم بھی متداول تھے۔ ان میں مہارت حاصل کی۔ جن جن استادوں سے استفادہ کیا۔ وہ اپنے وقت کے بہترین ماہرین فن تھے۔

---

[1] ماخذ۔ (۱) تذکرۃ الاولیاء عطار ۲ جلد (۲) مدینۃ الاسلام قلمی مملوکہ شفاء الملک حکیم عبدالحسیب دریابادی
(۳) سفینۃ الاولیاء، داراشکوہ (۴) بستان المحدثین شاہ عبدالعزیز دہلوی (مطبوعہ لاہور)
(۵) نفحات الانس جامی (مطبوعہ کلکتہ) (۶) رسالۃ القشیریہ مطبوعہ مصر، سردرق
(۷) تاریخ بغداد خطیب بغدادی، ۱۲ مجلدات مطبوعہ مصر۔

Marfat.com

مثلاً ابوالحسن بن بشران، ابونعیم اسفرائنی، ابوبکر طوسی، ابوبکر فورک، ابواسحٰق اسفرائنی وغیرہم۔

علوم ظاہری سے فراغت کے بعد ابو علی دقاق کی خانقاہ تصوّف و فقر میں قدم رکھا اور ان کی ہی صاحبزادی سے عقد بھی کیا۔

ان کی وفات کے بعد شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی (صاحب طبقات الصوفیہ) سے مستفید ہوتے رہے۔ بیعت شیخ دقاق رح ہی سے تھی۔ رسالہ میں ان کا ذکر خاص عقیدت کے ساتھ کیا ہے۔ اور ان کے ساتھ لقب استاد کا اضافہ کرتے گئے ہیں۔

تصانیف متعدد چھوڑیں، مختلف فنون پر اور فاضلانہ، شیخ ہجویری رح باوجود معاصرت فرماتے ہیں:۔

"اندر ہر فن او را لطائف بسیار است و تصانیف نفیس جملہ با تحقیق"۔
(کشف المحجوب ص ۱۳۱)

شاہ عبدالعزیز دہلوی رح نے تصانیف ذیل کی تصریح کی ہے۔

(۱) رسالۃ القشیریہ (۲) نحو القلوب
(۳) ایک عظیم الشان تفسیر القرآن [۱] (۴) لطائف الاشارات
(۵) کتاب الجواہر (۶) کتاب احکام السماع
(۷) کتاب آداب الصوفیہ (۸) کتاب عیون الاجوبۃ
(۹) کتاب المناجات (۱۰) کتاب المنتہی

مدینۃ العلوم میں جو فہرست تصانیف دی ہے۔ وہ اس سے کسی قدر مختلف ہے۔

عبادت میں شغف و اہتمام کا اندازہ اس سے ہوگا کہ مرض الموت میں نفلیں تک نہ چھوٹنے پائیں اور نمازیں برابر کھڑے ہو ادا کرتے رہے۔

---

[۱] "تفسیرے ست نہایت کلاں و آں بہترین تفاسیر است"۔ (بستان المحدثین)

"ھو من اجل التفاسیر و اوضحھا"۔ (مدینۃ العلوم)

علمائے عصر میں ترجمان القرآن مولانا حمید الدین فراہی رح (نظام القرآن) کی زبان سے بھی ایسی ہی تعریف سننے میں آئی ہے۔

Marfat.com

سلوک وطریقت میں جو پایہ رکھتے ہیں۔ اس کا حال معاصر بزرگ شیخ ہجویریؒ کی زبان سے سنئے :۔

استاد امام وزین الاسلام	استاد امام وزین الاسلام ابوالقاسم
ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن	عبدالکریم بن ہوازن القشیری اپنے
القشیری اندر زمانہٗ خود بدیع	زمانہ میں فرد تھے اور بڑے بلند پایہ
بود و قدرش رفیع و منزلتش	ان کی عظمت اور ان کا علم وفضل سب کو
بزرگ ومعلوم است اہل زمانہ	معلوم ومسلم ہے۔ ہر فن میں ان کی کتابیں
راروزگار وے وانواع فضلش	اور ان کے مسائل موجود ہیں اور ان کی
واندر ہر فن اورا لطائف بسیار	جملہ تصانیف اعلیٰ وباتحقیق ہیں۔
است وتصانیف نفیس جملہ باتحقیق	اللہ تعالےٰ نے ان کے حال اور
وخداوند تعالیٰ حال وزبان وے راز	زبان کو لغو سے پاک کردیا تھا۔
حشو محفوظ گردانیدہ بود (کشف المحجوب ۱۳۱)	

مدینۃ العلوم کی عبارت ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ فاضل، ہمہ داں اور مختلف علوم و فنون کے جامع تھے۔

کان جامعاً بین اشتات العلوم، کان فقیہاً اصولیاً محققاً محدثاً حافظاً متقناً نحویاً لغویاً کاتباً شاعراً،

منصور حلاج کے حال سے متعلق خود صوفیہ کے گروہ کے اندر تردد و تذبذب اور اختلاف رائے ہے۔ امام قشیریؒ ہی کا مقولہٗ ذیل ان کے باب میں قول فیصل سمجھا گیا ہے :۔

چنانکہ استاد ابوالقاسم قشیری گفت	اگر وہ مقبول تھے، تو خلق کے انکار
درحق او کہ اگر مقبول بود بہ رد خلق	سے مردود نہ ہوجائیں گے اور اگر
مردود نہ گردد و اگر مردود بود بہ قبول خلق	مردود تھے تو خلق کے قبول سے مقبول
مقبول نہ گردد۔ (تذکرۃ الاولیاء عطار، جلد ۲ ص ۱۳۵)	نہ ہوجائیں گے۔

شیخ ابوالحسن خرقانی کی عظمت سے قلب بہت زیادہ متاثر تھا۔ صاحب کشف المحجوب

براہ راست روایت کرتے ہیں کہ

از استاد ابوالقاسم قشیری شنیدم	استاد ابوالقاسم قشیری مجھ سے فرماتے
کہ چوں من بہ ولایت خرقان اندر	تھے کہ جب میں علاقہ خرقان میں پہنچا تو
آمدم۔ فصاحتم برسید و عبارتم نماند از	اس بزرگ کی ہیبت ایسی طاری ہوئی کہ
حشمت آں پیر و پنداشتم کہ از ولایت	گویائی جاتی رہی اور تاب گفتگو نہ رہی اور خیال
خود معزول شدم۔ (ص ۱۱۱)	یہ پیدا ہوا کہ ولایت سے معزول کر دیا گیا ہوں۔

یہ قول شیخ فریدالدین عطارؒ نے بھی نقل کیا ہے۔ تذکرۃ الاولیاء جلد ۲، ص ۳۰۷۔

بغداد اس وقت عروس البلاد تھا۔ ۴۴۸ھ میں اپنی عمر کے ۶۲ سال میں وہاں آئے۔ رسالہ اس سے گیارہ سال قبل ۴۳۷ھ میں تصنیف کر چکے تھے۔ بغداد آکر حدیثوں کی روایت کی۔ معاصر مورخ خطیب بغدادی کی روایت ہے۔

قدم علینا فی سنۃ ثمان واربعین واربع مائۃ وحدث ببغداد وکتبنا عنہ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۱ ص ۸۳)

عقائد میں اشعری اور فقہ میں شافعی تھے۔ ثقہ اور واعظ خوش بیان ہونے کی شہادت بھی اسی معاصر مورخ کی زبان سے موجود ہے۔

کان ثقۃ وکان یقص وکان حسن الموعظۃ وملیح الاشارۃ وکان یعرف الاصول علی مذہب الاشعری والفروع علی مذہب الشافعی (ایضاً)

صاحب کشف المحجوب نے قشیری کے متعدد اقوال اپنے ہاں نقل کئے ہیں۔ ان میں سے دو نمونہ کے طور پر حاضر ہیں:

(۱) مردان اندر فقر و غنا سخن گفتہ اند و	لوگوں کے اقوال فقر و تونگی کے باب میں مختلف
خود را اختیارے کردہ و من آں	ہیں۔ کسی نے ایک کو اپنے لئے اختیار کیا ہے
اختیار کنم کہ حق مرا اختیار کند۔	کسی نے دوسرے کو لیکن میں اسی شے کو
مرا اندر آں نگاہ دارد۔ اگر تونگر	اختیار کئے ہوئے ہوں جو اللہ میرے لئے
دارد م غافل نہ باشم و اگر	اختیار کرے اور جیسی مجھے رکھے۔ اور اگر

Marfat.com

درویشش خواہدم حریص و معرض بناشم ۔ (ص ۱۸)

تونگر بنا کر رکھے تو غافل نہ ہونگا اور اگر فقیر بنا کر رکھے تو حریص و نافرمان ہو کر نہ رہوں گا۔

(۲) مثل الصوفی کعلۃ البرسام اولہ ھذیان و آخرہ سکوت فاذا تمکنت خرست ۔

صوفی کی مثال مرض برسام کی سی ہے جس کی ابتدا میں ہذیان ہوتا ہے اور آخر میں سکوت یعنی جب تم کمال کو پہنچ جاتے ہو تو زبان گنگ ہو جاتی ہے۔

شیخ عطارؒ کی روایت ہے کہ قشیریؒ سماع کے قائل نہ تھے۔ "نقل است کہ استاد ابوالقاسم سماع را معتقد نہ بود" (جلد ۲ ص ۲۲۲) لیکن خود رسالہ میں انکار صریح نہیں پایا جاتا۔

عطار ہی نے یہ بھی لکھا ہے کہ استاد ابوالقاسم سماع کے منکر تھے۔ ایک روز شیخ ابوسعیدؒ کے سامنے سے گزرے۔ وہاں محفل سماع گرم تھی۔ استاد نے اپنے دل میں کہا کہ جو لوگ یوں برہنہ سر برہنہ پا، مارے مارے پھرتے ہیں، شریعت میں ان کا ثقہ ہونا مستند نہیں۔ اور ان کی گواہی کا اعتبار نہیں۔ شیخ نے اسی وقت ایک شخص کو دوڑایا کہ استاد سے ذرا پوچھو کہ ہم کب بہ حیثیت گواہ حاضر ہوئے تھے جو ہماری گواہی کے معتبر ہونے نہ ہونے کا سوال پیدا ہوا؟

بڑوں کی بعض باتیں بڑے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ عطارؒ نے ایک طویل حکایت اور درج کی ہے۔ (جلد ۲ ص ۲۳۱، ۲۳۲) اس کا صرف خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے، روایت کی ذمہ داری حضرت عطارؒ پر ہے۔

جس صبح کو شیخ ابوسعیدؒ ابوالخیر نیشاپور وارد ہونے والے ہیں۔ اسی شب میں خود استاد قشیریؒ اور ان کے تیس مریدوں نے خواب میں دیکھا کہ آفتاب زمین پر آیا ہے۔ صبح کو شیخ کے ورود کا غلغلہ ہوا۔ استاد نے اپنے حلقہ نشینوں کو شیخ کے پاس حاضر ہونے سے منع کر دیا۔ لیکن جن شاگردوں نے خواب دیکھا تھا، سب حاضر خدمت ہوئے۔ استاد کو اس سے ملال ہوا اور وہ خود شیخ سے ملنے آئے۔ ایک روز سرِ منبر استاد نے فرمایا کہ "مجھ میں اور ابوسعید میں یہ فرق ہے کہ ابوسعید خدا کو چاہتے ہیں اور خدا مجھ کو۔ پس ان کے اور میرے وہ نسبت ہے جو ذرہ کو کوہ سے ہوتی ہے۔" کسی نے یہ مقولہ شیخؒ سے نقل کر دیا۔ شیخ نے فرمایا کہ "میں تو کچھ بھی نہیں ہوں، ذرہ اور کوہ سب وہی ہیں۔" استاد نے یہ خبر سنی تو اور زیادہ اشتعال پیدا ہوا۔ اور سرِ منبر کہہ دیا کہ جو

Marfat.com

شخص ابوسعید کی مجلس میں جائے گا وہ بدنصیب یا مردود ہے۔ اسی شب میں خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی کہ جیسے حضور کہیں تشریف لئے جارہے ہیں۔ عرض کی کہ قصد مبارک کہاں کا ہے۔ ارشاد ہوا کہ "مجلس ابوسعید" کا، کہ جو شخص وہاں حاضر نہ ہوگا وہ بدنصیب یا مردود ہے"۔ استاد گھبرا کر بیدار ہوئے اور وضو کر کے شیخ کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ یہاں پہنچ کر شیخ کی ظاہری شان و شوکت دیکھی تو پھر ایک بار بدگمانی پیدا ہوئی اور دل میں خطرہ گزرا کہ شیخ علم و فضل میں مجھ سے اُ[ونچے] نہیں مرتبہ روحانی میں ہم پلہ نہیں پھر انہیں یہ اعزاز و اکرام کہاں سے حاصل ہوا؟ شیخ پر استاد کے اس خطرہ کا کشف ہوگیا۔ رات کے واقعات کا پتہ دینا شروع کیا۔ اب استاد کے شبہات دور ہوگئے اور طبیعت بالکل صاف ہوگئی۔ شیخ جب منبر سے اترے، تو دونوں صاحب بغلگیر ہوئے۔ استاد اپنے خیالات سے تائب ہوئے۔ ربط باہمی اتنا بڑھا کہ ایک روز اپنے پہلے قول کی تردید کی میں بر سر منبر یہ فرمایا کہ "جو شخص ابوسعید کی مجلس میں حاضر نہ ہو وہ مہجور یا مطرود ہے"۔ (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال)

۲۔ تصنیف

کتاب کا پورا نام رسالۃ القشیریہ فی علم التصوف ہے۔ متاخرین نے اکثر صرف الرسالہ کے نام سے ذکر کیا ہے۔ سال تصنیف کی تصریح خود دیباچہ میں موجود ہے۔ ۴۳۷ھ گویا شیخ ہجویری کی فارسی کشف المحجوب سے چند سال قبل۔ تصوف کے موجودہ قدیم ذخیرہ میں شہرت و استناد کا جو مرتبہ امتیاز اس رسالہ کو حاصل ہے، کم تر کسی کے نصیب میں آیا ہے۔ کتاب اللمع کا پتہ لگنے سے قبل اسی کو تصوف کی قدیم ترین کتاب سمجھا جاتا تھا۔

رسالہ کی مخاطب ممالک اسلامی کی معاصر جماعت صوفیہ ہے۔

کتبھا الفقیر الی اللہ تعالیٰ عبدالکریم	اس رسالہ کو فقیر عبدالکریم بن ہوازن قشیری
ابن ھوازن القشیری الی جماعۃ	نے اسلامی ممالک کی جماعت صوفیہ کے
الصوفیۃ ببلدان الاسلام (ص۳)	نام لکھا ہے۔

ارکان جماعت کے نام گویا یہ ایک کھلا خط ہے۔ جس میں مخاطبین سے جا بجا خطاب صیغہ جمع حاضر میں ہے۔ سبب تالیف یہ بیان کیا ہے کہ صوفیہ متقدمین دنیا سے رخصت

Marfat.com

ہو چکے، ان کے طور طریقے بھی ان کے ساتھ ناپید ہو گئے۔ اب بجائے ان کے جو لوگ ہیں اور ان کی نیابت کے مدعی ہیں وہ عبادات کے تارک ہیں اور غفلتوں اور شہوتوں میں مبتلا۔

اعلموا ان المحققین من ھذہ الطائفۃ انقرض اکثرھم ولم یبق فی زماننا ھذا من ھذہ الطائفۃ الا اثرھم حصلت الفترۃ فی ھذہ الطریقۃ لابل اندرست الطریقۃ بالحقیقۃ معنی الشیوخ الذین کانوا بھم اھتداء وقل الشباب الذین کان لھم بسیرھم وسنتھم اقتداء و زال الورع وطوی بساطہ واشتد الطمع وقوی رباطہ وارتحل عن القلوب حرمۃ الشریعۃ فعدوا قلۃ المبالاۃ بالدین اوثق ذریعۃ ورفضوا التمییز بین الحلال والحرام ودانوا بترک الاحترام وطرح الاحتشام واستخفوا باداء العبادات واستھانوا بالصوم والصلوٰۃ ورکضو فی میدان الغفلات ورکنوا الی اتباع الشھوات۔

(ص ۳۰۲)

اس طبقہ کے جو محققین تھے ان میں سے اکثر اٹھ گئے۔ اور ہمارے زمانہ میں ان لوگوں کی بس یاد ہی باقی رہ گئی۔ اصل طریقہ گویا مفقود ہی ہو گیا ہے اور حقیقت کے میدان میں سناٹا چھا گیا ہے۔ نہ وہ بڑے باقی رہے جن کی راہ پر چلا جائے۔ اور نہ وہ جوان جن کی سیرت اختیار کی جائے۔ زہد و تقویٰ کی بساط ہی الٹ گئی اور حرص و طمع کا دور دورہ آ گیا۔ شریعت کا احترام تک دلوں سے مٹ گیا۔ اور دین کی طرف سے بے پروائی اور آسان ہو گئی۔ احکام کی عظمت نہ رہی۔ اور عبادات، نماز، روزہ کی بے وقعتی دلوں میں سما گئی۔ اور غفلتوں اور شہوتوں کی طرف رجحان عام ہو گیا۔

جب ان نام نہاد صوفیہ کی اخلاقی پستی حد سے گذر گئی۔ عبادت و اطاعت میں انہماک کے بجائے ان سے استخفاف شروع ہو گیا۔ شریعت کی پیروی کی جگہ اس کی خلاف ورزی باعث فخر سمجھی جانے لگی۔ روح کے تزکیہ سے کوئی واسطہ نہ رہا۔ سر تا سر نفسانیت غالب آ گئی۔

Marfat.com

اور ستم یہ کہ ان مادی حرکتوں کے باوجود دعویٰ وہی مشیخت و روحانیت کا قائم رہا۔ اور مخالفین کو حقیقت تصوف سے انکار اور منکرین کو مسلک حقیقت پر اعتراض کے موقعے کثرت سے ملنے لگے تو ایسی حالت میں شیخ کو ضروری معلوم ہوا کہ جماعت کی خدمت میں ایسا رسالہ پیش کیا جائے۔ جس میں صوفیہ متقدمین کے صحیح حالات کا بیان اور ان کے اخلاق و عبادات، عقائد و معمولات وغیرہ کی تفصیل ہو۔

فعلقت هذه الرسالة اليكم اكرمكم الله و ذكرت فيها لبعض سير شيوخ هذه الطريقة في آدابهم و اخلاقهم ومعاملاتهم وعقائدهم بقلوبهم وما اشار و اليه من مواجيدهم وكيفية ترقيهم من بدايتهم الى نهايتهم لتكون المريدى هذه الطريقة قوة۔ (ص۳)	ان حالات میں میں نے یہ رسالہ آپ لوگوں کی خدمت میں لکھا ہے۔ اس میں مَیں نے شیوخ طریقت کی سیرتوں کا ذکر کیا ہے۔ جن سے ان کے آداب، اخلاق، معاملات و عقائد پر روشنی پڑے گی۔ اور ان کے وجد و حال اور ان کی کیفیات ترقی کی جانب اشارے ہیں۔ تاکہ ان کے مطالعہ سے طریقت کے طالبین و سالکین کو قوت حاصل ہو۔

رسالہ مصر میں چھپا ہوا چوڑی تقطیع اور باریک ٹائپ کے ۱۸۶ صفحوں پر آیا ہے۔ ابتداء کے چند صفحات (ص۳تا۷) اعتقاد هذه الطائفة فی مسائل الاصول پر ہیں۔ اور ان میں اصول توحید و مسائل توحید میں قدمائے صوفیہ کے اقوال درج ہیں۔

باب (۱) کا عنوان فی ذکر مشائخ هذه الطريقة وما يدل من سيرهم و اقوالهم على تعظيم الشريعة ہے (ص۸تا۳۴)

اس میں اسی ۸۰ سے کچھ اوپر بزرگوں کا تذکرہ ہے۔ جن میں سے ہر ایک اپنے ملک اور زمانہ میں کامل اور مسلّم صوفی ہوا ہے۔ مثلاً ابراہیم ادھم، فضیل عیاض، ذوالنون مصری، معروف کرخی، سہل تستری، سری سقطی، بایزید بسطامی، یحییٰ معاذ رازی، شقیق بلخی،

جنید بغدادی، وغیرہم اور ان کے اقوال اور اعمال دونوں سے یہ دکھایا ہے کہ شریعت کا کتنا اہم درجہ ان حضرات کی نظر میں تھا۔

سب سے پہلے لفظ تصوّف و تاریخ کا بیان چند لفظوں میں ہے۔

ان المسلمین بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یتسم افاضلهم فی عصرهم بتسمیة علم سوی صحبة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اذ لا فضیلة فوقها فقیل لهم الصحابة ولما ادرک اهل العصر الثانی سمی من صحب الصحابة التابعین ورأوا ذالك اشرف سمة ثم قیل لمن بعدهم اتباع التابعین ثم اختلف الناس وتباینت المراتب فقیل لخواص الناس ممن لهم شدة عنایة بامر الدین الزهاد والعباد ثم ظهرت البدع وحصل التداعی بین الفرق فکل طریق ادعوا ان فیهم زهاداً فانفرد خواص اهل السنة المراعون انفاسهم مع اللہ تعالی الحافظون قلوبهم عن طوارق الغفلة باسم التصوف و اشتهر هذا الاسم لهولاء الاکابر قبل المأتین من

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لئے مومن کے لئے کوئی لفظ صحابی سے بڑھ کر پُر فخر اور افضل نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اس وقت کے افاضل اسی لقب سے موسوم ہوئے۔ اس کے بعد جب دوسری نسل چلی تو ان صحابیوں کے صحابیوں کے لئے تابعین کی اصطلاح ہوئی۔ پھر ان کی بھی آنکھیں دیکھنے والے تبع تابعین کہلائے۔ اس کے بعد جب اُمت زیادہ پھیلی اور لوگ طرح طرح کے پیدا ہونے لگے تو جن لوگوں کو امورِ دین میں زیادہ انہماک ہوا انہیں زہاد و عباد کہا جانے لگا۔ لیکن جب بدعتوں کا ظہور ہوا اور فرقہ فرقہ الگ ہو گئے تو ہر فرقہ اس کا مدعی بن بیٹھا کہ زہاد و عباد اسی میں ہیں۔ اس وقت اہل سنت کے طبقۂ خاص نے جو ذکر الٰہی میں مشغول اور غفلتوں سے دور رہتا تھا۔ اپنے لئے "اہل تصوف"

Marfat.com

الهجرة۔ (ص۹)

کی اصطلاح قائم کی اور ہجرت کو ابھی دو صدیاں پوری نہیں ہوئی تھیں کہ یہ لقب اس طبقہ خواص کے اکابر کے لئے مخصوص ہوگیا۔

اس کے بعد اکابر طریقت کی حکائتیں اور اقوال نقل کئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوگا کہ ان حضرات کے نزدیک تصوف کیا چیز تھی۔ اور اب اس سے موجودہ گدی نشینوں کی رسوم پرستی کو کچھ بھی علاقہ رہ گیا ہے۔

بشر حافی جس پایہ کے امام طریقت گزرے ہیں۔ سب کو معلوم ہے، ان کی بابت یہ واقعہ انہی کی زبانی درج ہے۔

رایت النبی صلی الله علیه وسلم فی المنام فقال لی یا بشر تدری لم رفعك الله من بین اقرانك قلت لا یا رسول الله قال باتباعك لسنتی وخدمتك للصالحین ونصیحتك لاخوانك ومحبتك لاصحابی واهل بیتی هو الذی بلغك منازل الابرار۔

(ص۱۱)

میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ ارشاد ہوا، اے بشر تم کو معلوم ہے کہ اللہ نے تمہارے معاصرین میں تمہاری اتنی عزت افزائی کیوں کی؟ عرض کیا کہ نہیں معلوم۔ ارشاد ہوا کہ میری سنت کی پیروی، صالحین کی خدمت گزاری، اپنے بھائیوں کی خیر اندیشی اور میرے اصحاب و اہلبیت کیساتھ محبت کی بنا پر یہی چیزیں ہیں جنہوں نے تجھے ابرار کے مرتبہ پر فائز کردیا۔

بایزید بسطامیؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ اس مرتبہ تک کیونکر پہنچے؟ بولے "بھوکے پیٹ اور ننگے بدن کے ذریعہ سے"۔ انہی بایزید کو شورش و سرمستی کے باوجود اتباع سنت میں اس قدر انہماک تھا کہ خود فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے اللہ سے دعا کرنی چاہی کہ میرے لئے کھانے کی خواہش اور عورت کی خواہش کو مردہ کردے۔ معاً یہ خیال آگیا کہ جس شے کو

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے نہیں کیا، میں اسے کیوں کر طلب کروں۔ اور اس دعا سے باز رہا۔ اس احترام سنت نبویؐ کا صلہ یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے از خود خواہش نسا رکو میرے لئے اس قدر مردہ کر دیا کہ میرے نزدیک دیوار اور عورت برابر ہیں۔ (ص۱۴)

حاتم اصم فرماتے ہیں کہ صبح شیطان مجھ سے سوال کرتا ہے کہ تیرا کھانا کیا ہے، لباس کیا ہے، اور سکونت کہاں ہے؟ میں جواب دیتا ہوں کہ میری غذا موت ہے، میرا لباس کفن ہے اور میرا مسکن قبر ہے۔ انہی بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو خواہشات پیدا نہیں ہوتیں؟ جواب دیا کہ میری سب سے بڑی خواہش یہ رہتی ہے کہ رات ہونے تک دن خیریت سے گزر جائے۔ لوگوں نے کہا کہ دن تو خیریت سے گزرتے ہی رہتے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ میں خیریت اسے کہتا ہوں کہ اس روز معاصی الٰہی کا ارتکاب نہ ہو۔ (ص۱۶)

شیخ ابوالحسن احمد دارامیؒ سے منقول ہے کہ اتباع سنت نبویؐ سے باہر ہو کر کوئی سا بھی عمل کیا جائے باطل ہوگا۔ (ص۱۸)

جنید بغدادیؒ سیدالطائفہ کہلاتے ہیں۔ ان کے اقوال ذیل آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں:۔

"ہم نے تصوف کو قیل و قال کے ذریعہ سے حاصل نہیں کیا ہے۔ بلکہ گرسنگی، ترک دنیا، اور ترک مرغوبات و مالوفات سے حاصل کیا ہے۔

"خلق پر تمام راستے بند کر دیئے گئے ہیں۔ بجز اس کے کہ سنت نبوی کے نقش قدم پر چلا جائے۔"

"ہمارا سارا طریقہ کتاب اللہ و سنت رسول کا پابند ہے۔"

جو شخص کلام الٰہی کا حافظ اور احادیث رسول کا عالم نہیں اس کی تقلید طریقت کے باب میں درست نہیں۔ اس لئے کہ ہمارے اس سارے علم (سلوک) کا ماخذ قرآن و حدیث ہیں۔" (۱۹)

شیخ داود رقیؒ کا قول تھا کہ دنیا میں سب سے کمزور شخص وہ ہے جو اپنی خواہشوں کے ضبط پر قدرت نہ رکھتا ہو۔ اور سب سے زیادہ طاقتور وہ ہے۔ جو اس پر قدرت رکھتا ہو۔

Marfat.com

اور اللہ سے محبت رکھنے کی علامت یہ ہے کہ اس کی طاعتوں کو اختیار کیا جائے۔ اور اس کے رسولؐ کی راہ پر چلا جائے۔ (ص ۲۵)

غرض اسی طرح باب میں جتنی حکایات اور اقوال نقل کئے ہیں۔ ان کا حاصل صرف یہ چند چیزیں ہیں:۔ تعظیم شریعت، علم قرآن وحدیث، اتباع سنت نبوی، ترک لذات، قطع علائق، لزوم عبادات ومجاہدات۔

باب (۲) کا عنوان ہے، فی تفسیر الفاظ تدور بین ھٰذہ الطائفۃ و بیان مایشکل منھا، (ص ۳۱-۴۵)

اس میں مصطلحات تصوف کی توضیح وتشریح ہے، مثلاً وقت، مقام، حال، قبض، بسط ہیبت، انس، تواجد، وجد، وجود، جمع، فرق، فنا، بقا، غیبت، حضور، صحو وسکر وغیرہا۔

محو واثبات | دو ایک تعریفوں کے نمونے ملاحظہ ہوں۔

المحو رفع اوصاف العادۃ و العبادۃ والاثبات اقامۃ احکام العبادۃ فمن نفی عن احوالہ الخصال الذمیمۃ واُتی بدلھا بالافعال والاحوال الحمیدۃ فھو صاحب محو واثبات۔ (ص ۳۹)	محو نام ہے صفات عادی کے ادا ہو جانے کا اور اثبات نام ہے احکام عبادت کے قائم ہو جانے کا۔ بس جس نے اپنے احوال سے صفاتِ بد کو دُور کر دیا اور ان کے بجائے افعال و احوال حمیدہ پر قائم ہو گیا وہ صاحب محو واثبات ہے۔

تلوین وتمکین | التلوین صفۃ ارباب الاحوال والتمکین صفۃ اھل الحقائق فما دام العبد فی الطریق فھو صاحب تلوین لانہ یرتقی من حال الیٰ حالٍ ینتقل من وصف الیٰ وصفٍ و یخرج من محل و

تلوین اہل حال کی صفت ہے اور تمکین اہلِ حقیقت کی۔ بندہ جب تک اثنائے راہ میں ہے، برابر ایک حال سے دوسرے حال میں ترقی اور ایک وصف سے دوسرے وصف کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے اور اس لئے صاحب تلوین کہلاتا ہے۔ پھر جب راہ سے

Marfat.com

يحصل فى مربع فاذا وصل	نکل کر منزل وصف تک پہونچ جاتا ہے۔
تمكن . (ص ۲۱)	تو اسے تمکین حاصل ہو جاتی ہے۔
شریعت وحقیقت | الشريعة امر بالتزام	شریعت نام ہے، التزام حکم عبودیت کا
العبودية والحقيقة مشاهدة	اور حقیقت نام ہے مشاہدہ ربوبیت کا۔
الربوبية فكل شريعة غير	پس جس شریعت کو حقیقت کی تائید
مؤيدة بالحقيقة فغير مقبول	حاصل نہ ہو وہ غیر مقبول ہے۔ اور جو
وكل حقيقة غير مقيدة بالشريعة	حقیقت شریعت کی پابند نہیں وہ لاحاصل ہے۔
فغير محصول ، (ص ۲۳)	

اس کے بعد احوال، مقامات و مسائل تصوف سے متعلق جتنے اہم عنوانات ہو سکتے ہیں۔ سب پر الگ الگ ایک باب باندھا ہے اور اس پر قرآن مجید، احادیث رسول اور اقوال اکابر سلف کی روشنی میں گفتگو کی ہے ان بابوں کی تعداد پچاس ہے (ص ۴۵-۱۵۱)

چند عنوانات ملاحظہ ہوں :۔

باب التوبة ، باب المجاهدة ، باب الحزن ، باب الجوع وترك الشهوة باب مخالفة النفس ، باب الحسد ، باب القناعة ، باب الذكر ، باب الجود والسخا ، باب الغيرة ، باب الصحبة ، باب السماع ،

یہ تمام باب، اختصار کے باوجود جامعیت کا وصف رکھتے ہیں۔ ان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اکثر کا آغاز قرآن مجید ہی کی کسی آیت سے ہوتا ہے اور یہ گویا ایک عملی دلیل ہے مصنف کے اس دعویٰ کی، کہ سلوک کا اصل ماخذ قرآن مجید ہے۔ چند ابواب کی افتتاحی آیتیں ملاحظہ ہوں۔

باب الحزن ۔ قال اللہ عزوجل وقال الحمد لله الذى اذهب عنى الحزن ،

باب التقویٰ ۔ قال اللہ تعالیٰ ، ان اكرمكم عند الله اتقاكم ،

باب الیقین ۔ قال اللہ تعالیٰ ، والذين يؤمنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك وبالأخرة هم يوقنون ،

باب الصبر۔ قال اللہ تعالیٰ، واصبر وما صبرك الا باللّٰه ،

باب الفتوۃ۔ قال اللہ تعالیٰ، انهم فتية آمنوا بربهم وزدناهم هدى ،

باب الحیاء۔ قال اللہ تعالیٰ، الم يعلم بان اللّٰه يرى ،

ان عنوانی آیتوں سے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ شیخؒ کو قرآن مجید سے استنباط نکات میں ملکہ حاصل تھا۔ آیات قرآنی کے بعد احادیث نبوی کو رکھا ہے اور جس باب سے متعلق کوئی صریح و واضح آیت قرآنی نہ مل سکی۔ اُسے حدیث سے شروع کیا ہے اور یوں عملاً بھی ظاہر کر دیا کہ تصوف اسلامی کے ماخذوں میں قرآن مجید کے بعد دوسرا درجہ حدیث رسولؐ کا ہے۔

کتاب کا باب (۵۱) باب السماع پر ختم ہو جاتا ہے۔

باب (۵۲) اثبات کرامات الاولیاء پر ہے۔ (ص ۱۵۸-۱۷۵)

یہ باب متعدد فصلوں میں تقسیم ہے اور ان میں کرامت کے امکان وقوع، شرائط وقوع وغیرہ پر گفتگو ہے۔

باب (۵۳) کا عنوان باب رویا النوم ہے۔ (ص ۱۷۵-۱۸۰)

اس میں آیت نوم، رویائے صالحہ، پریشان خوابی اور مسائل متعلقہ پر تفصیل بحث ہے۔

باب (۵۴) باب وصیۃ للمریدین ہے۔ (ص ۱۸۰-۱۸۶)

کتاب کا سب سے بڑھ کر قابل غور باب یہی ہے اور اس لحاظ سے سب سے زیادہ اہم بھی، کہ سابق کے ابواب میں تو عموماً اقوال وحکایات کی نقل پر اکتفا کی گئی ہے لیکن اس باب میں شیخؒ نے اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر مریدین وطالبین کے لئے کچھ ہدائتیں اور نصیحتیں تحریر کی ہیں۔ اس باب کو کتاب کا خلاصہ یا نچوڑ اور کتب تصوف کا دستور العمل سمجھنا چاہیئے۔

یہ باب چھوٹی چھوٹی فصلوں میں تقسیم ہے اور ہر فصل میں کسی اہم حقیقت یا نصیحت کو مختصر لفظوں میں قلمبند کر دیا ہے۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(الف) وبناء هذا الامر وملاكه على حفظ آداب الشريعة وصون اليد عن المد الى الحرام والشبهة	تصوف کی ساری بنیاد اسی پر ہے کہ آداب شریعت کی پابندی رہے۔ حرام اور مشتبہ چیزوں سے دست کشی کی جائے۔

Marfat.com

وحفظ الحواس عن المحظورات وعد الانفاس مع الله تعالیٰ عن الغفلات۔ (ص۱۸۵)

ناجائز اوہام و خیالات سے حواس کو آلودہ نہ کیا جائے اور غفلتوں سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی یاد میں وقت گزاری کی جائے۔

(ب) ومن شان المرید دوام المجاهدة فی ترك الشهوات فان من وافق شهوته عدم صفوته واقبح الخصال للمرید رجوعه الی شهوة ترکها الله تعالیٰ، (ص۱۸۵)

مرید کو ترک شہوات کے مجاہدہ میں دواماً مشغول رہنا چاہیئے۔ خواہشوں کی پابندی اور روح کی پاکیزگی کا ساتھ نہیں ہو سکتا اور مرید کے لیے یہ بدترین پستی ہے کہ جس خواہش کو اللہ کیلئے چھوڑ چکا اس کی جانب پھر رجوع کرے۔

(ج) ومن شان المرید حفظ عهوده مع الله تعالیٰ فان نقض العهد فی طریق الارادة کالردة عن الدین لاهل الظاهر۔ (ص۱۸۵)

طالب کو اس کی بڑی احتیاط چاہیئے کہ ایک مرتبہ جس بات کا عہد خداوند تعالیٰ سے کر لیا اسے نہ توڑے۔ طریقت میں نقض عہد کا وہی درجہ ہے جو شریعت ظاہری میں ارتداد کا ہے۔

(د) ومن شان المرید قصر الامل فان الفقیر ابن وقته فاذا کان له تدبیر فی المستقبل وتطلع لغیر ما هو فیه من الوقت وامل فیما یستانفه لا یجیٔ منه شیٔ۔ (ص۱۸۵)

طالب کو چاہیئے کہ دامانِ آرزو کو بہت نہ پھیلائے۔ فقیر کو صرف حال سے سروکار رکھنا چاہیئے۔ مستقبل کے خیالی پلاؤ پکاتے رہنا، اس کی شان نہیں۔

(ه) ولا ینبغی للمرید ان یعتقد فی المشایخ العصمة بل الواجب ان یذرهم واحوالهم فیحسن به الظن۔ (ص۱۸۵)

مرید کو یہ نہ چاہیئے کہ اپنے مشائخ کے معصوم ہونے کا عقیدہ رکھے۔ البتہ ان سے حسن ظن رکھنا واجب ہے۔

(و) ومن شان المرید التباعد عن ابناء الدنیا فان صحبتهم سمٌ

اہل دنیا کی صحبت سے طالب کو ہر طرح بچنا چاہیئے۔ اور اسے اپنے حق میں زہر قاتل

Marfat.com

محجوب لانهم منتفیعون به وهو	سمجھنا چاہئے۔ زاہد تقرب الہٰی کے لئے
ینتقص بهم وان الزهاد یخرجون	مال کو اپنے پاس سے دور کرتے رہتے
المال عن الکیس تقرباً الی الله تعالیٰ	ہیں اور صوفی تحقق الہٰی کی غرض سے
واهل الصفاء یخرجون الخلق والمعارف	خلائق سے اپنے قلب کو خالی کرتے
من القلب تحققاً بالله تعالیٰ۔ (ص۱۸۶)	رہتے ہیں۔

(ز) خوش گل لڑکوں اور مردوں سے دوستی آج کل کی نہیں۔ اس زمانہ کا یہ مرض ہے۔ جائز کرنے والوں کو نفس نے عجیب عجیب تاویلیں سجھادی ہیں۔ شیخ رح کی تحقیق میں۔

اصعب الآفات فی هذه الطریقة۔	یہ سخت ترین خطرہ راہ ہے۔

شیخ رح اس پر بہت زور سے متنبہ کرتے ہیں اور ڈراتے ہیں کہ بالغرض سالک رتبہ شہداء تک پہنچ گیا ہو۔ تو اس عمل کی بے برکتی سے سب کچھ چھن جاتا ہے اور اس کی پوری طرح رسوائی ہو کر رہتی ہے۔ ذیل میں ان کے بیان کی صرف دو ابتدائی سطریں بلا ترجمہ درج کی جاتی ہیں۔

ومن اصعب الآفات فی هذه الطریقة صحبة الاحداث ومن ابتلاه الله تعالیٰ بشیٔ من ذالك فباجماع الشیوخ ذلك عبد اهانه الله عزوجل وخذله بل عن نفسه شغله ولو بالف الف کرامة اهله وهب انه بلغ رتبة الشهداء۔ (ص۱۸۳)

باب ۴ [1]

فتوح الغیب

(شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانیؒ)

۱۔ مصنّف

اگر یہ سوال کیا جائے کہ صوفیۂ کرام کے سارے سلسلوں میں شہرت عام اور مقبولیت انام سب سے زیادہ کس کے حصہ میں آئی ہے؟ تو عجب نہیں کہ متفقہ طور پر نام حضرت شیخ جیلانیؒ ہی کا زبانوں پر آ کر رہے۔ دوسرے بزرگوں کے حلقے پھر محدود ہیں۔ شیخ جیلانی کا نام خواص و عوام سب کی زبان پر ہے۔ مختلف ناموں اور تعظیمی لقبوں کے ساتھ "غوث اعظم" "محبوب سبحانی" وغیرہ متعدد چلے ہوئے نام اور لقب ہیں۔ آپ کا زمانہ قدماء صوفیہ کا آخر زمانہ تھا۔ اس لئے بھی آپ کے ارشادات اور زیادہ توجہ کے مستحق ہیں۔

اسم مبارک عبدالقادر تھا۔ کنیت ابو محمد، محی الدین لقب قرار پایا۔ متاخرین نے فرطِ عقیدت سے متعدد القاب کا اضافہ کر دیا۔

سیادت نسبی دونوں طرف سے حاصل تھی۔ والد ماجد کی طرف سے سلسلہ نسب سیدنا حضرت حسنؓ تک پہنچتا ہے۔ اور والدہ ماجدہ کی طرف سے سیدنا حضرت حسینؓ تک۔ اسی لئے

---

[1] ماخذ: (۱) نشر المحاسن الغالیہ فی فضل مشائخ الصوفیہ۔ از عبداللہ یافعی (قلمی)، (۲) قلائد الجواہر فی مناقب شیخ عبدالقادر، از محمد بن یحیٰ حلبی (۳) طبقات الکبریٰ از شیخ عبدالوہاب شعرانی۔
(۴) اخبار الاخیار از شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۵) نفحات الانس از ملا جامی (۶) سفینۃ الاولیاء از دارا شکوہ (۷) انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، مقالہ عبدالقادر۔

Marfat.com

نام کے ساتھ سید حسنی و حسینی لکھا جاتا ہے۔ سایۂ پدری بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا تھا۔

ولادت باختلاف روایت ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ میں ہوئی۔ مولد نواح طبرستان میں قصبۂ جیلان ہے۔ اسی کو گیل و گیلان بھی کہتے ہیں۔ سال وفات میں کوئی اختلاف نہیں ۵۶۱ھ ہے۔ عمر شریف ۹۰ سال کی ہوئی۔ ماہ ربیع الثانی بھی سب کو مسلم ہے۔ البتہ تاریخ میں اختلاف ہے۔ ۸ ربیع الثانی، ۱۰ ربیع الثانی، ۱۱ ربیع الثانی، ۱۴ ربیع الثانی، ۱۷ ربیع الثانی سب نقل ہوئی ہیں۔ دارا شکوہ نے ان سب کو چھوڑ کر ۹ ربیع الثانی کو اختیار کیا ہے۔ ۱۸ سال کی عمر میں بغداد آ گئے۔ عمر کا بیشتر حصہ یہیں گزرا، یہیں وفات پائی، یہیں مدفون ہوئے۔

سلسلۂ تعلیم کی ابتدا قرآن مجید سے ہوئی، حفظ کیا۔ پھر ادب و فقہ و حدیث کی تحصیل اور باضابطہ تکمیل اپنے زمانہ کے کامل استادوں اور ماہرین فن سے کی۔ نظر کی وسعت اور علم کے تبحر کی گواہ خود آپ کی دونوں کتابیں غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب ہیں۔ فقہ میں مسلک احمد بن حنبل پر تھے۔ تدریس، فتویٰ نویسی اور وعظ گوئی کے مشغلے سالہا سال جاری رہے۔ ایک بڑے گروہ نے علوم ظاہری میں شاگردی کی۔ استفتے دور دور سے آتے۔ آپ برجستہ جواب تحریر کرا دیتے۔

طریق باطنی کی تعلیم شیخ حماد، قاضی ابو سعید مبارک مخزومی اور شیخ ابو یوسف یعقوب ہمدانی سے پائی۔ شیخ خرقہ قاضی ابو سعید مخزومی تھے۔ شیخ صحبت شیخ حماد رہے نسبتِ ارادت براہ راست سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی۔ اور اہل تذکرہ کا بیان ہے کہ انوار و فیوض کا نزول براہ راست خواجہ عالم کی سرکار سے ہوتا تھا۔

تذکروں میں کرامت اور خرق عادت کے واقعات اس کثرت سے مذکور ہیں کہ شاید ہی کسی دوسرے بزرگ کے ہوں۔ امام یافعیؒ کہتے ہیں کہ شیخ کی کرامتوں کی تعداد حد شمار سے خارج ہے اور اکثر تواتر یا تقریباً تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔

دارا شکوہ کے الفاظ، بہت کچھ لکھنے کے باوجود یہ ہیں۔

اگر آنچہ از آنحضرت در ایام حیات	حضرت سے جو واقعات زندگی میں صدور
بہ ظہور رسیدہ و آنچہ الحال نیز	میں آتے رہے۔ اور جو آج بھی مشاہدہ

مشاہدہ نمودہ می شود می گفتم کتاب کلانے می شود۔

میں آرہے ہیں۔ان سب کو جمع کیا جائے تو کتاب ضخیم ہو جائے۔

شیخ عبدالحق دہلوی، حضرت کے ایک معاصر بزرگ شیخ علی ہیتی کی شہادت نقل کرتے ہیں کہ

ندیدم ہیچ یکے از اہل زمان خود اکثر الکرامات از شیخ عبدالقادرؒ ہر وقت ہر کہ از خواہد کہ از وے کرامتے مشاہدہ کند می کند و خوارق ظاہر گردد۔ گاہے از وے گاہے در وے گاہے بوے۔

انہوں نے اپنے زمانہ میں کسی کو شیخ عبدالقادر سے بڑھ کر صاحب کرامت نہیں پایا۔جس وقت جو ان سے کرامت کا شاہدہ کرنا چاہے کر لیتا ہے۔خرق عادت کبھی خود انہی سے ظاہر ہوتی ہے۔کبھی ان کے متعلق اور کبھی ان کے ذریعہ سے۔

آپ کی والدہ ماجدہ ایک ایسی کرامت کا ذکر کرتی ہیں۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ولایت مادر زاد تھی۔فرماتی ہیں کہ شروع ہی سے احکام شریعت کا یہ التزام تھا کہ رمضان بھر دن میں دودھ نہیں پیتے تھے۔اتفاق سے ۲۹ شعبان کو ابر تھا۔چاند دکھائی نہ دیا۔دوسرے دن اس بچہ نے دودھ نہ پیا۔آخر تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ چاند ہو گیا تھا۔اور اس دن یکم رمضان تھی۔

ایک دوسری روایت ہے کہ بچپن کا زمانہ تھا، آبادی کے باہر کھیل رہے تھے۔کہ ایک گائے کی دم پکڑ کر کھینچی۔وہ قدرت حق سے گویا ہو گئی اور پلٹ کر اس نے کہا "اے عبدالقادر تم دنیا میں اس غرض سے نہیں بھیجے گئے ہو" معاً اسے چھوڑ دیا۔دل پر ہیبت طاری ہوئی۔مکان آکر بالاخانہ سے جو نظر کی تو دیکھا کہ سامنے میدان عرفات ہے اور حاجیوں کی قطاریں۔والدہ ماجدہ سے آکر عرض کی کہ راہ خدا لئے کرنے کی اجازت دیجئے۔بغداد جاکر تحصیل علم کروں۔انہوں نے سبب پوچھا۔کل واقعہ ان سے بیان کیا۔ان نیک دل خاتون پر رقت طاری ہو گئی، اٹھ کر گئیں، ایک تھیلی لاکر فرزند نامدار کے ہاتھ میں دے دی۔اور فرمایا کہ "بیٹا تمہارے والد مرحوم کل اسی دینار چھوڑ گئے تھے۔چالیس کی امانت تمہارے بھائی کے لئے محفوظ ہے۔یہ چالیس تمہارے حوالہ۔میری نصیحت وصیت، جو کچھ سمجھو بس اتنی ہے۔کہ راستی کو کسی حالت میں

Marfat.com

نہ چھوڑنا۔ جاؤ تمہیں اللہ کو سونپا۔ اب قیامت کے دن دیکھنے کو ملو گے"۔

راستہ میں ڈاکوؤں نے قافلہ پر حملہ کیا۔ ہر شخص مال چھپانے، جان بچانے کی فکر میں ہوا۔ اس سعادت مند فرزند اور اللہ کے برگزیدہ بندہ نے صاف صاف اپنے پاس کی مالیت کو بیان کر دیا۔ قزاق راست بازی اور دیانت کی اس کرامت پر دنگ رہ گئے۔ آخر اپنے پیشہ سے تائب ہو کر داخل بیعت ہوئے۔

منزل صدق میں شاید اسی قیام واستقامت کا یہ نتیجہ نکلا کہ آگے چل کر وہ مرتبۂ اعظم حاصل ہوا۔ جو مقام صدیقیت کے لئے مخصوص ہے اور رہروؤں کے لئے تو کیا، اچھے اچھے رہبروں اور رہنماؤں تک کے لئے باعث رشک۔ فرماتے تھے کہ جب تک ہنسنے کا حکم نہیں ملتا نہیں ہنستا ہوں۔ جب تک کھانے کا حکم نہیں ملتا، نہیں کھاتا ہوں۔ جب تک بولنے کا حکم نہیں ملتا نہیں بولتا ہوں۔

تصانیف متعدد چھوڑیں۔ مندرجہ ذیل یا تو خود موجود ہیں یا ان کے نام دوسری کتابوں میں محفوظ ہیں۔

(۱) غنیۃ الطالبین	فقہ حنبلی کی مشہور کتاب
(۲) فتوح الغیب	فن سلوک پر
(۳) الفتح الربانی	مجموعۂ مواعظ
(۴) جلاء الخاطر	یہ سب نام مارگولیتھ نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں مقالہ "عبدالقادر محی الدین جیلانی" کے تحت میں درج کئے ہیں۔
(۵) الیواقیت والحکم	
(۶) الفیوضات الربانیہ	
(۷) حزب بشایر الخیرات	
(۸) المواہب الرحمانیہ	

مارگولیتھ جس نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ سب کتابیں شیخ کے فضل و کمال تفقہ فی الدین اور تبحر علمی کی زبردست گواہ ہیں۔

بادشاہوں سے ہدیہ نہیں قبول فرماتے تھے، ان کے علاوہ اگر کوئی شخص تحفہ لے آتا تو قبول فرمالیتے، اور اسی وقت حاضرین میں تقسیم فرما دیتے، ایک روز خلیفہ وقت المستنجد باللہ نے حاضر ہو کر اشرفیوں کے دس توڑے پیش کئے، حسب معمول انکار فرمایا، اُدھر سے اصرار بڑھا، شیخ نے ایک توڑا اپنے داہنے ہاتھ اور دوسرا بائیں ہاتھ سے اٹھا کر دونوں کو رگڑا، تو اشرفیوں سے خون بہنے لگا، خلیفہ سے ارشاد ہوا کہ "اللہ سے شرم نہیں آتی، کہ انسان کا خون کھاتے ہو، اور اسے جمع کر کرکے میرے پاس لاتے ہو" راوی کا بیان ہے کہ خلیفہ پر اتنا اثر پڑا کہ غشی کی نوبت آگئی،

خلیفہ وقت یا کسی صاحب ثروت کے ہاں جانے کی عادت نہ تھی، اور نہ امراء کی تعظیم فرماتے، اگر خلیفہ کی آمد سنتے تو اٹھ کر مکان کے اندر تشریف لے جاتے، اور پھر باہر نکل کر آتے، تاکہ خلیفہ کی تعظیم کے لئے اٹھنے کا سوال ہی نہ پیدا ہو، جب خلیفہ کے نام نامہ مبارک کی ضرورت پیش آتی، تو یوں تحریر فرمایا جاتا، کہ "عبد القادر کا تجھ سے ارشاد ہے، اور اس کا ارشاد تیرے اوپر نافذ ہے" خلیفہ ان تحریروں کو سر اور آنکھوں پر جگہ دیتا،

صحیفہ زندگی کی ہر سطر احکام شریعت کے مطابق و ماتحت تھی، وعظ بیان فرماتے تو قرآن مجید ہی سے، مکتوب تحریر فرماتے تو بھی اسی سرچشمۂ نور و ہدایت سے، تعلیمات میں سب سے زیادہ زور پابندی شریعت اور پیروی سنت پر ہوتا، وفات سے ذرا پیشتر مشائخ عصر کا مجمع تھا، بڑے صاحبزادے سیف الدین عبد الوہاب نے عرض کی، کہ حضرت کچھ وصیت فرمائیے، ارشاد ہوا،

علیك بتقوی الله و طاعته و لا تخف احداً و لا ترج و وکل الحوائج الی الله و اطلبها منه و لا تثق باحد سوی الله هذا التوحید التوحید التوحید اجماع الکل۔	اللہ کے تقویٰ اور اطاعت کو اپنے اوپر لازم رکھو، بجز اللہ کے کسی سے نہ خوف رکھو نہ امید، تمام حاجتیں بس اللہ ہی کے سپرد کر دو اور اسی سے طلب کرتے رہو، اور بجز اللہ کے کسی پر اعتماد نہ رکھو، اپنے اوپر لازم کر لو توحید کو، توحید کو، توحید کو کہ اس پر سب کا اجماع ہے،

Marfat.com

عبادتوں اور ریاضتوں کی کثرت کا اندازہ ان روایتوں سے ہوسکتا ہے کہ چالیس سال تک عشار کے وضو سے نماز فجر ادا کی، پندرہ سال تک یہ معمول رہا کہ بعد عشار پورا کلام مجید ختم فرماتے تھے، پچیس سال تک صحرا میں اس تنہائی سے بسر کی کہ انسان کی شکل بھی نہیں دیکھی،

سالہا سال کی عبادتوں، ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھے بہت بڑا نور نظر آیا جو دیکھتے دیکھتے سارے افق پر چھا گیا، اس میں سے آواز آئی "اے عبدالقادر میں تیرا پروردگار ہوں، میں نے تیرے لئے حرام چیزوں کو حلال کر دیا" میں نے لاحول ولاقوۃ پڑھ کر کہا دور ہو ملعون، بس وہ نور تاریکی میں تبدیل ہوگیا اور اس میں سے آواز آئی "عبدالقادر تو اپنے علم کی قوت سے مجھ سے بچ گیا، ورنہ میں تجھ جیسے ستر کاملوں کو گمراہ کر چکا ہوں" میں نے کہا ملعون تو اب بھی مجھے گمراہ کرنے میں لگا ہوا ہے، کہتا ہے کہ تم اپنے علم کی قوت سے بچ گئے، حالانکہ مجھے بچانے والی میری کوئی بھی قوت نہیں، محض اللہ کا فضل وکرم ہے"

ذوق عبادت اور غلبۂ خشوع وتواضع کا اندازہ گلستاں کی حکایت ذیل سے ہوگا،

عبدالقادر جیلانی را دیدند رحمۃ اللہ علیہ در حرم کعبہ روے بر حصا نہادہ بود و می گفت اے خداوند ببخشاے واگر مستوجب عقوبتم مرا بروز قیامت نابینا برانگیز تادر روے نیکاں شرمسار نباشم (باب ۲ حکایت ۲)	عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ کو لوگوں نے دیکھا، آپ حرم شریف میں سنگریزوں پر منہ رکھے ہوئے عرض کر رہے تھے کہ اے خداوند مجھے بخش دے، اور اگر میں لائق عذاب سمجھا جاؤں تو قیامت کے دن مجھے نابینا اٹھانا تاکہ تیرے نیک بندوں کے سامنے شرمندہ نہ ہوں

صاحب گلستان شیخ سعدیؒ کا زمانہ حضرت جیلانیؒ سے کچھ ہی بعد کا تھا، اور شیخ حضرت گیلانیؒ کے ایک واسطہ سے مرید بھی تھے، یعنی شیخ حضرت شہاب الدینؒ سہروردی کے مرید تھے، اور حضرت سہروردیؒ حضرت گیلانیؒ کے خلیفہ تھے،

Marfat.com

۲- تصنیف

فتوح الغیب آج سے تقریباً ساڑھے تین سو سال سے اُدھر دنیا کے لیے خود پردہ غیب میں تھی شیخ سیف الدین عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۰۵۱ھ) جب فریضہ حج ادا کرنے گئے تو مکہ معظمہ میں ایک نسخہ اس کتاب کا انہیں شیخ عبدالوہاب المتقی قادری کے ہاں ان کی نظر سے گذرا، ہندوستان واپس آئے تو ایک دوسرا نسخہ بھی انہیں مل گیا، فتوح الغیب عربی میں تھی شیخ نے فارسی میں اس کا ترجمہ کیا، کہ وہی اس وقت ہندوستان کے مسلمانوں کی زبان تھی، اور مفتاح الفتوح کے نام سے شرح بھی لکھی، فتوح الغیب کا موجودہ مطبوعہ نسخہ شیخ ہی کے ترتیب اور تہذیب دیتے ہوئے نسخہ کی نقل ہے، لکھنؤ اور لاہور سے ان کی شرح کے ساتھ شائع ہوئی ہے،

کتاب حمد و نعت کے بعد اٹھہتر مختصر مقالوں میں تقسیم ہے، آخر میں چند ورق مصنف کے حالات، مرض، وفات وغیرہ سے متعلق مرتب نے اضافہ کئے ہیں،

(۱) مقالہ اول (ص ۱۰۹) تعمیل اوامر، اجتناب نواہی و رضا بالقضاء پر ہے، فرماتے ہیں،

لابد لکل مومن فی سائر احوالہ من ثلثۃ اشیاء امر تمتثلہ و نھی یجتنبہ و قدر یرضی بہ فاقل حالۃ لا یخلو المومن فیھا من احد ھذہ الاشیاء الثلثۃ،	ہر مومن کے لئے ہر حال میں یہ تین چیزیں لازمی ہیں، ایک یہ کہ حکم الٰہی کی تعمیل کرے، دوسرے یہ کہ ممنوع سے بچتا رہے، تیسرے یہ کہ قضائے الٰہی پر راضی رہے، پس مومن کے لئے کم سے کم مرتبہ یہ ہے کہ ان تینوں چیزوں سے خالی نہ ہو،

(۲) مقالہ دوم (ص ۱۱۲) اتباع سنت و ترک بدعت پر ہے، آغاز کلام یوں کرتے ہیں،

اتبعوا و لا تبتدعوا و اطیعوا و لا تمرقوا و وحدوا و لا تشرکوا و یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید و نزھوا الحق و لا تتھموا	پیروی سنت کرتے رہو اور راہ بدعت نہ اختیار کرو، اطاعت کرو اور دائرۂ طاعت سے باہر نہ ہو، توحید خداوندی کو مانو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، کہ

وصدقوا وتشکروا واصبروا ولا تجزعوا واجتمعوا علی الطاعۃ ولا تتفرقوا ،	وہی جو کچھ چاہتا ہے اپنی مشیت سے کرتا ہے، اس کو ہر عیب سے پاک سمجھو اور اس پر تہمت نہ لگاؤ، اور تصدیق (اسلام) کرو اور شک میں نہ پڑو، صبر سے کام لو اور بے صبری نہ کرو، طاعت حق پر جمے رہو، اور جماعت میں تفرقہ نہ ڈالو،

آگے چل کر اس مقالہ میں یہ تعلیم ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے اور غفلت کے دور کرنے میں تاخیر نہ کرو، اور شب و روز استغفار تقصیر اور رجوع الی اللہ کرنے کو اپنے اوپر بار نہ سمجھو،

(۳) مقالہ سوم (صفحہ ۱۳-۱۵) اس بحث سے متعلق ہے کہ ابتلا و مصیبت سے بندہ کے لئے مقصود کیا ہوتا ہے،

اس میں بڑی خوبی اور صحت کے ساتھ سالک کی نفسیت کی تشریح کی ہے، فرماتے ہیں کہ جب انسان پر کسی قسم کا دکھ درد وارد ہوتا ہے، تو سب سے پیشتر تو وہ اپنی ذاتی قوت و تدبیر سے اس کے دفع کرنے کی کوشش کرتا ہے، جب اس میں کامیابی نہیں ہوتی تو خلق کی جانب رجوع کرتا ہے، مثلاً سلاطین، امراء، اہل ثروت وغیرہ سے، یا بیمار ہے تو اطبار کی جانب رجوع کرتا ہے، جب اس میں بھی ناکام ہو چکتا ہے تو پروردگار عالم کی درگاہ میں دعا و تضرع کے ذریعہ سے حاضر ہوتا ہے، انسان کی فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ جب تک وہ خود دفع مضرت پر قادر ہے، خلق سے بے نیاز رہتا ہے، جب اپنے تئیں مجبور پاتا ہے، تو خلق کے سامنے دست اعانت دراز کرتا ہے، جب ادھر سے بھی سہارا نہیں رہتا تو خالق کے آستانہ پر جبین نیاز رگڑتا ہے، اور نہایت خشوع و خضوع الحاح و زاری کے ساتھ کبھی امیدوارانہ، کبھی مایوسانہ دعا میں مشغول ہو جاتا ہے، جب مشیت الٰہی اس کو اس میں بھی ناکام رکھتی ہے، اور اس کی دعا قبول نہیں ہوتی تو رفتہ رفتہ اس کی نظر میں تمام اسباب بے حقیقت ہو جاتے ہیں، اور اسے انقطاع الی اللہ حاصل ہو جاتا ہے، اس وقت بندہ تعلقات سے آزاد، روح مجرد رہ جاتا ہے، اور اوصاف بشریت، ہوا و ہوس، خواہش، آرزو وغیرہ اس سے رخصت ہو جاتے ہیں، اس وقت اسے اتنی صفائی باطن اور نورانیت قلب حاصل ہو جاتی ہے کہ اسے ہر فعل کی فاعل ذات خالق ہی نظر آنے لگتی ہے، اور یہ یقین شہودی حاصل ہو جاتا

Marfat.com

ہے کہ تمام موجودات میں فاعل حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور ہر راحت وسکون، ہر خیر وشر، ہر سود وزیاں، ہر عطا وبخل، ہر کشائش وبندش، ہر موت وحیات، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہر عزت و ذلت، ہر تونگری وافلاس کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ قادر مطلق ہی کی قدرت کا ایک ظہور ہے تاآنکہ یہ سلسلہ معرفت کامل پر جاکر منتہی ہوتا ہے، یعنی بندہ کو ہر شئے کا مبدار و مرجع ذات خداوندی ہی محسوس ہونے لگتی ہے، اسرار قدرت اس پر روشن ہونے لگتے ہیں، وہ خالق ہی کے کان سے سنتا ہے، اسی کی حمد وثنا، شکر و دعا میں لگ جاتا ہے،

اب ذیل میں باقی پچھتر بابوں میں سے جستہ جستہ کے صرف عنوانات ملاحظہ فرمائیے۔ اُوپر کے مختصر تعارف کے بعد یقین ہے کہ محض "لفافہ" سے "مضمون" کا اندازہ ہو جائے گا۔

(۴) المقالة الرابعة فی مراتب الموت عن الخلق والھوٰی والارادۃ۔ (ص١٨-٢٥) — چوتھا باب۔ مخلوقات اور خواہش اور ارادہ کی طرف سے فنا کے مراتب میں۔

(۵) المقالة الخامسة فی تشبیہ حال الدنیا واشتغال اھلھا بھا۔ (ص٢٥-٢٦) — پانچواں باب۔ دنیا اور دنیا کی طرف اہل دنیا کی مشغولیت کی مثال میں۔

(۶) المقالة السادسة فی الغناء عن الخلق والھوٰی۔ (ص٢٦-٣٠) — چھٹا باب۔ مخلوقات اور خواہش سے بے نیازی کے بیان میں۔

(۹) المقالة التاسعة فی بیان الکشف والمشاھدۃ۔ (ص٦٠-٦٣) — نواں باب۔ کشف ومشاہدہ کے بیان میں۔

(۱۰) المقالة العاشرة فی بیان مخالفة النفس، (ص٦٣-٦٥) — دسواں باب۔ مخالفتِ نفس کے بیان میں۔

(۱۳) المقالة الثالثة العشر فی التعلیم علی قضاء اللہ وقدرہٖ، (ص٨٠-٨٩) — تیرہواں باب۔ قضائے الٰہی کی تسلیم ورضا کے بیان میں۔

(۱۶) المقالة السادسة عشر فی المنع — سولہواں باب۔ مخلوقات اور اسباب

Marfat.com

عن الاعتماد علی الخلق والاسباب۔ (ص ۹۴-۱۰۰)	پر تکیہ کرنے سے ممانعت کے بیان میں۔
(۱۷) المقالۃ السابعۃ عشر فی معنی الوصول الی اللہ سبحانہ۔ (ص ۱۰۰-۱۰۱)	سترھواں باب۔ وصول الی اللہ کے معنی کے بیان میں۔
(۱۸) المقالۃ الثامنۃ عشر فی بیان معنی الرضاء۔ (ص ۱۰۵-۱۱۰)	اٹھارھواں باب۔ رضا کے معنی کے بیان میں۔
(۲۳) المقالۃ الثالثہ والعشرون فی بیان القناعۃ۔ (ص ۱۲۳-۱۳۶)	تئیسواں باب۔ قناعت کے بیان میں۔
(۲۷) المقالۃ السابعۃ والعشرون فی بیان الخیر والشر۔ (ص ۱۵۱-۱۶۹)	ستائیسواں باب۔ خیر و شر کے بیان میں۔
(۳۸) المقالۃ الثامنۃ والثلثون فی بیان الصدق والاخلاص فی سبحانہ تعالیٰ۔ (ص ۲۲۴-۲۲۸)	اڑتیسواں باب۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں صدق و اخلاص رکھنے کے بیان میں۔
(۴۸) المقالۃ الثامنۃ والاربعون فی حماقۃ من اشتغل بالنوافل وعلیہ فرائض۔ (ص ۲۶۴-۲۷۵)	اڑتالیسواں باب۔ اس شخص کی حماقت کے بیان میں جس پر فرائض باقی رہیں اور وہ نوافل میں مشغول ہو جائے۔
(۵۰) المقالۃ الخمسون فی الزھد (ص ۲۷۹-۲۸۳)	پچاسواں باب۔ زہد کے بیان میں۔
(۶۱) المقالۃ الحادی والستون فی بیان الورع والتقویٰ۔ (ص ۳۴۱-۳۴۳)	اکسٹھواں باب۔ پرہیزگاری اور تقویٰ کے باب میں۔
(۶۳) المقالۃ الثلثہ والستون فی بیان الاخلاص والریا (ص ۳۴۵)	ترسٹھواں باب۔ اخلاص اور ریاکاری کے بیان میں۔
(۷۱) المقالۃ الحادی والسبعون فی	اکہترواں باب۔ مصیبتوں پر صبر کے

Marfat.com

الصبر مع البلاء۔ (ص ۲۴۹-۲۸۴) — بیان میں۔

(۷۸) المقالۃ الثامنۃ والسبعون فی بیان الخصال العشرۃ لارباب المحاسبۃ والمجاہدۃ (ص ۲۰۶ و ۲۱۸) — اٹھتروان باب۔ اہل محاسبہ و مجاہدہ کی دس خصلتوں کے بیان میں۔

اب ذیل میں متفرق مقامات سے جابجا اقوال و تعلیمات ملاحظہ کرتے چلیئے۔

باب ۵۷ میں شیخ اپنے فرزند کو وہ دستور العمل بتلاتے ہیں جس سے انسان عارف کامل بن سکتا ہے۔ تمامتر تاکید ہے پابندی شریعت کی اور ضبط نفس اور مجاہدہ اور ادائے حقوق عباد کی۔ ارشاد ہوتا ہے :۔

اوصیك بتقوی اللہ وطاعتہ ولزوم ظاہر الشرع وسلامۃ الصدر وسخا النفس وبشاشۃ الوجہ وبذل الندی وکف الاذی وحمل الاذی والفقر وحفظ حرمات المشایخ وحسن العشرۃ مع الاخوان والنصیحۃ للاصاغر وترك الخصومۃ مع الارفاق وملازمۃ الایثار ومجانبۃ الادخار۔ (ص ۲۹۵-۲۹۶)	میں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ اور طاعت اختیار کرو۔ اور احکام شریعت کی پابندی لازم رکھو۔ اور سینہ کو نجاست نفس سے صاف رکھو اور نفس میں جوانمردی رکھو۔ اور کشادہ رو رہو۔ اور جو شے عطا کرنے کے قابل ہو اسے عطا کرتے رہو اور ایذا دہی سے باز رہو۔ اور خود آزار خلق کا تحمل کرتے رہو اور آداب درویشی نگاہ میں رکھو۔ اور بزرگوں کی بزرگ داشت کرتے رہو اور برابر والوں سے حسن معاشرت رکھو اور خردوں کو نصیحت کرتے رہو اور اپنے رفیقوں سے جنگ نہ کرو اور ایثار کو اپنے اوپر لازم کرلو اور ذخیرہ مال فراہم کرنے سے بچو۔

فقر کی حقیقت دو لفظوں میں بیان فرمادی ہے :۔

وحقیقۃ الفقران لا تفتقر الیٰ من ہو مثلك۔ (ص ۲۹۶)	فقر کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی ہی جیسی ہستی (یعنی کسی بندہ) کا محتاج نہ رہ۔

طریق تصوف کی تحصیل کس طرح انسان کے لئے ممکن ہے ؟

والتصوف ما اخذ من القیل و	قیل وقال (بحث وگفتگو) سے نہیں
القال ولکن اخذ من الجوع	بلکہ گرسنگی سے اور دنیا کی خوشگوار و
وقطع المعروفات والمحتسنات۔	محبوب اشیاء کے ترک سے۔

طریقت کی بنیاد کار ان آٹھ خصلتوں پر ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا مظہر ایک ایک نبی ہوا ہے۔ ان کے نقش قدم کی پیروی طالب سالک کے لئے ناگزیر ہے۔

التصوف مبنی علی ثمان خصال	تصوف آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے۔
السخا لابراھیم والرضا لاسحٰق	سخاوت ابراہیمؑ پر، رضا اسحاقؑ پر،
والصبر لایوب والاشارۃ لزکریا	صبر ایوبؑ پر۔ مناجات زکریاؑ پر،
والغربۃ لیحیٰ ولبس الصوف	غربت یحییٰؑ پر، خرقہ پوشی موسیٰؑ پر،
لموسیٰ والسیاحۃ لعیسیٰ والفقر	تجرد عیسیٰؑ پر اور فقر محمد
لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم۔	صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ ایک پیر مرد آپ سے دریافت کر رہے ہیں کہ بندہ کو اللہ سے قریب کرنے والی کون سی چیز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو شے قرب الٰہی پیدا کرتی ہے۔ اس کا ایک درجہ ابتدائی ہے اور ایک انتہائی۔ درجہ ابتدائی ورع (ممنوعات شرعی سے احتراز) ہے۔ اور درجہ انتہائی رضا و تسلیم و توکل۔ (ص ۲۷۳)

لوگوں نے مدت سے ساری توجہ کا مرکز اوراد و اشغال یا نوافل کو بنا رکھا ہے اور فرائض و واجبات کو گویا بھلا دیا ہے اور اسی کو درویشی سمجھ رہے ہیں۔ ایسے کم فہم آپ کے زمانہ میں بھی تھے۔ لیکن آپ کا ارشاد ہے:۔

ینبغی للمومن ان یشتغل اولاً	مومن کو چاہیے کہ سب سے پہلے فرائض
بالفرائض فاذا فرغ منھا اشتغل	پر توجہ کرے۔ جب یہ ادا کر چکے تب سنتوں
بالسنن ثم یشتغل بالنوافل فمن	کو اختیار کرے۔ اس کے بعد نوافل پر متوجہ
لم یفرغ من الفرائض فالاشتغال	ہو۔ لیکن جو شخص ابھی فرائض ہی سے
بالسنن حمق ورعونۃ فان	فارغ نہیں ہوا ہے۔ اس کے لئے سنتوں

Marfat.com

التشغل بالسنن والنوافل قبل	میں مشغول ہو جانا حماقت و نادانی ہے۔ اسلئے
الفرائض لم یقبل منه واهین:	کہ ادائے فرائض کے بغیر سنن و نوافل غیر مقبول
(ص ۲۷۴)	رہیں گے اور جو شخص ایسا کرے گا خوار ہوگا۔

فرائض کو چھوڑے ہوئے سنن و نوافل میں مشغول ہونے والے کی

فمثله کمثل رجل یدعوه الملك	مثال اس شخص کی سی ہے
الی خدمته فلا یاتی الیه	کہ اسے بادشاہ تو اپنے پاس بلا رہا ہو اور
ویقف بخدمة الامیر الذی	وہ بادشاہ کے حضور میں تو نہ جائے۔ بلکہ
هو غلام الملك وخادمه و	ایک امیر کی خدمت میں حاضر رہے جو خود ہی
تحت یدیه۔	اس بادشاہ کا زیر دست اور چاکر اور غلام ہے۔

نمازی جب تک فرض نہ ادا کرے، اس کے نوافل غیر مقبول رہتے ہیں۔ (ص ۲۷۶)
اسی طرح اس نمازی کے نوافل بھی جو سنتوں کو چھوڑ کر نوافل ادا کر رہا ہو۔ (ص ۲۷۶)
ایک قول اور سن کر کتاب کا ورق الٹ دیجیے ارشاد ہوا ہے کہ شرک محض صنم پرستی کا نام نہیں۔ بلکہ اپنی خواہش نفس کی پیروی کرنا، یا اللہ کے علاوہ غیر اللہ کی طلب کرنا، یہ سب شرک میں داخل ہے (ص ۴۲-۴۳)

Marfat.com

باب ۵ [1]

عوارف المعارف

(شیخ شہاب الدین سہروردیؒ)

پورا نام ابوحفص شہاب الدین عمر بن محمد البکری سہروردی ہے، عام لقب شیخ الشیوخ تھا، معاصر صوفیہ دُور دُور سے ان سے مسائل دریافت کرتے، اور مباحث تصوّف کی تحقیق میں ان سے رجوع کرتے،

ولادت ماہ رجب ۵۳۹ھ میں ہوئی، وفات محرم ۶۳۲ھ میں پائی، گویا ۹۳ سال کی عمر ہوئی، مولد عراق عجم کا قصبہ سہرورد تھا، مزار بغداد میں ہے، قیام عموماً بغداد ہی میں رہا،

والد ماجد کا نام شیخ محمد قریشی ملتا ہے، سلسلۂ نسب ۱۲ واسطوں سے حضرت صدیق اکبرؓ تک پہنچتا ہے، مرجع خلائق تھے، حضرات صوفیہ میں ایک مسلّم امام سمجھے گئے ہیں، بلکہ چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ کی طرح ایک مستقل سلسلۂ سہروردیہ کے بانی،

ان کے حقیقی چچا شیخ ابوالنجیب سہروردیؒ خود ایک مشہور عارف اور صاحب نسبت

---

[1] ماخذ: (۱) نفحات الانس (مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ) مطبوعہ کلکتہ۔
(۲) سفینۃ الاولیاء (شہزادہ دارا شکوہ) مطبوعہ لکھنؤ۔
(۳) خزینۃ الاصفیاء جلد ۲ (غلام سرور لاہوری)
(۴) مدینۃ العلوم (ازنیقی)

Marfat.com

بزرگ ہوئے ہیں، پہلے انہی کے مرید ہوئے، اور پرورش بھی انہی کے سایۂ عاطفت میں پائی، لیکن طبیعت کا رجحان علم کلام کی جانب تھا، فن کی متعدد کتابیں ازبر کرلی تھیں، شفیق چچا اکثر اس سے روکتے تھے، طبیعت کوئی اثر قبول نہ کرتی، ایک روز وہ حضرت شیخ جیلانیؒ کی خدمت میں انہیں ہمراہ لے حاضر ہوئے، شیخؒ کا سن وفات ۵۶۱ھ ہے، اس لئے شیخ شہاب کی عمر اس وقت زیادہ سے زیادہ ۲۰-۲۱ سال کی ہوگی، چچا نے راستہ میں فرمایا کہ "دیکھو ایک ایسے بزرگ کی خدمت میں حاضر ہورہے ہیں، جن کا قلب اللہ تعالیٰ کی خبر دیتا ہے، ان کے دیدار کی برکتیں حاصل کرنا"، حضرت کی خدمت میں پہنچ کر انہوں نے عرض کی کہ "حضرت میرا یہ بھتیجا علم کلام میں مشغول رہا کرتا ہے، ہر چند روکتا ہوں، اثر نہیں ہوتا"، حضرت نے ان سے مخاطب ہوکر پوچھا "عمر کون کون سی کتابیں پڑھی ہیں"؟ انہوں نے نام گنائے، حضرت نے سُن کر اپنا دست مبارک ان کے سینہ پر پھیرا، روایت کے راویوں نے آگے خود شیخ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ

"ہاتھ کا پھیرنا تھا کہ بخدا ایک لفظ بھی مجھے ان کتابوں کا یاد نہ رہ گیا، خدا نے تمام مسائل کلامیہ میرے دل سے محو کردیئے اور قلب کو علم لدنی سے لبریز کردیا"

علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے، ابن خلکان کے الفاظ ہیں،

کان فقیھاً فاضلاً صوفیاً ورعاً	فقیہ فاضل تھے، صوفی متقی تھے،
زاھداً عارفاً شیخ	زاہد عارف تھے، اپنے زمانہ میں
وقتہ فی علم الحقیقۃ والیہ المنتھی	علم طریقت کے شیخ تھے، تربیت
فی تربیۃ المریدین۔	مریدین میں کامل تھے،

شیخ کے مریدین بکثرت تھے، اور کامل و فاضل جو بجائے خود صاحب سلسلہ ہوئے ہیں، مثلاً شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ، شیخ حمید الدین ناگوریؒ، شیخ نجیب الدین علی بزغش وغیرہم،

لہ غالباً غلط اس لئے کہ علم کلام بہرحال دین ہی کی خدمت اور اہم خدمت کے لئے ہے اگر اس کے بجائے فلسفہ کا نام ہوتا تو روایت قرین قیاس ہوجاتی،

متعدد تصانیف چھوڑیں، نام صرف چند کے معلوم ہیں،

۱۔ رشف النصائح،

۲۔ اعلام الہدیٰ فی عقیدۃ ارباب التقی،

۳۔ بہجتہ الاسرار (مناقب غوث اعظم)

۴۔ عوارف المعارف

۱۔ تصنیف

عوارف المعارف کا سنہ تصنیف ۵۶۰ھ ہے، شیخ اس وقت بہت ہی کم سن تھے، تاہم کتاب کو صوفیہ میں پوری طرح حسن قبول حاصل ہے، اور یہ کتاب ہر طبقہ میں مستند سمجھی گئی ہے، بلکہ متاخرین کے سلوک کے علمی حصہ کا بڑا ماخذ کہنا چاہیئے کہ یہی کتاب ہے، اصل عربی میں متعدد بار چھپ چکی ہے، فارسی ترجمے ایک سے زائد ہو چکے ہیں، اُردو میں بھی ترجمہ شائع ہو چکا ہے،

کتاب کے دو حصے ہیں اور ۶۳ باب، ۴۲ باب حصۂ اول میں اور ۲۱ حصہ دوم میں، خطبہ کتاب (آج کی اصطلاح میں، مقدمۂ کتاب) میں حمد و نعت کے بعد ہی سبب تالیف یہ بیان کرتے ہیں کہ گروہ صوفیہ میں انحطاط پیدا ہو چلا ہے، ان کے اعمال فاسد ہوتے جاتے ہیں، ان کے نقال بہت سے پیدا ہو گئے ہیں، اتباع کتاب و سنت کا سررشتہ ہاتھوں سے چھوٹ گیا ہے، اور خلقت حقیقت تصوف کی جانب سے بدگمان ہو چلی ہے،

اس کے بعد ابواب کتاب کی فہرست درج کرتے ہیں، جو اس زمانہ کے دستور سے الگ ایک چیز تھی، اور اس کے خاتمہ پر جنید بغدادیؒ کا یہ قول نقل کرنے کے بعد کہ

"ہمارے اس علم (طریقت) کی بساط سالہا سال ہوئے کہ لپیٹ کر رکھ دی گئی، اور ہم اب اس کے حاشیہ پر گفتگو کر رہے ہیں،

خود بہ صد تاسف و حسرت فرماتے ہیں کہ

بدا هذا القول منه فی وقته	یہ اس وقت ارشاد ہوا تھا، جب کہ
مع قرب العهد بعلماء السلف	وہ وقت علمائے سلف وصلحائے تابعین کے
وصالحی التابعین فکیف بنا مع	قریب تھا، تو اب ہمارے زمانہ
بعد العهد وقلة العلماء	کا کیا بیان ہو جب کہ اس قدر زمانہ
الزاهدین والعارفین بحقائق	اور گزر چکا ہے، اور علمائے زاہدین اور
علوم الدین .	حقائق دین کے عارف کم ہوگئے ہیں،

انحطاط طریق کی یہ صورت ۵۶۰ھ میں تھی، آج ۱۳۶۵ھ ہے، اس آٹھ سو برس میں پستیاں کتنی حد سے گزر چکیں، ان کی تفصیل کے لئے کوئی قلم میں قوت کہاں سے لائے؟

مطالب کتاب کے ایک سرسری واجمالی اندازہ کے لئے عنوانات ابواب پر جستہ جستہ نگاہ کافی ہوگی،

(۱) فی ذکر منشار علوم الصوفیہ (ص ۵-۱۰)

اس میں علم تصوف اور علوم متعلقہ کی ابتدائی تاریخ اور ان کے مبدار اور منشار کا بیان ہے،

(۲) فی ذکر تخصیص الصوفیہ بحسن الاستماع (ص ۱۱-۱۶)

اس میں کلام الٰہی اور کلام رسولؐ کے حسن استماع اور اس کی برکتوں کا ذکر ہے،

(۵) پانچواں باب ماہیت تصوف پر ہے، (ص ۲۹-۳۲)

(۷، تا ۹) یہ تین باب متصوف، ملامتی اور مصنوعی اہل تصوف پر ہیں، (ص ۳۶-۴۴)

(۱۰) یہ باب مرتبۂ مشیخت کی شرح میں ہے، (ص ۴۴-۴۶)

(۱۳، تا ۱۵) یہ تین باب اہل خانقاہ واہل صفہ کی باہمی نسبت وتعلقات کے بیان میں ہیں (ص ۵۵-۶۳)

(۱۶، تا ۱۸) یہ تین باب صوفیہ کے آداب سفر وقیام اور ان کے متعلقات پر ہیں، (ص ۶۳-۷۰)

(۲۱) صوفیہ متجرد ومتاہل کے احوال ومقاصد میں (ص ۸۸-۹۱)

Marfat.com

(۲۲) تا (۲۵) یہ چار باب سماع اور اس کے متعلقات کے آداب و شرائط کے نذر ہیں،
(ص ۹۱-۱۰۹)

(۲۹) و (۳۰) ان دو بابوں میں اخلاق صوفیہ کا بیان ہے (ص ۱۲۰-۱۴۵)

(۳۲) فی آداب الحضرۃ الالٰہیۃ لاہل القرب، (ص ۱۴۷-۱۵۰)

اہل قرب کے آداب حضوری پر ہے،

یہاں جلد اول ختم ہوگئی، آگے جلد دوم کے صفحات کے بند سے ہیں۔

(۳۳) تا (۳۵) تین باب مقدمات طہارت، وضو اور اسرار وضو کے بیان میں ہیں، (ص ۲-۸)

(۳۶) تا (۳۸) نماز اور اس کے فضائل، آداب و اسرار کا بیان ہے، (ص ۸-۲۲)

(۳۹) تا (۴۱) روزہ اور اس کے فضائل و اسرار کا بیان ہے (ص ۲۲-۲۷)

(۴۴) آداب و لباس پر ہے (ص ۳۲-۳۷)

(۴۵) تا (۴۶) فضائل شب بیداری پر اور اسباب معین شب بیداری پر ہیں، (ص ۳۷-۴۱)

(۴۸) عبادات شب کی تقسیم میں ہے، (ص ۴۵-۴۷)

(۵۰) عبادات روز کی تقسیم میں ہے (ص ۵۲-۵۹)

(۵۱) فرائض و آداب مرید پر ہے، (ص ۵۹-۶۵)

(۵۲) فرائض و آداب شیخ پر ہے، (ص ۶۵-۶۹)

(۵۶) معرفت نفس و مکاشفہ، صوفیہ کے بیان میں ہے، (ص ۷۹-۸۸)

(۵۸) حال و مقام کی تشریح اور ان کا فرق، (۹۲-۹۵)

(۶۰) مقامات کی تفصیل اور اس ضمن میں توبہ، صبر، ورع، فقر، شکر، خوف، رجا، توکل و رضا کا بیان، (ص ۱۰۱-۱۱۰)

(۶۱) احوال کی تشریح ہے، (ص ۱۱۰-۱۲۱)

(۶۲) بعض مصطلحات صوفیہ کی تشریح، جمع و تفرقہ، تجلی و استتار، غیبت و شہود، وغیرہ کا بیان (ص ۱۲۱-۱۲۶)

(۶۳) فی ذکر شیٔ من البدایات والنہایات وصحتہا (ص ۱۲۶-۱۳۳)

اکثر اکابر صوفیہ کی طرح شیخ سہروردیؒ بھی کتاب اللہ و سنت رسولؐ پر عبور رکھتے تھے۔

Marfat.com

علوم قرآن کے فاضل اور فقہ و حدیث کے عالم تھے، جو کچھ لکھتے ہیں، اس میں برابر قال اللہ وقال الرسول سے استناد کرتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جو باب اصولی و تعلیمی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں اکثر کا عنوان ہی کسی آیت یا حدیث کو رکھتے ہیں گویا اس باب میں جو کچھ بیان ہوگا وہ قرآن و حدیث ہی سے مستنبط ہوگا، چند مثالیں اس کی بھی قابل ملاحظہ ہیں۔

باب ۲ تقسیم قیام اللیل پر ہے، اس کا عنوان اس آیہ کریمہ کو بنایا ہے، والذین یبیتون لربھم سجداً و قیاماً۔

باب ۳ شرح حال صوفیہ پر ہے، اس کا آغاز اس پورے ارشاد نبوی سے کرتے ہیں،

قال انس بن مالک قال لی	انس بن مالک کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ
رسول اللہ صلعم یا بنی ان غدوت	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فرزند اگر تم صبح اور
ان نصبح و تمسی و لیس فی قلبک	شام اس حال میں کر سکو کہ تمہارے دل میں کسی کی
غش لاحد فافعل ثم قال یا بنی و	طرف سے میل نہ ہو تو ایسا کرو، پھر فرمایا اے فرزند میری
ذلک من سنتی من احیا سنتی	سنت ہے جس نے میری سنت کو زندہ کیا، اس
فقد احیانی و من احیانی کان معی	نے خود مجھے زندہ کیا، اور جس نے مجھے زندہ کیا
فی الجنۃ،	وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا،

باب ۴ ادائے حقوق صحبت و اخوت پر ہے، اس عنوان کو زینت آیات ذیل دے رہی ہیں:۔

۱ وتعاونو علی البر و التقوٰی،

۲ وتواصو بالحق وتواصو بالمرحمۃ،

۳ اشدآء علی الکفار رحماء بینھم،

باب ۵ مقامات سلوک پر ہے، اس کے تحتانی عنوانات میں مقام ورع کا آغاز اس حدیث سے کرتے ہیں، ملاک دینکم الورع

اور مقام خوف کا اس حدیث سے راس الحکمۃ مخافۃ اللہ،

اور مقام رجا کا اس حدیث سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

یقول اللہ عزوجل اخرجوا من النار من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان ثم یقول وعزتی وجلالی اجعل من امن بی فی ساعۃ من لیل او نہار کمن لا یومن بی،

باب ۲ مقدمات و آداب طہارت پر ہے، اس باب کا سرنامہ ذیل کی آیہ شریفہ کو بتاتے ہیں، فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین۔ فیہ رجال

اس وقت یہ جو عام خیال پھیلا ہوا یا پھیلا دیا گیا ہے کہ تصوف وطریقت دین اسلام سے الگ ایک مستقل نظام مذہبی کا نام ہے اور اس خیال کے پھیلانے والوں میں یورپ کے پڑھے لکھے "مستشرق" بھی ہیں، تو اس خیال کی کامل اور قطعی تردید کے لئے اس رسالہ کے پچھلے باب بالکل کافی ہیں، ان میں طاؤس الفقراء، سراج، شیخ علی ہجویریؒ، امام ابوالقاسم قشیریؒ اور شیخ جیلانیؒ کے حوالوں سے یہ پوری طرح ظاہر ہو چکا ہے کہ تصوف اپنی اصلی اور خالص صورت میں اسلام سے الگ ہونا تو کجا، اسی کی کامل ترین صورت کا نام ہے، اور اس میں بیرونی عنصروں کی آمیزش تو اس وقت شروع ہوئی، جب خود تصوف میں انحطاط شروع ہو چکا تھا، اور دین کے ہر شعبہ اور ہر گوشہ میں بدعات داخل ہونے لگی تھیں،

شیخ سہروردیؒ بھی اس باب میں دوسرے اکابر طریقت کے بالکل ہمزبان ہیں، ان کے نزدیک تصفیۂ قلوب اور تزکیۂ نفوس براہ راست تعلیمات مصطفویؐ کا ثمرہ ہے، اور جو شخص اس سرچشمۂ رشد وہدایت سے جتنا زیادہ سیراب ہوا اسی قدر صفائے قلب و تزکیۂ نفس سے بھی وہ زیادہ بہرہ اندوز ہوا، (عوارف ص۹)

تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم کلام، علم الفرائض، معانی و بیان، لغت ونحو، غرض سارے علوم ظاہر جو فہم شریعت میں کام آتے ہیں، اور بہ ظاہر ضد تصوف سمجھے جاتے ہیں، حقیقتاً وہ سب مقدمات ومبادی طریقت کا کام دے سکتے ہیں، (ص۔)

خلقت کی اصل ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے، ساری کائنات اسی کے طفیل میں ہے، اور یہی ذات اقدس دنیا میں علم وہدایت لے کر آئی، پس جو شخص اپنی پاکیزہ طینتی کے لحاظ سے جتنا زیادہ قرب ومناسبت اس جوہر گرامی سے رکھتا ہے، اسی قدر وہ علم وہدایت سے

بہرہ اندوز ہوتا ہے، اور دوسروں کی ہدایت کا باعث بنتا ہے، یہی گروہ، گروہ صوفیہ ہے، یا قرآن کی اصطلاح میں گروہ مقربین، (صـ ۹ و ۱۰)

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے :-

فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه اولئک الذین هداهم الله و اولئک هم اولوا الالباب - (زمر ع ۲)	اے پیمبرا آپ ہمارے ان بندوں کو مژدہ پہنچا دیں جو ہمارے کلام کو حسن استماع کے ساتھ سنتے اور اس کی اچھی باتوں پر چلتے ہیں، یہی لوگ جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے، اور یہی لوگ صاحب عقل سلیم ہیں،

گویا ہدایت کا اصل راز حسن استماع ہے، پھر صوفیہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ آیت بالا کے لفظ "اولوالالباب" میں جس شے کو "لب" یا دانش سے تعبیر کیا ہے، اس کے کل حصے سو ہیں، ان میں سے ننانوے حضرت رسالتؐ کے حصہ میں آگئے، باقی ایک حصہ تمام کائنات کے مومنین پر تقسیم ہوا ہے، یہ مقدار بجائے خود اکیس حصوں پر شامل ہے، اس کے ایک حصہ یعنی کلمہ شہادت میں سب کلمہ گو برابر کے شریک ہیں، رہے باقی بیس حصے، سو اُن میں مومنین بہ لحاظ اپنی قوت ایمانی کے ایک دوسرے سے برتر و فروتر ہیں، آیۂ بالا میں جس اَحْسَنُ الْقَوْل کا ذکر ہے، وہ وہی ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، پس جو شخص اس کے اتباع اور اس کے حسن استماع میں جتنا زیادہ انہماک رکھے گا، اسی قدر وہ صفت تقرب سے زیادہ موصوف ہوگا، اور اسی صفت رکھنے والے کا نام صوفی ہے (صـ ۱۳)

اور یہ جو کلام مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ

یا ایها الذین امنوا استجیبوا لله وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم - (انفال - ع ۲)	اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسولؐ کی دعوت کو بہ گوشِ ہوش قبول کرو، جب رسولِ خدا تمہیں اس امر کی جانب دعوت دیتے ہیں جو تم میں نئی روح پھونکتا ہے۔

سو شیخ واسطیؒ نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ زندگی سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے کو

Marfat.com

تمام علائق سے لفظاً وعملاً ہر طرح آزاد کرلے، اور بعض صوفیہ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ

استجیبوا اللہ بسرائرکم وللرسول بظواھرکم فحیاۃ النفوس بمتابعۃ الرسول صلعم وحیاۃ القلوب بمشاھدۃ الغیوب وھو الحیاء من اللہ تعالیٰ برویۃ التقصیر۔ (ص ۲۳)	اللہ کی دعوت قبول کرو اپنے باطن سے اور رسول کی دعوت اپنے ظاہر سے، اس لئے کہ نفوس کی حیات عبارت ہے پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور قلوب کی حیات عبارت ہے مشاہدۂ غیب سے جس کے معنی یہ ہیں کہ گناہ کے مواجہہ میں حق تعالیٰ سے شرم کی جائے،

ان مقدمات سے صرف ایک ہی نتیجہ نکل سکتا تھا اور وہی شیخ نے نکالا ہے یعنی تصوف نام ہے قولاً، فعلاً، حالاً ہر حیثیت سے اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا (ص ۲۶) اور اسی پر مداومت سے جب اہل تصوف کے نفوس مقدس ہو جاتے ہیں، حجابات اٹھ جاتے ہیں، اور ہر شے میں اتباع رسول ہونے لگتا ہے، تو اب حق تعالیٰ ان سے محبت کرنے لگتا ہے، اس لئے کہ وعدہ الٰہی موجود ہے،

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔	کہ اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا،

پیروی رسول عین محبت الٰہی کی علامت ہے اور پیروی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صلہ بھی محبت الٰہی قرار دیا گیا ہے،

فاوفر الناس حظاً من متابعۃ الرسول اوفرھم حظاً من محبۃ اللہ تعالیٰ والصوفیہ من بین طوائف الاسلام ظفروا بحسن المتابعۃ۔ (ص ۲۶)	پس جو شخص جتنا زیادہ متبع رسول ہے، اسی قدر زیادہ وہ محبت الٰہی کا بھی حصہ دار ہے، اور صوفیہ ہی نے اسلامی گروہوں میں سب سے بڑھ کر اتباع رسول کیا ہے،

Marfat.com

حیات نبویؐ کے جتنے بھی شعبے ممکن ہیں، ان سب میں صوفیہ ہی نے سب سے بڑھ کر اتباع سنتِ نبویؐ کا حق ادا کیا ہے، مثلاً اعمال نبویؐ میں کثرت عبادات و قیام تہجد و نوافل و صوم و صلوٰۃ کا اور اخلاق نبویؐ میں عفو و حلم و رافت و رحمت و حیا و تواضع کا اور اقوال نبویؐ میں مدارات و نصیحت کا اور احوال نبویؐ میں زہد و توکل، صبر و رضا، خشیت و ہیبت کا، تو گویا گروہ صوفیہ

فاستوفوا جمیع اقسام المتابعۃ و یواستۃ باقصی الغایات ۔ (ص۲۷)

نام ہے اس گروہ کا جس نے ہر قسم کی پیروی رسولؐ کا حق ادا کر دیا اور سنتِ رسولؐ کو انتہائی درجہ تک زندہ کر دیا،

بس یہی گروہ صوفیہ صافیہ درحقیقت اس بشارت عظیم کا بھی اہل ہے، جو حدیث نبویؐ میں وارد ہوئی ہے کہ،

من احیا سنتی احیانی و من احیانی کان معی فی الجنۃ ۔

جس نے میرے طریقے کو زندہ کیا، اس نے مجھے زندہ کر دیا، اور جس نے مجھے زندہ کر دیا، وہ میرے ہمراہ جنت میں ہوگا،

شیخ عبدالواحد بن زیدؒ صوفیۂ قدیم کے ایک مسلّم سرخیل ہوئے ہیں، ان سے لوگوں نے صوفی کی تعریف دریافت کی تو انہوں نے کہا، کہ

قال القائمون بعقولھم علیٰ فھم السنۃ و العاکفون علیھا بقلوبھم و المغصمون بسیدھم من شر نفوسھم ھم الصوفیۃ ،

جو لوگ سنتِ رسولؐ پر اپنی عقل کو صرف کرتے ہیں، اور اپنے قلب سے متوجہ رہتے ہیں، اور اپنے نفس کی خباثت سے اپنے سرور و سردار کے دامن میں پناہ لیتے ہیں، وہی صوفیہ ہیں،

شیخ سہروردیؒ اس تعریف کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

ھذا وصف تام وصفھم بہ ۔

یہ ان کی بہترین تعریف ہے جو کی گئی،

قدیم اکابر طریقت "نسبی" دلیل اور اس کے مفہوم سے بیگانہ نہ تھے، اُن کا فرمانا تو یہ تھا کہ

ومرتبة المشيخة من اعلى الرتب فی طريقة الصوفية ونيابة النبوة فی الدعاءُ الی الله۔ (ص۴۵)	شیخ ہونے کا مرتبہ تو طریق تصوف میں ایک اعلیٰ مرتبہ ہے، اور شیخ دعوت الی اللہ میں پیمبر کا نائب ہوتا ہے،

استحقاق کا معیار بجائے "بزرگ زادگی" کے اپنی ذاتی پیروی راہ حق اور اتباع مسلک خیر تھا،

وکثیراً کان شیخنا شیخ الاسلام ابو النجیب یقول ولدی من سلك طريقی واهتدی بهدی۔ (ص۴۵)	ہمارے شیخ، شیخ الاسلام ابو النجیب سہروردی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرا فرزند وہی ہے جو میرے طریقہ پر چلے، اور میری راہ ہدایت اختیار کرے۔

پھر شیخ ہو جانے کے بعد مرتبۂ کمال کا معیار بھی وہی اتباع و اقتدائے رسول ہے، اگر شیخ کی یہ نسبت اقتدار و اتباع درست ہے، تو حسب وعدۂ قرآنی وہ اللہ کی نظر میں محبوب ہوگا، (ص۴۵)

آج بہت سے "بزرگوار" اپنے کو "ملامتی" اور "قلندری" اور "رسول شاہی" مشہور کئے ہوئے ہیں، فرائض شرعی کو اپنے سے ساقط سمجھے ہوئے ہیں، ارتکاب منہیات میں جری ہیں، اور اپنی وضع قطع، اخلاق و معاشرت، قول و فعل سے الٹی احکام شریعت کی تحقیر ہی کیا کرتے ہیں! ــــ ملامتیہ اور قلندریہ تاریخ تصوف کے کوئی نو پیدا فرقے نہیں، ان کا وجود شیخ کے زمانہ میں بھی تھا، بلکہ شیخ تو نفس طریق ملامتیہ کی عظمت کے پوری طرح قائل ہیں، لیکن اس طریق کی تشریح بھی تو اُن کی زبان سے سنیئے :-

انه حال شریفٌ ومقامٌ عزیزٌ وتمسك بالسنن والآثار وتحقق بالاخلاص۔ (ص۲۱)	یہ ایک معزز حال ہے، اور بلند مقام ہے، یہ سنت نبوی و آثار صحابہ سے تمسک اور مرتبۂ اخلاص کے تحقق کا نام ہے،

Marfat.com

ملا جامی بہت بعد کے شخص ہیں، لیکن شیخ کے اسی نکتۂ اجمال کی شرح و توضیح وہ بڑی خوبی سے اپنی زبان سے کرتے ہیں، بہتر ہوگا کہ اس متن کے ساتھ اس کی شرح بھی ملاحظہ کرتے چلئے:۔

واما ملامتیہ جماعتے باشند کہ در رعایت معنی اخلاص و محافظت قاعدۂ صدق و اختصاص غایت جہد مبذول دارند و در اخفاے طاعات وکتم خیرات از نظر خلق مبالغت واجب دانند باآنکہ ہیچ دقیقہ از صوالح اعمال مہمل نگزارند و تمسک بہ جمیع فرائض ونوافل از لوازم شمرند و مشرب ایشاں در کل اوقات تحقیق معنی اخلاص بود، ولذت شاں در تفرد نظر حق بہ اعمال و احوال ایشاں وہمچناں کہ عاصی از ظہور معصیت پرحذر بود ایشاں از ظہور طاعت کہ مظنۂ ریا باشد حذر کنند تا قاعدۂ اخلاص خلل نہ پذیرد، (نفحات الانس، (ص ۹۵ ، طبع کلکتہ)

ملامتیہ اس فرقہ کو کہتے ہیں جن کی انتہائی کوشش مرتبۂ صدق و اخلاص کے برقرار رکھنے کی ہوتی ہے اکر ریا و نمائش کی ہوا بھی اعمال و طاعات میں نہ لگنے پاتے) اور وہ طاعات و حسنات کو نظر خلائق سے مخفی رکھنے میں انتہائی کوشش کر ڈالتے ہیں، درآنحالیکہ کوئی جزیہ بھی وہ اعمال صالح میں سے نہیں چھوڑتے ہیں، اور سارے فرائض اور نوافل کے بجا لانے کا انتہائی اہتمام رکھتے ہیں، اور ان کا مسلک یہ ہے کہ ہر وقت حسن اخلاص کے تحقق میں لگے رہتے ہیں، اور انہیں لذت اسی میں آتی ہے کہ ان کے اعمال و احوال پر صرف خالق کی نظر رہے اور وہ اپنی طاعت کو نظر خلائق سے چھپانے میں ایسا ہی اہتمام رکھتے ہیں جیسا دوسرے لوگ اپنی معصیت کو چھپانے میں کہ کہیں اخلاص کامل میں دھبہ نہ لگ جائے اور شائبہ ریا نہ شامل ہو جائے،

معاذ اللہ! کہاں یہ اخلاص مجسم اور پیکر طاعت و تقویٰ گروہ اور کہاں ترک احکام شریعت کا انتساب! ——— ،، کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہو گیا،

لیکن بہروپیوں، ریاکاروں، سوانگ بھرنے والوں کی دنیا کچھ آج سے نہیں

Marfat.com

شیخ ہی کے زمانے سے آباد ہے،

فمن ذالك قوم يسمون نفوسهم	یہ لوگ کبھی اپنے کو قلندریہ اور کبھی
قلندرية تارةً وملامية	ملامتیہ مشہور کرتے ہیں،

اخریٰ (ص۴۱) ۔

اس کے بعد شیخ نے ملامتیہ، قلندریہ اور صوفیہ کے حدود الگ الگ ظاہر کرکے پھر آگے لکھا ہے کہ

"گمراہوں کے ایک گروہ نے اپنے کو ملامتیہ مشہور کر رکھا ہے، اور صوفیہ کا لباس پہن رکھا ہے، تاکہ اس کا بھی شمار صوفیوں میں ہو، حالانکہ انہیں کوئی لگاؤ بھی صوفیہ سے نہیں، بلکہ یہ لوگ دھوکے اور گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں، اور صوفیوں کا لباس کبھی اپنے کو بچانے کے لئے اور کبھی کسی دوسرے دعویٰ کے ساتھ پہنتے ہیں، اور اہل اباحت[1] کی راہ چلتے ہیں، اس زعم میں پڑے ہوتے کہ ان کے ضمیر اللہ کی جانب راجع اور خالص ہوگئے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہی کامیابی مقصود ہے، اور یہ کہ شریعت کی پابندیاں تو عوام کے لئے ہیں، جن کی عقلیں کوتاہ ہیں اور جو تقلید و اقتدار کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں،

یہ عین الحاد اور زندقہ اور جہل ہے، یہ فریب میں پڑا ہوا گروہ اس حقیقت سے جاہل ہے، کہ شریعت نام ہے حق عبودیت کا اور حقیقت عبودیت ہی ہے، اور جو شخص اہل حقیقت سے آگاہ ہوگا، وہ حق عبودیت اور حقیقت عبودیت میں مقید ہوگا، (ص۴۲)

ایسے ہی بیدینوں کے باب میں حضرت عمر فاروق رضؓ کا یہ قول فیصل موجود ہے کہ

ان اناساً كانوا يوخذون بالوحي	عہد رسالت میں تو لوگوں سے مواخذہ وحی
على عهد رسول الله صلى الله	کی بنا پر کیا جاسکتا تھا، لیکن اب جب کہ
عليه وسلم وان الوحي قد	سلسلہ وحی منقطع ہو چکا ہے، اب ہم تم سے
انقطع وانما ناخذكم الآن بما	مواخذہ تمہارے اعمال ہی کی بنا پر کریں
ظهر من اعمالكم فمن اظهر	گے، بس جس کے اعمال خیر ہم پر ظاہر ہوں
لنا خيراً امناه وقربناه وليس الينا	گے ہم اسے قبول کریں گے اور اس سے

---

[1] زندیقوں کا وہ فرقہ جو کسی چیز کے حرام ہونے کا عملاً قائل ہی نہیں۔

Marfat.com

من سریرۃ شئ اللہ تعالیٰ
یحاسبہ فی سریرتہ ومن
اظہر لنا سوی ذٰلك لم نامنہ
وان قال سریرتی حسنۃ،

قربت کریں گے، ہمیں اس کے باطن سے
کچھ غرض نہیں، اس کے باطن کا حساب
کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اگر اس
کے اعمال (خیر کے علاوہ، دوسری صورت میں
ہم پر ظاہر ہوئے، تو ہم اسے قبول نہیں کریں گے
خواہ وہ کتنا ہی کہے کہ میرا باطن آراستہ ہے،

فاروق اعظمؓ ہی کا ایک دوسرا ارشاد بھی ہماری رہبری و رہنمائی کے لئے موجود ہے،

فاذا رأینا متهاونًا بحدود
الشرع مهملاً للصلوات المفروضات
لا یعتد بحلاوۃ التلاوۃ والصوم
والصلوٰۃ و یدخل فی المداخل
المکروھۃ المحرمۃ نردہٗ و
لا نقبلہ ولا نقبل دعواہ ان
لہ سریرۃ صالحۃ۔

جب ہم کسی کو دیکھیں گے حدود شرع کی طرف
سے غیر متوجہ، اور نماز فرض کو چھوڑنے
ہوئے، اور یہ کہ وہ تلاوت قرآن اور روزہ
اور نماز سے لذت نہیں پاتا اور وہ حرام و
مکروہ مقامات میں در آتا ہے تو ہم اس سے
انکار کریں گے اور اس کے اس دعوی کو
قبول نہ کریں گے کہ وہ باطن تو صالح
رکھتا ہے،

جنید بغدادیؒ ایک مرتبہ معرفت الٰہی پر گفتگو کر رہے تھے، ایک شخص نے سوال کیا کہ آیا اہلِ معرفت ترک اعمال صالحہ کے مقام تک بھی پہنچ سکتے ہیں؟ حضرت جنیدؒ نے طیش و برہمی کے ساتھ ارشاد فرمایا،

ان ھذا قول قوم تکلموا
باسقاط الاعمال و ھو عندی
عظیمۃ والذی یسرق و یزنی احسن
حالاً من الذی یقول ھذا و ان
العارفین باللہ اخذوا الاعمال

یہ اُس گروہ کا قول ہے جو ترک اعمال
کا قائل ہے، میرے نزدیک یہ بہت
بڑی بے باکی ہے، اور جو چوری کرتا
ہے اور زنا کرتا ہے، اس کا بھی حال اس
قول کے اختیار کرنے والے سے بہتر ہے

Marfat.com

من الله و الیه یرجعون فیها و لو تبیت الف عام لم انقص من اعمال البر ذرة الا ان تحال بی دونها و انها الاکد فی معرفتی و اقوی لحالی۔

عارفوں نے اپنے اعمال اللہ تعالیٰ سے حاصل کئے ہیں، اور ان ہی اعمال کے ساتھ وہ اس کی جانب واپس ہوں گے، میری عمر تو ایک ہزار سال کی ہو جب بھی میں ان اعمال خیر سے ایک ذرہ کم نہ کروں بجز اس کے کہ کوئی میرے اور ان کے درمیان حائل ہو جائے اور یہ اعمال تو میری معرفت کے لئے موکد اور میرے حال کے لئے موجب تقویت ہیں،

اور یہ جنیدؒ "سید الطائفہ" ہوتے ہیں،

لیجئے شیخ نے اپنے علاوہ سند اپنے سید کی اور ان سید کے بھی سید عمر فاروقؓ کی پیش کر دی، اب اس کے بعد بھی کوئی اور درجہ باقی رہ جاتا ہے؟

Marfat.com

باب ۶ [1]

فوائد الفواد

(خواجہ نظام الدین اولیاء سلطان المشائخ)

اب تک جن بزرگوں اور ان کی تعلیمات و ہدایت سے تعارف ہوا وہ سب ہندوستان سے باہر کے تھے، اور اکثر کی تو سکونت بھی باہر ہی رہی اب ایک ایسے بزرگ کے درس و ہدایات کا سامنا ہے جو ہندوستان ہی کی خاک سے اُٹھے، اور اسی سرزمین میں اپنی ساری زندگی گذاری، اور اتفاق سے زمانہ بھی وہ پایا، جب ہندوستان کا اسلام ہندویت اور ہندیت سے اچھا خاصہ متاثر ہو چکا تھا، اور مسلمانوں کو یہاں رہتے سہتے کئی صدیاں گزر چکی تھیں،

چھٹی صدی ہجری میں بخارا سے دو سید زادے سید علی اور سید عرب ہندوستان وارد ہوئے، قیام پہلے لاہور میں کیا، پھر آج کل کے صوبۂ متحدہ کے شہر بدایوں میں، اور یہیں مستقل سکونت اختیار کرلی، بدایوں اس وقت عالموں اور درویشوں کا شہر تھا، اور اس مناسبت سے قبۃ الاسلام کہلاتا تھا، ایک کے صاحبزادہ سید احمد کا عقد دوسرے کی صاحبزادی بی بی زلیخا کے ساتھ ہوا، اور اس عقد

---

[1] :- (۱) سیر الاولیاء (میر خورد دہلوی)
(۲) راحت القلوب (ملفوظات خواجہ فرید)
(۳) فوائد الفواد (ملفوظات خواجہ نظام مرتبہ میر حسن سنجری)
(۴) راحتہ المحبین (" " مرتبہ امیر خسرو)
(۵) افضل الفوائد (" " " ")
(۶) در نظامی (غیر مطبوعہ) (ملفوظات خواجہ نظام مرتبہ شیخ علی محمود جاندار)
(۷) تاریخ فیروز شاہی (ضیاء برنی)
(۸) اخبار الاخیار (شیخ عبد الحق دہلوی)
(۹) نفحات الانس (ملا جامی)

کا ثمر، اس ہستی کے قالب میں ظاہر ہوا، جس پر خاک بدایوں ہی کو نہیں خاک ہند کو ناز ہے،
ولادت ۲۷ صفر ۶۳۶ھ کو ہوئی، والدین نے نام فخر کائنات کے اسم مبارک پر محمد رکھا، شہرت عام کی زبان نے نظام الدین اولیار کہہ کر پکارا، اولیائے معاصرین کی زبانیں نظام الاولیار، نظام الحق والدین، سلطان المشائخ اور محبوب الٰہی کے القاب پر کھلیں،

شجرۂ نسب پدری و مادری دونوں سلسلوں سے بہ واسطہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے، عمر کا پانچواں سال تھا کہ سایہ پدری سر سے اٹھ گیا اور عرب کے یتیم کی امت کا یہ گوہر بے بہا بھی یتیم رہ گیا، والد ماجد حضرت سید احمد ایک متقی و مقدس بزرگ تھے، مزار بدایوں میں اس وقت تک زیارت گاہ خلائق ہے، اب تربیت کی ذمہ داری والدہ ماجدہ بی بی زلیخا پر پڑی، یہ اپنے زہد و تقویٰ کے لحاظ سے اپنے وقت کی رابعہ بصریہ تھیں، مزار نواح دہلی میں اب بھی عقیدتمندوں کا مرجع ہے،

تذکروں میں ہے کہ صاحب نسبت و مستجاب الدعوات تھیں، دعاؤں کے تیر ہدف مراد تک پہنچ کر رہے، کشف تکوینی بھی حاصل تھا، آیندہ واقعات بارہا منکشوف ہو جاتے، آخری مرض میں مبتلا ہوئیں، تو کھانا پانی سب چھوڑ دیا، ہر وقت گریہ طاری رہتا، جمادی الاولیٰ کی آخری تاریخ کی شام تھی، نیا چاند دیکھ کر صاحبزادہ حسب دستور سلام کے لئے والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوتے، فرمایا "بیٹے اگلے مہینہ کس کے سلام کو آؤ گے، اور کون دعائیں دے گا؟" لخت جگر کو معلوم ہو گیا کہ سر سے یہ سایہ بھی اٹھا چاہتا ہے، رو کر عرض کی کہ "اماں جان ہم کو کس پر چھوڑے جاتی ہو؟" فرمایا کہ "اس کا جواب صبح کو لینا، اس وقت جا کر شیخ نجیب الدین متوکل کے ہاں سو رہو" رات میں نیند کسے آتی، صبح سویرے گھر کی خادمہ دوڑی ہوئی پہنچی، کہ فوراً بلایا ہے، دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے، ماں نے پوچھا "بٹیا رات کو خوش رہے تھے" رو کر اور قدموں پر گر کر عرض کی کہ "اماں جان میری خوشی تو آپ کی سلامتی کے ساتھ ہے" فرمایا "اب وقت ہے کہ کل کی بات کا جواب لو" یہ کہہ کر ان کا داہنا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا، اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا پروردگار اس دکھیارے بے کس کو تیرے سپرد کرتی ہوں" یہ کہا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی،

اللہ کو سونپا ہوا بچہ، بیکس و لاوارث نہیں رہ سکتا تھا، ذہانت، ذکاوت، فہم صحیح، شوق

Marfat.com

علم، حافظہ، یہ سب خداداد نعمتیں بچپن سے موجود تھیں، حفظ قرآن مجید کے بعد دوسرے علوم شروع کئے، اور اکثر میں پوری دستگاہ بہم پہنچائی، بدایوں خود ہی کاملین فن کا مرکز تھا، مزید ذوق علم کی کشش یہاں سے دہلی لائی، اور یہاں باقی علوم کی بھی تکمیل ہو گئی، دستار بندی بدایوں میں ہو چکی تھی، دہلی میں آکر فقہ و حدیث کی بھی باضابطہ سند و اجازت حاصل ہوئی، علوم و فنون میں بحث و گفتگو کا بڑھا ہوا شوق دیکھ کر طلبہ و علماء کے حلقہ میں نام نظام الدین بحاث پڑ گیا،

ادھر علوم ظاہری میں یہ انہماک جاری تھا، ادھر فطرت مسکرا کر ایک دوسری ہی زندگی کے لئے تیار کر رہی تھی، قیام ابھی بدایوں ہی میں تھا، اور سن بھی ۱۲ سال کے اندر ہی کہ ایک قوال کی زبان سے حضرت خواجہ فریدگنج شکرؒ کے وہ کمالات سننے میں آئے کہ دل غائبانہ عقیدت کا مسکن ہو گیا، یہاں تک کہ ہر نماز کے بعد یا فریدؒ کا ورد شروع ہو گیا تھا، دہلی آتے ہوئے راستے میں حضرت موصوف کے اور بھی تذکرے سنے، اشتیاق بڑھا، دہلی پہنچے تو پڑوس شیخ نجیب الدین متوکل کا ملا، وہ خود حضرت فریدؒ کے خلیفہ اور عزیز خاص تھے، آپ کے ذریعہ سے جو حالات و کمالات سُنے، انھوں نے شوق و عقیدت کی آگ کو اور تیز کر دیا، یہاں تک کہ ایک روز جامع مسجد دہلی میں ایک خوش لحن قاری کی زبان سے آیۂ کریمہ

الم یان للذین آمنوا ان تخشع	کیا ابھی ایمان والوں کے لئے وقت نہیں
قلوبھم بذکر اللہ	آیا کہ ان کے قلب ذکر الٰہی کے آگے جھک جائیں

سن کر دل بے چین ہو گیا، اور جی میں ٹھن گئی کہ ترک علائق کر کے مرید ہو جائے،

لوگوں نے مشورہ شیخ نجیب الدین سے بیعت ہو جاؤ کا دیا، مگر خود شیخ نے فرمایا کہ مرید ہونا ہے تو وقت کے دو بزرگوں میں سے کسی سے بیعت ہو جاؤ، ایک حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ، دوسرے حضرت بابا فرید اجودھنیؒ، دوسرے ہی دن آپ دہلی سے چل کھڑے ہوئے لیکن دل اب بھی ذرا متردد تھا کہ راستہ اجودھن اور ملتان میں سے کہاں کا اختیار کیا جائے؟ آخر ایک شب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، اور حکم ملا کہ "اجودھن کا راستہ اختیار کرو" عمر کے بیسویں سال ۱۵ رجب ۶۵۵ھ کو اس سفر کی آخری منزل ختم ہوئی بعد ظہر خواجہ فریدؒ کی خدمت میں حضوری ہوئی، جذبہ اشتیاق ادھر سے بھی زوروں پر تھا، اسلام میں خود ہی سبقت

Marfat.com

فرمائی گئی اور نظر پڑتے ہی یہ شعر زبان مبارک پر آیا ؎

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

بیعت کے ساتھ خلعت خلافت بھی مرحمت ہوئی، اور ارشاد ہوا کہ نظام الدین "میں تو ولایت ہندوستان کسی اور کو دینا چاہتا تھا کہ غیب سے ندا آئی کہ انتظار کرو، نظام بدایونی آرہا ہے، اور وہی اس ولایت کے لائق ہے"

مرشد کی خدمت میں ایک عرصہ تک سرگرم رہنے کے بعد حسب الحکم دہلی واپس ہوتے، اور مجاہدوں اور ریاضتوں میں مصروف ہوگئے، اخفاے حال کا اس قدر اہتمام تھا کہ جہاں ایک جگہ قیام فرمانے کے بعد لوگوں کو بزرگی کا کچھ پتہ چل سکے، مکان تبدیل فرمادیتے اور کسی دوسرے محلہ میں اٹھ جاتے، بالآخر جب خلقت کا ہجوم زیادہ رہنے لگا، تو اشارہ غیب پاکر شہر سے باہر جنوب میں غیاث پور میں سکونت اختیار فرمائی، اور یہیں آخر عمر تک قیام رہا، یہ وہی مقام ہے جو اب بستی نظام الدین اولیار کہلاتا ہے،

ابتدائی زمانہ پیر و مرشد کی سنت میں بڑی تنگی و تنگدستی کا گزرا، شروع میں کئی سال تک یہ حال رہا کہ مسلسل کئی کئی دن تک کوئی آمدنی کہیں سے نہ ہوتی اور فقر و فاقہ کی نوبت رہتی، چند سال بعد مرشد کی دعا سے یا جیسا کہ دوسری روایتوں میں ہے، کسی مجذوب کی توجہ کی برکت سے اس کے برعکس فارغ البالی پیدا ہوئی، اور وہ بھی اس شدت سے کہ اچھے اچھے دنیا دار رئیسوں کو رشک آنے لگا، باورچی خانہ دن رات گرم رہتا تھا، لنگر ہر وقت جاری تھا، مہمان خانہ مہمانوں کے ہجوم سے پُر رہتا تھا، اور مہمانداری کا خرچ کئی ہزار ماہوار کا تھا، اس امارت و ریاست کے ساتھ اس درویش کی اپنی یہ حالت تھی کہ سال کے سال برابر روزے رہا کرتے تھے، اور افطار و سحر کے وقت موٹے قسم کی غذا اور وہ بھی قلیل مقدار میں تناول فرماتے تھے، غرض یہ کہ "خوش خوری" اور "طباخی" کے جتنے بھی انتظامات تھے، دوسروں کے لئے تھے، اپنی ذات کے لئے اصلا نہیں، خادموں پر تاکید رہتی تھی کہ جو کچھ آتا رہے روزانہ سب نکلتا بھی رہے، اور جمع مطلق نہ ہونے پائے، جمعہ کے دن اس کا اہتمام اور زیادہ ہوجاتا تھا اور جب تک توشہ خانہ مال اور غلہ سے بالکل صاف نہ کرا دیا جاتا، نماز جمعہ کے لئے تشریف نہ لے جاتے،

Marfat.com

نکاح کی نوبت نہیں آئی، ساری عمر تجرد میں گزری، ایک بہن تھیں، ان کی اولاد کا سلسلہ نسل بحمد اللہ جاری ہے اور خاندان کا سلسلۂ نسل اسی ذریعہ سے قائم ہے،

خلق کا رجوع، تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ بڑی ہی کثرت سے رہا، عوام، درویش، امرا، وزرا، سب ہی اس شمع کے پروانے تھے، لیکن آپ کے استغنار کا یہ عالم تھا کہ خود کسی امیر و وزیر کے ہاں تشریف نہیں لے گئے، شکایتیں دربار شاہی تک پہنچیں اور فرمان سلطانی پہنچا کہ کبھی کبھی دربار میں حاضری ہوتی رہے، لیکن ایسے فرمان کی کبھی تعمیل نہیں کی گئی، اس طریق عمل سے بارہا عتاب سلطانی کی نوبت آئی، بلکہ کبھی کبھی سخت خطرے بھی پیش آگئے، لیکن جو گردن صرف رب الارباب کے آگے جھکنے کے لیے خلق ہوئی تھی، وہ کبھی کسی گردن کش سلطان و فرماں روا یا امیر و وزیر کے آگے کیسے جھک جاتی، دہلی کے تخت پر جب قطب الدین مبارک شاہ بیٹھا (۱۶، ھ/۱۳۱۶ء) تو روایت ہے کہ حاسدوں اور دراندازوں کے کہنے سننے میں آکر حضرت شیخ سے عناد رکھنے لگا، پہلے قسم قسم کی سختیاں کیں، اس کے بعد اس پر اصرار کیا، کہ اگر ہر ہفتہ نہیں تو کم از کم ہر مہینہ چاندرات کو دوسرے "مشائخ" وقت کی طرح شیخ بھی ضرور ایوان شاہی میں حاضر ہوا کریں، معتقدوں اور مریدوں نے معاملہ کی نزاکت اور غضب سلطانی کی اہمیت کا اندازہ کر کے برمنت والحاح عرض کی کہ کم از کم ایک مرتبہ تو بادشاہ کی خوشی پوری کر دی جائے، یہاں تک کہ شوال کا مہینہ ختم ہوا اور ذیقعدہ کی چاندرات آگئی، لیکن عین اُسی شب میں بادشاہ کے منظور نظر غلام خسرو خاں نے اپنے خنجر سے بادشاہ ہی کا کام تمام کر دیا،

ہجوم خلائق سے یہ نہ ہوتا کہ کبھی ذکر و شغل میں فرق پڑ جائے، ساری ساری رات عبادت اور ریاضت کی نذر ہو جاتی، جب حجرہ کا دروازہ کھلتا تو دیکھنے والے دیکھتے کہ شب بیداری سے ایک عجب قسم کی روحانی و نورانی مستی چہرہ پر پیدا ہو گئی ہے! ——

مرید خاص و مخلص با اختصاص امیر خسروؒ کا یہ شعر ایسے ہی کسی مرقع کی منظر کشی کر رہا ہے ؎

تو شبانہ می نمائی بہ برکہ بودی امشب — کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد

عمر شریف اسی سے اوپر ہو چکی تھی، اس سن پر بھی وہی مداومت صوم کا معمول جاری رہا، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے الفاظ میں

Marfat.com

حق تعالیٰ اورا قبولے تام داد وخاص وعام را بوے رجوعے شد وابواب فتوح بروے مفتوح گشت وعالمے از موائد احسان و انعام او تمتع گرفتند و او خود بر ریاضت و مجاہدہ می بود، گویند کہ او اخر عمر کہ سن شریفش از ہشتاد تجاوز شدہ بود بہ غایت مجاہدہ پیش گرفتہ بود وصوم دوام داشتے، و بہ وقت افطار اندک چیزے چشیدے وطعامیکہ وقت سحر بودے اکثر چناں بودے کہ نخوردے، خادم عرضہ داشت کردے کہ مخدوم وقت افطار طعام کمتر میخورند اگر از طعام سحر اندک تناول نہ کنند حال چہ شود و ضعف قوت گیرد، دریں محل بگریستے و گفتے کہ چندیں مسکیناں و درویشاں در کنجہائے مساجد و دوکانہا گرسنہ وفاقہ زدہ افتادہ اند ایں طعام در حلق من چگونہ فرو رود و ہمچناں طعام از پیش بر می داشتند؟

حق تعالیٰ نے آپ کو نہایت مقبول بنا دیا، اور خاص و عام سب کا رجوع آپ کی طرف ہو گیا، آپ پر فتوحات کا دروازہ کھل گیا، اور ایک عالم آپ کی مہماں نوازی اور عنایتوں سے سیراب ہونے لگا، لیکن آپ خود برابر ریاضت و مجاہدہ میں لگے رہے، یہاں تک کہ آخر عمر میں جب سن شریف اسّی سے متجاوز ہو چکا تھا، آپ انتہائی مجاہدوں میں مشغول رہتے تھے اور صوم دوام رکھتے تھے، افطار کے وقت بہت قلیل غذا ہوتی اور سحر بھی اکثر ایسا ہوتا کہ نہ کھاتے، خادم عرض کرتے کہ افطار ہی کے وقت کیا غذا ہوئی تھی، اگر سحری بھی چھوٹ گئی تو ضعف و نقاہت سے کیا حال ہو گا، یہ سن کر مخدوم رونے لگتے، اور فرماتے کہ اتنے فقیر اور محتاج مسجدوں اور دوکانوں میں بھوکے اور فاقہ سے پڑے ہیں، میرے حلق سے نوالہ کیوں کر اتر سکتا ہے یہ فرماتے اور کھانا سامنے سے ہٹا دیتے،

کثرت عبادت کی یہ حالت تھی کہ ساری ساری رات نماز کی نظر ہو جاتی، نماز جماعت کا یہ اہتمام تھا کہ ۸۵-۹۰ سال کی عمر میں، ضعف و لاغری کے باوجود بالاخانہ سے شریک جماعت ہونے کے لئے اتر کر نیچے تشریف لاتے، کثرتِ صوم کا یہ عالم تھا کہ عمر گویا روزہ ہی میں گزار دی، پانچ ممنوع دنوں کو چھوڑ کر سال کا سال روزہ ہی میں گزرتا، عمر کی زیادتی کے ساتھ غذا میں کمی فرماتے گئے، یہاں تک کہ ضعیفی کے زمانہ میں خادم جب کھانا پیش کرتے تو آپ کبھی ایک روٹی، کبھی آدھی روٹی یا کوئی بدذائقہ ترکاری (جیسے کریلا) نوش فرمالیتے، اور باقی سب لذیذ و نفیس غذائیں دسترخوان پر بیٹھنے والوں کے آگے پیش کر دیتے، اور انہیں اصرار کر کے کھلاتے ——— اپنی حالت گرسنگی اور سیری خواب و بیداری کی تقریباً ایک ہی ہو کر رہ گئی تھی،

معمول یہ تھا کہ دن بھر کے روزہ کے بعد، بعد مغرب بالاخانہ پر تشریف لے جاتے، وہیں مریدوں اور مہمانوں کا مجمع ہوتا، دسترخوان پر رنگ رنگ کی غذائیں، میوے اور شیرینیاں ہوتیں، وہ سب دوسروں کی نذر ہو جاتیں، عشا کی جماعت ادا کرنے کو نیچے تشریف لاتے، اس کے بعد پھر اوپر تشریف لے جاتے، اس وقت باریابی کی اجازت صرف مخصوص مریدوں کو ہوتی، اکثر امیر خسرو لطائف و حکایات سناتے، اور حضرت تسبیح پڑھتے رہتے، کچھ دیر بعد یہ تخلیہ کی مجلس بھی برخاست ہو جاتی، خادم خاص خواجہ اقبال پانی چند لوٹوں میں بھر کر رکھ دیتے کہ صبح تک کئی بار طہارت و وضو کی ضرورت ہو جائے گی، حضرت اندر سے دروازہ بند کر کے نماز اور ذکر و شغل میں مشغول ہو جاتے، سحری کے وقت ایک دوسرے خادم عبدالرحیم ناشتہ لے کر حاضر ہوتے، آپ دروازہ کھول کر کھانا اکثر واپس فرما دیتے، کبھی برائے نام کچھ نوش فرمالیتے، گریہ کثرت سے طاری رہتا، خادموں نے دوسرے وقتوں کے علاوہ سحری کے وقت بھی گریہ کرتے پایا، بعض خادموں نے دسترخوان پر ادھ بچے نوالے پائے، دریافت سے پتہ چلا کہ جو لقمہ لذیذ معلوم ہوتا ہے، اسے دہن مبارک سے واپس نکال کر رکھ دیا جاتا ہے ——— آج محفل سماع کے لئے حضرتؒ کے نام کی آڑ لینے والوں میں کتنے ان ریاضتوں اور مسلسل عمر بھر کے مجاہدوں میں حضرتؒ کی تقلید کریں گے؟

وفات سے ۴۰ یوم قبل غذا بالکل ترک ہو گئی تھی، کھانے کی خوشبو تک گوارا نہ تھی، گریہ زاری بہت بڑھ گئی تھی، نفل نمازوں میں سجدے بہت کثرت سے کرنے لگے تھے، نماز سے فراغت کے

Marfat.com

بعد دریافت فرماتے، نماز میں نے پڑھ لی؟ اور جب جواب ملتا کہ پڑھ لی ہے، تو یہ فرما کر کہ "پڑھ لوں خبر نہیں کہ پھر بھی پڑھوں گا یا نہیں" پھر پڑھنے لگ جاتے، جب دنیا سے رخصت ہونے کا وقت بہت قریب آ گیا، تو اقبال خادم کی طرف اشارہ کر کے سب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "اس نے کوئی چیز گھر میں باقی رکھی تو قیامت کے دن اس کی ذمہ داری اس کے اوپر ہے" خادم نے تھوڑی دیر بعد عرض کیا کہ "کچھ غلہ درویشوں کی خوراک کے لئے رکھ لیا ہے، باقی اور سب کچھ تقسیم کر دیا ہے" ناخوش ہو کر فرمایا کہ "اس کو بھی ابھی لٹا دو اور توشہ خانہ میں جھاڑو پھیر دو" تعمیل فوراً ہوئی،

وفات صحیح تر روایت کے مطابق چہار شنبہ، ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ، ۱۵ دسمبر ۱۳۲۴ء کو ۸۹ سال کی عمر میں طلوع آفتاب کے وقت ہوئی، مقبرہ کے لئے ایک عالیشان عمارت بڑے بڑے اونچے گنبدوں والی، زندگی ہی میں کسی بادشاہ وقت نے (آپ کے معاصر متعدد بادشاہ ہوتے ہیں) یا کسی امیر نے (باختلاف روایت) تعمیر کرا دی تھی، مگر اُس میں دفن ہونا پسند نہ فرمایا، اس عمارت کو حسب وصیت مسجد بنا دیا گیا، اس کے صحن میں تدفین ہوئی، شروع میں تربت خام و غیر نمایاں تھی، پختہ مزار اول بار تیمور کے حکم سے بنا، مشہور یہ ہے کہ وہ یہاں جب فاتحہ پڑھنے آیا تھا تو اُسے آپؒ کی تربت کا پتہ چلانے میں بڑی دقت پیش آئی تھی، اب جو اسی صحن مسجد میں مزار کی پختہ عمارت سنگ سفید کی ہے، وہ مختصر ہونے کے باوجود نہایت دلکش اور دلکشا ہے، اور بعض اہل کشف کا قول ہے کہ اپنے اندر غیر معمولی کشش اور جاذبیت رکھتی ہے،

مریدوں کی فہرست میں مخدوم نصیر الدین چراغ دہلیؒ، امیر خسروؒ، میر حسن علاء سجزیؒ، شیخ مبارک گوپاموئیؒ، مولانا فخر الدین زرادیؒ، شیخ شمس الدین یحییٰ کے نام خاص طور پر ممتاز ہیں، ایک ضعیف روایت یہ ہے کہ مخدوم شرف الدین، بو علی قلندرؒ پانی پتی بھی مرید تھے، خلافت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کو ملی،

۲۔ تصنیف

ہندوستان کی دنیائے فقر و تصوف میں ایک خاص شہرت و امتیاز سلسلۂ عالیہ چشتیہ کو حاصل ہے، خواجگان چشت کے "پنجتن پاک" نے اپنی تعلیمات و ہدایات کسی مستقل تصنیف

Marfat.com

کی شکل میں نہیں، بلکہ اپنے ملفوظات کے قالب میں چھوڑی ہیں، مختلف مجلسوں میں جو کلمے زبان سے نکلتے تھے مریدان باصفا انہیں قلمبند کر لیتے تھے، اور مرتب کر کے انہی ملفوظات مبارک کو شائع کر دیتے تھے ـــــــــ مرشدوں کے ان ارشادات کو جمع اور مرتب کرنے والے خود اپنی اپنی نوبت پر صاحب ارشاد اور بانی سلسلہ ثابت ہوئے! حضرت خواجہ عثمانی ہارونیؒ کے ملفوظات انیس الارواح کے نام سے خواجہ معین الدین حسن اجمیریؒ نے مرتب فرمائے پھر ان خواجۂ خواجگان کے ملفوظات دلیل العارفین کے نام سے خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے پھر ان قطب عالم کے ملفوظات فوائد السالکین کے نام سے خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ نے، پھر ان فرید عصر کے دو ملفوظات اسرار الاولیاء اور راحت القلوب کے نام سے شیخ بدر الدین اسحق اور خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی نے جمع فرمائے، شمع سے شمع اس طرح روشن ہوتی رہی، اور صدیوں تک چراغ سے چراغ جلتا رہا،

اکابر خواجگان چشت کے سلسلہ کے خاتم حضرت نظام الدینؒ ہی ہیں، آپ کا زمانہ ساتویں صدی ہجری کا آخر اور آٹھویں صدی ہجری کے شروع کا ہے، آپ کے ملفوظات جمع کرنے کی سعادت ایک سے زائد مریدان با اخلاص کے حصہ میں آئی، چنانچہ الگ الگ ملفوظات امیر خسروؒ نے راحت المحبین اور افضل الفوائد کے نام سے مرتب کئے اور ایک شیخ علی محمود جاندارؒ نے درر نظامی کے نام سے (یہ آخری ملفوظ اس نامہ سیاہ کے علم میں ابھی تک غیر مطبوع ہےلہ) لیکن نظام الاولیاء کے تمام ملفوظات میں جو ملفوظ سب سے بہتر اور سب سے زیادہ مستند قرار پایا وہ فوائد الفواد کے نام سے شیخؒ کے مرید باختصاص میر حسن علاء سجزی کا جمع اور مرتب کیا ہوا ہے، اہل دل کے نزدیک یہ کتاب گویا چشتیہ بہشتیہ کے نظام تصوف کا ایک مکمل دستور العمل ہے،

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں

آں کتاب درمیان خلفاء و مریدان شیخ ۔۔۔۔۔ یہ کتاب شیخ نظام الدینؒ کے مجازین و مریدین

لہ دسمبر ۱۹۲۲ء میں اس ملفوظ کا قلمی نسخہ معلومات سے لبریز سید علیم الدین مرحوم خادم آستانہ نظامی کے پاس دیکھنے میں آیا تھا اور ان کی عنایت سے اسی وقت اس سے کچھ نوٹ بھی لے لئے گئے تھے،

نظام الدین دستور است (اخبار الاخیار ص۸۱) — کے درمیان بطور دستور العمل کے ہے،

اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں،

فوائد الفواد دستور العمل سلوک ست — فوائد الفواد نہایت خوب ہے اور فن
و بہ غایت خوب ہر چند خسرو — سلوک کا ایک دستور العمل، خسرو نے بھی
ہم ملفوظ جمع کرد لیکن آں قدر مقبول — ملفوظات جمع کئے ہیں، لیکن ان کو یہ
نیست (ملفوظات شاہ عبد العزیزؒ — درجۂ قبول حاصل نہیں،
ص۳۷ طبع میرٹھ)

کتاب فوائد الفواد نہایت معتبر — کتاب فوائد الفواد ہر طرح معتبر ہے
ست و آں وقت دستور العمل بود مگر — اور اپنے زمانہ میں دستور العمل رہ چکی
دیگر ملفوظات مشتبہ ست، غالب کہ — ہے، دوسرے ملفوظات بھی ہیں، مگر وہ
نباشد (ایضاً ص۸۱) — مشتبہ ہیں،

اور یہ شہادتیں تو خیر بہت بعد کی ہیں، ایک معاصر معارف میر خوردؒ کا اعتراف ملاحظہ ہو۔

امروز آں فوائد الفواد مقبول اہل دلان — فوائد الفواد اس وقت دنیا کے اہل دل
عالم شدہ است و دستور عاشقاں گشتہ — طبقہ میں مقبول ہو چکی ہے اور عاشقانِ
و شرق و غرب عالم گرفتہ (سیر الاولیار — الٰہی کی دستور العمل بن چکی ہے، مشرق و
میر خورد دہلوی ص۳۰۲ طبع دہلی) — مغرب میں مشہور ہے،

خود امیر خسرو کی بابت منقول ہے، کہ رشک کے ٹھنڈے سانس کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ کاش میری تمام تصانیف حسن کے نام سے ہوتیں، اور یہ ایک میرے نام سے! (اخبار الاخیار، ص۹۸، سیر الاولیار، ص۳۰۲) یہ بھی روایتوں میں آیا ہے کہ حسن نے اس ملفوظ کو مرتب کرنے کے بعد خود مرشد کی خدمت میں پیش کیا تھا، اور وہاں سے سندِ قبول یا پروانۂ پسندیدگی مل گیا تھا، (خزینۃ الاصفیار، جلد اول ص۳۴۴)

اس ساری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ فوائد گویا خود حضرت شیخؒ ہی کی کتاب ہے، اور اس میں جو کچھ درج ہے وہ بس شیخ ہی کی تعلیمات ہیں،

Marfat.com

پیشِ نظر نسخہ، نولکشور پریس لکھنؤ کا مطبوعہ، متوسط تقطیع پر ۲۶۰ صفحہ کا ہے اور پانچ حصوں میں تقسیم ہے،

حصہ اوّل ص ۱-۴۱ اس میں شعبان ۷۰۷ھ تا ذی الحجہ ۷۰۸ھ، ۳۴ مجلسوں کا ذکر ہے۔

حصہ دوم ص ۴۱-۹۰ اس میں شوال ۷۰۹ھ تا شوال ۷۱۲ھ، ۲۷ مجلسوں کا تذکرہ ہے،

حصہ سوم ص ۹۰-۱۱۳ اس میں ذیقعد ۷۱۲ھ تا ذی الحجہ ۷۱۲ھ، ۱۵ مجلسوں کا بیان ہے،

حصہ چہارم ص ۱۱۴-۲۱۷ اس میں محرم ۷۱۴ھ تا رجب ۷۱۹ھ، ۶۲ مجلسوں کے مذاکرے ہیں،

حصہ پنجم ص ۲۱۸-۲۶۰ ۔ اس میں شعبان ۷۱۹ھ تا رجب ۷۲۲ھ، ۳۲ مجلسوں کے ارشادات جمع ہیں،

اس طرح درمیانی وقفوں کے ساتھ، ۱۵ سال تک پھیلی ہوئی مدت کی کل ۱۷۹ مجلسوں اور صحبتوں کے ارشادات درج ہیں، اور یہ گفتگوئیں شیخ کے ابتدائی زمانہ کی نہیں آخری زمانہ کی ہیں، شروع اس وقت ہوئی ہیں جب شیخ کی عمر ۷۰ سے متجاوز ہو چکی تھی اور بند اس وقت ہوئی ہیں، جب شیخ کی وفات (ربیع الثانی ۷۲۵ھ) کو کل دو ڈھائی سال رہ گئے تھے۔

کتاب تصنیف نہیں ہے، ملفوظ ہے، عام تقریروں اور پبلک لکچروں کا مجموعہ نہیں، ارادت مندوں کے مختصر حلقہ میں شیخ کی زبان سے نکلے ہوئے حقائق و معارف، لطائف و نکات، محتسب کی زد سے دُور، قاضی شریعت کی گرفت سے باہر، اور پھر وقت اور مقام بھی کون؟ عہدِ رسالت سے سات سو سال کا بعد، اور وہ وقت جب ہندی اسلام طرح طرح کی عجمی اور ہندی رنگ آمیزیوں کا معجون مرکب بن چکا تھا ـــــــ اس حال اور اس ماحول میں خیال تو بے شک یہ قائم ہوتا ہے کہ احکام شریعت کی کچھ زیادہ پروائیں کی گئی ہوگی، اور عجب نہیں جو اس پرانے دین شریعت کے مقابلہ میں ایک نئے آئین طریقت کی تلقین کی گئی ہو!

ان شبہات کے ساتھ کتاب کھولیے تو نظر چند ہی سطروں کے بعد اس عبارت پر پڑتی ہے، اور پڑتے ہی جم جاتی ہے کہ

Marfat.com

سخن در تزکیہ افتاد، بر لفظ مبارک راند کہ کمال مرد در چہار چیز می شود قلۃ الطعام و قلۃ الکلام و قلۃ الصحبۃ مع الانام و قلۃ المنام، (ص ۲)	ایک روز تزکیہ نفس پر گفتگو تھی، ارشاد ہوا کمال ان چار چیزوں سے پیدا ہوتا ہے، کم کھانے سے، کم بولنے سے، کم ملنے جلنے سے اور کم سونے سے،

لیجئے سیدھی سادی وہی باتیں جو اس سے قبل دنیا کے سب سے بڑے معلم و مرشد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے اتباع میں دوسرے ہادیان طریقت بتا گئے تھے، یعنی وہی کم خوری، کم سخنی، کم آمیزی اور کم خوابی،

جامع ملفوظات نے کتاب کے شروع میں یہ قاعدہ رکھا ہے کہ ہر مجلس میں جب جب اپنی حاضری کا ذکر کیا ہے، تو وقت حاضری بھی بتاتے گئے ہیں، لیکن وقت کی تعیین بجائے اس وقت کے رائج گھڑی گھنٹہ کے نماز کے حساب سے کرتے گئے ہیں، یعنی قبل نماز یا بعد نماز، گویا نظام الاولیاء کے نظام اوقات کا محور یا مرکز جو کچھ تھی نماز ہی تھی، بعد کی مجلسوں میں اس تصریح کا التزام، غالباً غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا ہے، لیکن ساری مجلسوں میں اتفاق اور کبھی کبھی نہیں بلکہ بار بار اور کثرت سے جن چیزوں کا ذکر ملتا ہے وہ نماز اور روزہ ہیں، اور نوافل و سنن اور قرآن اور تراویح! اور پھر احترام شریعت و اتباع سنت کی تاکیدیں!

فقر و تصوف، شیخ کی نظر میں، نرے وجد و حال، ذوق و کیف کا نام نہ تھا، بلکہ ظاہر و باطن دونوں کی آراستگی کا نام تھا، اس تصریح کے بعد کہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں، جن کا ظاہر آراستہ ہوتا ہے، لیکن باطن خراب اور متعبد کہلاتے ہیں کہ گو طاعت بہت کرتے رہتے ہیں لیکن دل ان کا دنیا ہی میں پھنسا رہتا ہے۔ اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں، جن کا ظاہر خراب ہوتا ہے، اور باطن آراستہ، اور یہ مجذوب کہلاتے ہیں، کہ گو اُن کا دل حق سے اٹکا ہوتا ہے، تاہم یہ عمل سے محروم ہیں، اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے ظاہر و باطن دونوں ہی خراب ہوتے ہیں، اور یہ عوام کالانعام ہوتے ہیں، شیخ فرماتے ہیں کہ ان تینوں طبقوں کے علاوہ چوتھا طبقہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جن کا ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہوتے ہیں، اور یہی طبقہ

Marfat.com

وطائفہ کہ ہم ظاہر ایشاں آراستہ باشد وہم باطن آں مشائخ اند (صفحہ ۱۳۴)

جن کے ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہوتے ہیں، یہی لوگ مشائخ (فقراء) ہیں

اہل طریق اتنا ہی نہیں کہ عموماً و عادتاً احکام شریعت کے پورے پابند رہتے ہیں، بلکہ کسی حال میں بھی فرائض کو ترک نہیں ہونے دیتے، استغراق و تحیر کی ایک منزل ایسی آتی ہے کہ یہاں پہنچ کر اگر تکلیفات شرعی کے ساقط ہونے کا دعویٰ کیا جائے، تو عجب نہیں کہ چل جائے، لیکن نظام الاولیاً کی قوت ایمانی کو اتنی رعایت بھی گوارا نہیں، ایک بار مجلس میں ایسے متحیروں کا ذکر ہوا جو دنیا و مافیہا سے بالکل بےخبر رہتے تھے، ایک صاحب نے اپنا مشاہدہ عرض کیا کہ فلاں مقام پر میں نے چند متحیروں کو دیکھا جو آسمان کی طرف ٹکٹکی لگائے برابر عالم حیرت میں رہا کرتے تھے، لیکن جب نماز کا وقت آتا تو ہوش میں آکر نماز پڑھ لیتے تھے، اور اس کے بعد پھر اسی عالم تحیر میں واپس پہنچ جاتے تھے، خواجہ نے اس کی تصدیق فرمائی اور ارشاد ہوا

ہمچنیں باشد کہ گفتی، اگرچہ شب و روز متحیر باشند اما نماز ایشاں فوت نہ شود، از جہت ایں تحیر حکایت شیخ الاسلام حضرت قطب العالم خواجہ قطب الدین بختیار اوشی فرمود قدس سرہٗ کہ او را ہمچنیں چہار شبانہ روز تحیر بود در وقت نقل (صفحہ ۱۴۴)

بے شک ایسا ہی ہوگا جیسا تم نے بیان کیا، تحیر میں دن رات رہیں لیکن ان کی نماز چھوٹنے نہیں پاتی، اس سلسلہ میں شیخ الاسلام حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کی تحیر کی حکایت بیان فرمائی کہ وفات کے وقت مسلسل چار شب و روز اُن پر تحیر طاری رہا،

خواجہ قطب الدین بختیارؒ کے وصال کی حکایت عام طور پر مشہور ہے، یعنی محفل سماع برپا تھی، نوبت جب غزل کے اس شعر کی آئی کہ

تشنگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

تو قطب عالم کی حالت متغیر ہونا شروع ہوئی، جب خانقاہ سے گھر لائے گئے تو مدہوش و متحیر تھے، اور بس یہی کہے جاتے تھے کہ ہاں اسی شعر کی تکرار کئے جاؤ ——— آگے کا حال خود

Marfat.com

شیخ کی زبان سے سنیئے :-

ہمیں بیت پیش او می گفتند او	اسی شعر کی تکرار برابر ان کے سامنے ہو
ہمچناں متحیری بود، چوں وقت	رہی تھی، اور اسی طرح مدہوش تھے،
نماز در آمد نماز می گزارد و باز	جب نماز کا وقت آتا نماز پڑھ لیتے
ہمیں بیت بگویاند، حالتے حیرتے	اور پھر اسی شعر کی تکرار کرانے لگتے،
پیدا می آمد، چہار شبانہ روز	اور حال وحیرت کا عالم ان پر طاری
ہم بریں حال بود، شب پنجم	ہو جاتا، چار شب و روز برابر یہ حالت
رحلت نمود (صـ ۱۴۴)	رہی، پانچویں شب کو انتقال فرمایا،

اللہ! اللہ! کس درجہ کا اہتمام اتباع شریعت میں تھا، یعنی مدہوشی میں بھی ادائے فرائض کا ہوش! ——— ایک مستی اور مدہوشی اس خواجہ چشت کی تھی کہ اپنے کھانے پینے، سونے جاگنے، اوڑھنے پہننے، زندگی وضروریات زندگی کی طرف سے یکسر مدہوش و بیخبر، لیکن اللہ کے باندھے ہوئے فرض کے لئے باہوش وباخبر! اور ایک مستی آج کے "مستوں" اور "قلندروں" کی ہے کہ اپنے ہر آرام وآرایش بلکہ لطف ولذت کا ہوش، اور صرف اللہ کے باندھے ہوئے فرائض کے باب میں مدہوش وبے خبر!

شیخ جس وقت التفات وشفقت خاص فرماتے اس وقت بھی تاکید، طاعت وعبادت ہی کی کرتے، جامع ملفوظات کہتے ہیں کہ ۱۵ شعبان ۷۰۰ھ کو جب حضوری نصیب ہوئی تو

بندہ را پیش طلبید، فرمود کہ باید	بندہ کو اپنے پاس طلب فرمایا اور
کہ مشغول پیوستہ بہ طاعت و	ارشاد کیا کہ ہمیشہ طاعت وعبادت
عبادت باشی وبہ اوراد وادعیہ	میں اور دعاؤں کے ذریعہ سے مشغول
اگر ہم مطالعۂ کتاب مشائخ باشد،	رہو، خواہ کتب مشائخ ہی کا مطالعہ ہو،
مشغول باشی وبے کار نہ باشی،	بہر حال مشغول رہو، بے کار
(صـ ۲۴)	نہ رہو،

اسی طرح ۲۹ جمادی الاُخریٰ ۷۱۲ھ کی مجلس کے تحت میں ذکر ہے، کہ سعادت قدمبوسی

Marfat.com

حاصل ہوئی، نماز جماعت کے فضائل کا تذکرہ ہوا، بندہ سے ارشاد ہوا کہ نماز باجماعت ہی پڑھنی چاہیئے، بندہ نے عرض کیا کہ مکان کے قریب مسجد تو ضرور ہے لیکن مکان سے اُٹھ کر اگر ہم وہاں جائیں تو گھر پر کوئی کاغذ، کتاب وغیرہ کی حفاظت کے لیے موجود نہیں رہتا، اس لیے مکان ہی پر جماعت کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں، ارشاد ہوا کہ جماعت سے ضرور پڑھنا چاہیئے، اور بہتر یہی ہے کہ مسجد میں پڑھی جائے۔" (صد ۱۰۲)

ایک اور موقع پر حضرت سلطان المشائخ" ایک اور بزرگ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ اوراد و تسبیح، نماز و روزہ ان سب کی مثال دیگ کے مصالحہ کی ہے، اور دیگ کا گوشت ترکِ دنیا ہے، سو جس طرح محض نمک اور گھی اور مصالحہ ڈال دینے سے قورمہ نہیں تیار ہو سکتا جب تک گوشت بھی نہ ملایا جائے، اسی طرح حب دنیا کے ترک کیے بغیر سارے اعمال بے نتیجہ ہیں، لیکن جس طرح گوشت اگر موجود ہے تو سب کچھ موجود ہے اس طرح ترکِ دنیا اگر موجود ہے تو اہل طریق کے ہاں بجائے خود کافی ہے۔
لیکن خود ترکِ دنیا کا مفہوم بھی سمجھ لینا چاہیئے، ایسا نہ ہو کہ یہ جوگ اور رہبانیت کے مترادف قرار پا جائے، شیخ فرماتے ہیں،

ترکِ دنیا آں نیست کہ کسے خود را	ترکِ دنیا کے معنی یہ نہیں کہ انسان اپنا
برہنہ کند مثلاً لنگوٹہ بہ بندد و	لباس اتار دے یا لنگوٹہ باندھ لے،
بنشیند۔ ترکِ دنیا آں است کہ	ترکِ دنیا کے معنی یہ ہیں کہ انسان لباس
لباس بہ پوشد و طعام بخورد اما انچہ	بھی پہنے اور کھانا بھی کھائے، البتہ جو
میرسد روا بدارد و بہ جمع او	کماتا رہے، خرچ کرتا رہے، جوڑ جوڑ
میل نہ کند و خاطر را متعلق چیزے	کر نہ رکھے اور دل کو کسی چیز میں اٹکائے
نہ آورد ترکِ دنیاست (صد ۹)	نہ رکھے، یہ ترکِ دنیا ہے،

ان اوراق میں یہ بار بار آچکا ہے کہ طریقت، شریعت سے جدا ہے، اس کی مخالف نہیں، بلکہ شریعت ہی کے مغز یا عطر یا روح کا نام ہے، فقہاء نے شریعت کے ظاہری پہلو کو لے لیا، اور فقراء نے اپنی نظر باطنی پہلو پر جمائے رکھی، شیخ کے ملفوظات میں اسی خیال کی تکرار ملتی ہے،

ایک روز شیخ جلال الدین تبریزیؒ کی حکایت بیان فرمائی کہ آپ سیاحی کرتے ہوئے بدایوں وارد ہوئے اور یہاں قیام فرمایا، ایک روز قاضی شہر کے مکان پر ملنے گئے، خدمت گاروں نے کہا کہ ابھی قاضی صاحب نماز میں مشغول ہیں، شیخ نے تبسم کے ساتھ فرمایا، قاضی صاحب نماز پڑھنا جانتے بھی ہیں"؟ دوسرے قاضی صاحب شیخ کی قیام گاہ پہ آئے، اور بولے" کل آپ نے یہ کیسے کہہ دیا تھا کہ قاضی نماز پڑھنا جانتے بھی ہیں؟ میں تو مسائل و احکام نماز پر کتابیں لکھ چکا ہوں"۔ شیخ نے کہا" عالموں کی نماز دوسری ہوتی ہے، اور فقیروں کی دوسری"۔ قاضی صاحب بولے" کیا فقیر کوئی اور قرآن پڑھتے ہیں؟ یا رکوع اور سجدہ کسی نئے طریقہ پر کرتے ہیں، شیخ نے فرمایا کہ عالموں کی نماز بس اسی قدر ہے کہ کعبہ کو نظر میں کریں، یا اگر دور ہیں تو جہت کعبہ کو، اور اگر اس کا بھی پتہ نہ چل سکا تو اندازہ سے جہت کعبہ کو تصور کر کے نماز شروع کر دی، لیکن درویشوں کی نمازیں نہیں ہوتی، وہ جب تک عرش الٰہی پر نظر نہیں جما لیتے، نماز نہیں شروع کرتے"۔ (ص ۲۲۷-۲۲۹)

محبت اور سچی محبت کیا شے ہے؟ اس کا جواب عاشقوں کے اسی سردار کی زبان سے سن لیجیے، فرماتے ہیں:۔

صدق محبت متابعت ست — سچی محبت پیروی ہی کا دوسرا نام ہے،

اور پھر فرماتے ہیں کہ محبت کا نقشہ جم جانے کے بعد معصیت کی جرأت ہی کیسے باقی رہ سکتی ہے،

چوں کسے محب ایشاں شد ہر آئنہ	جب کوئی اُن سے محبت کرے گا تو یقیناً
متابعت ایشان کند واز ناشایستہ	اُن کی پیروی بھی کرے گا اور اعمال
دور باشد، چوں ایں چنیں	ناشایستہ سے دور رہے گا، اور جب
شود ہر آئینہ گناہ نہ نویسند،	ایسا ہوگا تو لامحالہ اس کے گناہ بھی
آں گاہ فرمودہ کہ تا محبت حق	نہ لکھے جائیں گے، پھر ارشاد ہوا کہ محبت حق
در غلاف قلب باشد امکان	جب تک غلاف قلب میں ہے گناہ کا امکان
معصیت ست اما چوں محبت	باقی ہے، لیکن جب محبت سویدا قلب میں
در سویدا قلب در آید بیش	گھر کر جاتی ہے تو معصیت کا امکان نہیں باقی

امکان معصیت نہ باشد (ص۲۰۹) (یعنی عاشق صادق سے نافرمانی ممکن کیونکر ہے؟)

یہاں باجہ کے ساتھ سماع سرے سے جائز ہی نہ تھا،

کسے از حاضرین گفت کہ ہمدریں	حاضرین محفل میں سے ایک شخص نے کہا کہ
روزہا بعضے از درویشان آستانہ	ایک روز آستانۂ مبارک کے حاضر
دارد بر مجمع کہ چنگ و رباب و	باش بعض درویش ایسے مجمع میں جس
مزامیر بود رقصہا کردند، خواجہ	میں چنگ و رباب و مزامیر تھے،
ذکرہ اللہ بالخیر فرمود کہ نیکو نہ	رقص کر رہے تھے، حضرت خواجہؒ نے
کردہ اند، انچہ نامشروع ست	فرمایا کہ برا کیا، جو شے شرعاً ناجائز ہے،
ناپسندیدہ ست (ص۲۲۷)	وہ بری ہے،

جب درویش لوٹ کر آئے تو ان پر گرفت ہوئی کہ اس مجلس میں باجہ بھی تھا، تم نے سماع کیسے سنا؟ انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ "ہم سماع میں اس قدر غرق و مست ہو گئے کہ ہمیں باجہ کے ہونے نہ ہونے کا پتہ ہی نہ چلا" حضرت خواجہؒ نے ارشاد فرمایا کہ "یہ جواب لغو ہے، وہ عمل معصیت ہی لکھا جائے گا" (ص۲۲۷)

ایک اور بار کا ذکر ہے، ایک شخص نے آکر خدمت والا میں عرض کی کہ فلاں مقام پر آپ کے مرید باجہ کے ساتھ سماع سن رہے تھے، شیخ نے ناگواری کے ساتھ فرمایا، کہ "بے جا حرکت کی ہے، میں کہہ چکا ہوں کہ باجہ نہ ہو" پھر اس کی تاکید و تصریح میں فرمایا کہ "نماز اگر جماعت کے ساتھ ہو رہی ہو، اور جماعت میں عورتیں بھی شامل ہوں، اور نماز میں امام کو سہو ہوا ہو، تو مرد تو سبحان اللہ کہہ کر امام کو متنبہ کر سکتے ہیں، لیکن عورت اگر لقمہ دینا چاہے، تو آواز سے نہ کہے، کہ آواز نامحرموں کے کان میں جائے گی، بلکہ صرف ہاتھ پر ہاتھ مار کر امام کو متوجہ کر دے اور اس میں بھی یہ احتیاط رکھے، کہ ہتھیلی ہتھیلی پر نہ مارے کہ یہ تالی بجانے کی سی شکل ہو گئی اور وہ لہو میں داخل ہے، بلکہ ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی کی پشت پر مارے تو جب لہو کے درجہ کی چیزوں میں یہ احتیاط ہے کہ دستک تک کی اجازت نہیں، تو باجہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے (ص۹۵)

لوگوں نے کہیں سے سن پایا کہ شیخ سماع سنتے تھے، اور بس اسی کو مطلق صورت میں

Marfat.com

لئے پھرتے ہیں، ظالموں کو اس کی خبر ہی نہیں، کہ آپ کے ہاں قیدیں اور شرطیں کیسی کیسی کڑی لگی ہوئی ہیں،

گفت ہرگاہ کہ چند چیز جمع شود	فرماتے تھے کہ سماع اس وقت ہے جب
سماع انگاہ شنود، وآں چند	یہ چند چیزیں اکٹھا ہو جائیں اور وہ چند
چیز چیست؟ مسمع و مسموع و	چیزیں ہیں کیا؟ ایک مسمع دوسرے
مستمع وآلت سماع. انگاہ ایں	مسموع تیسرے مستمع، چوتھے آلہ سماع،
تقسیم را فائدہ فرمود وگفت کہ	پھر اس قسم کی شرح یوں فرمائی، مسمع
مسمع گوینده ست او می باید کہ	سے مراد گانے والا ہے، اسے مرد
مرد باشد و مرد تمام بود، کودک نہ	بالغ ہونا چاہیئے امرد اور عورت نہ ہو،
باشد و عورت نہ باشد، مسموع	مسموع سے مراد کلام ہے، کلام میں ہزل و
انچہ می گویند، باید کہ ہزل و فحش نہ باشد	فحش کی آمیزش نہ ہو، مستمع سے مراد
مستمع آں کہ می شنود او ہم باید کہ	سننے والا ہے، اسے چاہیئے کہ اللہ کے
بہ حق بر شنود و مملو از یاد حق باشد	لیے سنے، اور اس کا دل یاد الٰہی سے
آلت سماع چوں چنگ و رباب و	لبریز ہو، اور آلہ، سماع مثل چنگ و
امثال آں باید کہ درمیان نہ باشد	رباب وغیرہ کے کچھ نہ ہو، جب یہ شرائط
ایں چنیں سماع حلال است (ص ۲۴۶)	جمع ہولیں، جب جا کر سماع جائز ہوگا،

آج عرس کے کتنے مجمعوں اور قوالی کی کتنی محفلوں میں یہ شرطیں اور قیدیں پوری نہ سہی آدھے درجہ میں بھی ملحوظ رہتی ہیں؟ کتنے سماع خانوں کی مجلسیں اس معیار پر پوری اترتی ہیں؟

لیکن اتنی شرطوں اور قیدوں والے سماع سے متعلق بھی ابھی قول فیصل سننا باقی ہے،

°

سماع صوتے ست موزوں چرا حرام	سماع تو محض آواز موزوں کا نام ہے، محض
باشد، دیگر تحریک قلب ست، اگر	سننے کی حرمت کی کوئی وجہ نہیں لیکن
آں تحریک بہ یاد حق باشد مستحب ست	ساتھ ہی قلب کی بھی تو تحریک ہوتی ہے،

Marfat.com

واگر میل بر فساد باشد حرام بود،	سو اگر یہ تحریک اللہ کی یاد کی ہو جب تو مستحب ہے لیکن
(ص ۲۴۶)	اگر اس میں خرابی کا جزو ہو تو حرام ہے،

جس سماع چشتیہ کی اتنی دھوم تھی، اس کی کل حقیقت آپ نے دیکھ لی؟ سب سے بڑی اور تاکیدی شرط یہ ہے کہ باجہ کسی قسم کا نہ ہو، تالیاں تک نہ بجنے پائیں، پھر گانے والے بالغ مرد ہوں، عورتوں اور لڑکوں کے گانے کے جواز کی کوئی صورت ہی نہیں، پھر کلام بھی سرتاسر حقانی ہو، جذبات نفسانی کو بھڑکانے والا نہ ہو، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سننے والا تمام تر مرد حق ہو، جذبات نفسانی سے لذت لینے والا نہ ہو، یہ سب شرطیں اکٹھی ہو لیں، جب جا کر سماع درست ہوگا۔

Marfat.com

باب [1]

منطق الطیر

(از شیخ فرید الدین عطارؒ)

ا۔ مصنف

مسلّم و مستند کتب تصوف میں ایک بڑا حصہ کلام نظم کا ہے، نثر پر گفتگو ہو چکی، اب نظم کا سرسری جائزہ لینا ہے، پہلے نمبر پر حضرت عطارؒ ہیں، جن کا نام حکیم سنائی کے ساتھ ساتھ زبانوں پر آتا ہے۔

اسم مبارک محمد بن ابی بکر ابراہیم، کنیت ابو حامد یا ابو طالب، لقب فرید الدین، تخلص عطار، عام زبانوں پر اسم مشہور فرید الدین عطار۔

ولادت مضافات نیشاپور میں ہوئی، مزار بھی وہیں ہے۔

سنہ ولادت ۵۱۳ھ۔ سالِ وفات میں اختلاف ہے۔ نفحات الانس کی روایت کے مطابق ۶۲۷ھ، عمر کے بہت طویل ہونے پر سب تذکرے متفق ہیں۔ سبب وفات بھی سب کو مسلم ہے، یعنی تاتاریوں کے ہاتھ سے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

ابتداء میں ایک بڑے دواخانہ کے مالک تھے۔ ایک روز اپنے کاروبار میں تھے کہ ایک فقیر نے آکر صدا لگائی کہ اللہ کے نام پر کچھ دلاؤ، یہ کچھ خبر نہ ہوئے۔ اس نے صدا پر صدا لگائی اور جب دیکھا کہ کچھ اثر نہیں ہوتا تو بولا ایسے دھندے میں لگے ہوئے تو جان کیسے دو گے؟ یہ

---

[1] ماخذ:۔ نفحات الانس (جامی)، (۲)، تذکرۂ ہفت اقلیم (امین رازی)، (۳)، تذکرۃ الشعراء (دولت شاہ سمرقندی)، (۴)، مفتاح التواریخ (ولیم ٹامس بیل)

Marfat.com

جھنجھلا کر بولے "جیسے تم دوگے"۔ فقیر نے کہا، "بھلا میری طرح کیا دوگے؟" یہ کہا اور سر کے نیچے کشکول رکھ کر لیٹ گیا، زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہا اور رُوح پرواز کر گئی۔ شیخؒ کے قلب پر بڑا اثر پڑا، دواخانہ کھڑے کھڑے لٹا دیا اور خود اُسی وقت سے درویشی اختیار کرلی۔

پہلے شیخ رکن الدین اسکاف کی خدمت میں کئی سال بسر کیے۔ پھر سفر و زیارت بیت اللہ کو نکلے اور بہت سے مشائخ کی خدمت میں رہے، بالآخر شیخ مجدالدین بغدادیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی، اور آگے چل کر سلوک و عرفان کے وہ مراتب طے کیے کہ خود مرشد کے لیے باعث فخر ہوگئے۔

جلالت قدر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ مولانائے رومؒ کے کلیات میں شیخؒ کا نام گویا مقتدا و پیشوا کی حیثیت سے آیا ہے اور ان کی عظمت کا بار بار اعتراف ہے، مثلاً ؎

گرد عطار گشت مولانا | شربت از دستِ شمس بود ش نوش

یا ایک اور غزل میں ؎

عطار روح بود وسنائی دو چشم او | ما در پسِ سنائی و عطار آمدیم

یا ایک اور موقع پر ؎

ہفت شہر عشق را عطار گشت | ما ہنوز اندر خم یک کوچہ ایم

اسی تعظیم و احترام کے ساتھ مثنوی میں بھی جا بجا نام لیا ہے، اور ان کے اشعار کو اپنے کلام میں ضم کیا ہے۔

اور ملا جامیؒ لکھتے ہیں :

آں قدر اسرار توحید و حقائق اذواق	توحید کے جتنے اسرار و نکات اور وجد و
و مواجید کہ در مثنویات و غزلیات وے	حال کے جتنے لطائف و حقائق عطار کی
اندراج یافتہ در سخناں ہیچ ازیں طائفہ	مثنویوں اور غزلوں میں ملتے ہیں اتنے
ثابت نمی شود جزاہ اللہ سبحانہٗ عن	طبقۂ صوفیہ میں اور کسی کے ہاں نہیں
الطالبین المشتاقین خیر الجزاء۔	ملتے۔ اللہ ان کو تمام طالبین عاشقین
(نفحات ص ۶۹۹)	کی طرف سے بہترین جزا عنایت کرے۔

نظم و نثر میں تصنیفات بڑی کثرت سے چھوڑی ہیں۔ بعض روائتوں کے مطابق تو

Marfat.com

اُن کی تعداد قرآنی سورتوں کے ہم عدد یعنی ۱۱۴ ہے۔ قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں بھی روایت اختیار کی ہے، چنانچہ کہتے ہیں ؎

ہمان خریطہ کش دارو ے فنا عطار | کہ نظم اوست شفا بخش عاشقان حزیں
مقابل عدد سورہ کلام نوشت | سفینہاے عزیز و کتابہاے گزیں

اس تعداد کی صحت کا علم تو عالم مطلق ہی کو ہے۔ البتہ ذیل کی کتابیں مستند کہی جا سکتی ہیں اور ان میں سے بعض تو بہت مشہور بھی ہیں:۔

۱۔ تذکرۃ الاولیاء ۲ جلد (نثر میں قدماے صوفیہ کا مفصل تذکرہ)
۲۔ منطق الطیر (اسی پر تبصرہ آگے آتا ہے)
۳۔ مصیبت نامہ
۴۔ اسرار نامہ
۵۔ الٰہی نامہ
۶۔ دیوان
۷۔ بلبل نامہ
۸۔ پند نامہ
۹۔ وصیت نامہ
۱۰۔ خسرو گل
۱۱۔ شرح القلب

شیخ کی جانب منسوب ایک کتاب لسان الغیب کا قلمی نسخہ برٹش میوزیم (لندن) میں موجود ہے۔ لیکن اس کے جو اشعار مصنف کی شیعیت کے ثبوت میں پیش کیے گئے ہیں، وہ خود اس امر کی دلیل ہیں کہ یہ کتاب شیخ کی نہیں ہو سکتی۔ شیخ کا اہل سنت ہونا اپنی جگہ پر ثابت ہے اور یہ کلام کسی اہل سنت کا نہیں ہو سکتا۔

مزاج میں خاکساری اور فروتنی جس درجہ کی تھی، اس کی شہادت تذکرۃ الاولیاء کے دیباچہ کی سطر سطر دے رہی ہے، اپنے کو سب سے زیادہ حقیر و ناچیز سمجھتے تھے، اور شاید

Marfat.com

پراسی انکسار و تواضع ہی کی مقبولیت کا ثمرہ ہے کہ آج ان کا نام سرآمد عاشقان و سرتاج عارفاں کی حیثیت سے زندہ و روشن ہے!

شہادت کا واقعہ تذکروں میں یوں درج ہے کہ "تاتاریوں کے عین ہنگامہ میں ایک سپاہی نے شیخ کو گرفتار کیا۔ ایک راہگیر نے بڑھ کر کہا کہ "دیکھنا، اس پیرمرد کو قتل نہ کر دینا، دس ہزار اشرفیاں نقد دیتا ہوں کہ ان کو چھوڑ دو۔" شیخ نے کہا "خبردار، اتنے پر فروخت نہ کر دینا، میں اس سے کہیں زیادہ قیمت رکھتا ہوں۔" سپاہی خوش ہوا کہ دولت اس سے بھی بڑھ کر ہاتھ آئے گی، آگے بڑھے ایک اور شخص ملا، اس نے کہا کہ میاں سپاہی اس بوڑھے کو مجھے دے ڈالو۔ میں ایک گٹھا گھاس کا اس کے معاوضہ میں دیتا ہوں۔" شیخ بولے "ہاں دے ڈال، کہ میری قیمت اس سے بھی کم ہے۔" سپاہی کے تن بدن میں آگ لگ گئی، کہ دس ہزار اشرفیاں ملتی ہوئی ہاتھ سے گئیں، جھلا کر وہیں سر تن سے جدا کر ڈالا! واللہ اعلم،

۲۔ تصنیف

اب تک جن کتابوں سے تعارف ہوا، سب نثر کی تھیں، لیکن عطار ہی کے دور آخر میں معارف روحانی و حقائق عرفانی کو نظم میں ادا کرنے کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ متوسطین نے اسے معراج کمال پر پہنچایا۔ سنائی، مغربی، عراقی، نظامی، ابوسعید ابوالخیر، خسرو، جامی، یہ سب اس بحر کے شناور ہیں، اور مولانا رومیؒ نے تو گویا زبان شعر کو الہامی بنا دیا۔ عطار بھی اسی جماعت کے ایک ممتاز و مقتدر رکن ہیں، دیکھنا یہ ہے کہ یہ رند سرمست جب میکدۂ شعر میں قدم رکھتا ہے تو جبہ و دستار کا احترام کس حد تک ملحوظ رکھتا ہے۔

"تذکرۃ الاولیا" کے بعد شیخ کی مقبول ترین تصنیف یہی منطق الطیر ہے۔ اس کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ مولانائے روم" کی شہرہ آفاق مثنوی معنوی کا نقش اول یہی مثنوی ثابت ہوئی، یعنی تذکروں میں یہ روایت صراحت کے ساتھ درج ہے، کہ مولاناؒ کے التفات خاص کے مورد جب حسام الدین چلپی ہوئے تو ایک روز انہوں نے عرض کی کہ حضرت غزلیات کا مجموعہ بہت ہو چکا، اب کچھ توجہ مثنوی پر ہو، اور شیخ عطار کی منطق الطیر کی طرز پر کوئی مسلسل نظم

Marfat.com

ارشاد فرمائی جائے۔ ادھر فرمایش کی تعمیل فرمایش سے قبل ہی شروع ہو چکی تھی۔

مثنوی معنوی اور منطق الطیر کا وزن ایک ہے، موضوع ایک ہے، اور انسانوں سے اخلاق و معرفت کے درس حاصل کرنے کا اسلوب ایک ہے۔ مولانا نے عطار کا حق تقدم اپنی مثنوی میں جا بجا تسلیم کیا ہے، اور جا بجا ان کے اشعار کو اپنے کلام میں ضم کرتے گئے ہیں۔

مضامین کتاب کی ترتیب یہ ہے کہ حمد و نعت و منقبت خلفاے اربعہ کے بعد اصل قصہ کا آغاز ہے، افسانہ کے اشخاص (یا آج کی زبان میں کردار) بجاے انسانوں کے چند پرندے فرض کیے ہیں، ہدہد، طوطی، مرغ، فاختہ، قمری، بلبل، باز وغیرہا۔ ایک روز یہ سب پرندے یکجا ہوتے ہیں اور اپنا بادشاہ منتخب کرنا چاہتے ہیں۔ ہدہد، سیمرغ کا نام پیش کرتا ہے اس پر دوسرے پرندے معترض ہوتے ہیں۔ ہدہد ایک ایک کا اعتراض سنتا اور الگ الگ سب کو جواب دیتا ہے۔ آخر اس پیامبر حق و عرفاں (ہدہد) کی تبلیغ و تفہیم سے تمام طیور شاہِ شاہان سیمرغ کے حلقۂ اطاعت و انقیاد میں آجاتے ہیں۔ سوالات وہی ہیں جو عموماً ہر طالب و سالک کے دل میں پیدا ہوتے ہیں، اور ان کے جوابات، جادۂ سلوک و طریقت کے مختلف مقامات ہیں۔

لفظ منطق الطیر قرآن مجید ہی کی ایک آیت سے ماخوذ ہے وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ قَالَ یٰاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ (نمل، ع ۲) ہدہد طیور سلیمان میں فہم و دانش میں سب سے ممتاز تھا، اس لیے شیخ نے طریقت کے حقایق و معارف اسی کی زبان سے ادا کرائے ہیں۔

حمد بہت مفصل لکھی ہے۔ سب سے زیادہ زور بندہ کی بیچارگی، بے علمی درماندگی پر ہے۔

لب بدوز از عرش و ز کرسی مپرس	گرچہ یک ذرہ ہمی پرسی مپرس
عقل تو چوں در سر موے بسوخت	ہر دو لب باید ز پرسیدن بدوخت
کس نداند کنہ یک ذرہ تمام	چند گویم کس نداند والسلام

(صہ ۳)

اسماے مبارک حکیم و لطیف کی تجلیات حیرت انگیز ہیں۔ عقل بشری حوادث فطرت کو

Marfat.com

دیکھ دنگ رہ رہ جاتی ہے۔ انبیائے کرام تک کو عجیب و غریب حالات میں رکھا گیا ہے ؎

سوئے کنہ خویش کس را راہ نیست ذرہ از ذرۂ آگاہ نیست ؎
در نگر اوّل کہ با آدم چہ رفت عمرہا با او دریں عالم چہ رفت
باز بنگر نوح در غرقاب کار تا چہ برد از کافراں سال ہزار

یعقوبؑ کی سرگردانی و گریہ زاری، یوسفؑ کی غلامی اور اسیری، ایوبؑ کی ستم کشی و برداشت مصائب، یہ چند نمونے ہیں باقی تقریباً تمام انبیاء کی زندگی طلسم ساز فطرت کی انہی کرشمہ زائیوں کا ایک مسلسل مظہر ہے، اور تو اور خود سرورِ انبیاءؐ تک کی حیاتِ طیبہ اسی قسم کے خوارق فطرت سے لبریز ہے ؎

عنکبوتے را بہ حکمت دام داد صدر عالم را درو آرام داد (ص۴)

معرفت باری کی صورت صرف یہ ہے کہ انسان اپنی خودی کو اس ہستیِ مطلق میں گم کر دے۔ ؎

تو مباش اصلا کمال این ست و بس تو درو گم شو وصال این ست و بس
تو درو گم شو حلولے آں بود ہر چہ آں نبود فضولے آں بود (ص۱)

اُس تک رسائی کا راستہ صرف یہ ہے کہ اپنی بے بسی، عجز کا اعتراف کیا جائے، بجائے خدا سے ڈرنے کے خود اپنے سے ڈرا جائے، اور بارگاہ ارحم الراحمین میں بہ تضرع و الحاح مناجات کی جائے، کہ وہ اپنے درد و محبت کا ایک ذرہ ہی عنایت کر دے ؎

خلق ترسد از تو من ترسم ز خود کز تو نیکی دیده ام وز خویش بد

لوگ تو تجھ سے ڈرتے ہیں لیکن میں اپنے ہی سے ڈرتا ہوں، اس لیے کہ تجھ سے تجربہ تو بھلائی کا ہوا ہے اور اپنے سے تجربہ بُرائی کا۔

اے فضیلت نا شدہ نا امید کس حلقۂ داغ توام جاوید و بس

تیرے فضل و رحمت سے آج تک کوئی مایوس نہیں ہوا ہے، تیری ہی غلامی کا داغ میرے لیے ہمیشہ کو کافی ہے۔

ہر کرا خوش نیست دل بر درد تو خوش مباد از آنکہ نبود مرد تو

Marfat.com

جو دل تیرے درد سے لطف لینے والا نہیں، وہ نالائق کسی خوشی کے قابل ہی نہیں۔

ذرہ دردم دہ اے درمانِ من | زانکہ بے دردت بمیرد جانِ من

اے میرے طبیب درد محبت کا ایک ذرہ عنایت کر، کہ تیرے دردِ محبت کا نہ ہونا تو میری جان کی موت ہے۔

(ص۱۲)

کفر کافر را و دیں دیندار را | ذرۂ دردت دلِ عطار را

کافر کو کفر مبارک رہے اور دیندار کو دین اور عطار کو تیرے درد کا ایک شمہ!

نعت گوئی شیخ عطار کا خاص جوہر ہے، کہنا چاہیے کہ اس صنفِ سخن کے مالک ہیں۔ خلوص و نیاز کا رنگ لفظ لفظ سے پھوٹا پڑتا ہے ؎

خواجۂ دنیا و دیں گنجِ وفا | صدر و بدرِ ہر دو عالم مصطفٰے

آفتابِ شرع و دریائے یقیں | نورِ عالم رحمۃ للعالمین

خواجۂ کونین سلطانِ ہمہ | آفتابِ جان و ایمانِ ہمہ

پیشوائے ایں جہان و آں جہاں | مقتدائے آشکارا و نہاں

خواجۂ کز ہرچہ گویم بیش بود | وز ہمہ چیز از ہمہ در پیش بود

آفرینش را جز او مقصود نیست | پاکدامن تر از و موجود نیست

عقل را در خلوت او راہ نیست | علم نیز از وقت او آگاہ نیست

رفت موسٰی بر بساطِ آنجناب | خلع نعلیں آمدش از حق عتاب

باز در معراج شمعِ ذوالجلال | می شنید آوازِ نعلینِ بلال

موسٰی عمراں چوں آں دولت بدید | چاکر او را چنیں قدرت بدید

گفت یارب امتِ او کن مرا | در طفیل ہمتِ او کن مرا

(ص۱۶)

حضرات انبیاؑ کے درمیان تفاضل امتی کو زیب نہیں دیتا، بلکہ ایک حد کے آگے تو قطعاً ناجائز ہے، لیکن اگر زیادہ سے زیادہ ان حدود تک رہے تو چنداں مضائقہ نہیں۔

آگے مناقب خلفاء اربعہ کا بیان ہے۔ بعض حلقوں میں عطارؒ کو امامیہ مشہور کرنے کی جو عجیب کوششیں ہوئی تھیں اور اس کی تائید میں جو لغو اشعار ان کی جانب منسوب کیے گئے ہیں،

Marfat.com

ذرا اس کو پیشِ نظر رکھ کر ذیل کی مدحِ صحابہ سننے کے قابل ہے۔ ابتدا افضل البشر بعد از انبیاء سے ہوتی ہے ؎

خواجۂ اوّل کہ اوّل یار اوست | ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اوست
صدر دیں، صدیق اعظم قطب حق | در ہمہ چیز از ہمہ بردہ سبق
ہرچہ حق از بارگاہِ کبریا | ریخت در صدرِ شریف مصطفیٰ
آں ہمہ در سینۂ صدیق ریخت | لاجرم تا بود از و تحقیق ریخت

فاروق اعظمؓ کی جلالت قدر کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:

خواجۂ شرع آفتاب شرع دیں | ظلِ حق فاروقِ اعظمؓ شمع دیں
ختم کردہ عدل و انصافش بحق | تا فراست بردہ بر جیش سبق
آنکہ دارد بر صراط اوّل گزر | ہست او از قول پیغمبر عمرؓ

ذوالنورین کی فضیلت مراتب پر روشنی ڈالنے کے لیے اشعارِ ذیل کافی ہیں: ؎

خواجہ سنت کہ نور مطلق است | بل خداوند دو نور برحق ست
آنکہ غرق قدس فرقاں آمدست | صدر دیں عثمانؓ عفاں آمدست
رونقے کاں عرصۂ کونین یافت | از دلِ پرنور ذوالنورین یافت
یوسف ثانی بہ قول مصطفےٰ | بحر تقویٰ و حیا کان وفا

اہل سنت کا عقیدۂ صحیح ناقص و ناتمام رہ جائے گا اگر حضرت علی مرتضیٰؓ کے حضور میں عقیدت کا گلدستہ نہ پیش کیا گیا ؎

خواجۂ حق پیشوائے راستیں | کوہ حلم و بحر علم و قطب دیں
ساقی کوثر امام رہنمائے | ابنِ عم مصطفےٰ شیرِ خدا
مرتضیٰ و مجتبیٰ زوج بتول | خواجۂ معصوم داماد رسول
مقتدائے دین بہ استحقاق اوست | مفتی مطلق علی الاطلاق اوست

اس کے بعد شرح و بسط کے ساتھ کئی ورق اس موضوع کی نذر کیے ہیں، کہ جو لوگ خلفائے ثلاثہ سے تعصب رکھتے ہیں، وہ خود علی مرتضیٰؓ کی تعلیم و ہدایت کے مخالف بلکہ

Marfat.com

دشمن ہیں اور اس قول کی تائید میں آپ کی سیرت مبارک سے کئی واقعات نقل کیے ہیں۔

ہُدہُد یا پیغمبرِ حق تمام طیور جمع ہونے پر انھیں دعوت دیتا ہے کہ سب اپنے کو سلطانِ مطلق کی حکومت و انقیاد میں لے آئیں اور یہ مرتبۂ سلطانی حق سیمرغ کا ہے، ساتھ ہی وہ اس سیمرغ کے اوصاف بھی بیان کرتا ہے۔ ان صفات پر نظر کرنے سے سمجھ میں خود آجائے گا کہ سیمرغ سے کنایہ کس ذاتِ عالی کا ہے اور افسانہ کے پردہ میں کن حقایق و معارف کی تلقین ہو رہی ہے۔

نام او سیمرغ سلطانِ طیور   او بہ ما نزدیک و ما زو دور دور
صد ہزاراں پردہ دارد بیشتر   ہم ز نور و ہم ز ظلمت بیشتر
او دو عالم نیست کس را زہرہ   کہ تواند یافت از وے بہرہ
دائما او بادشاہ مطلق ست   در کمالِ عزِّ خود مستغرق ست
نے بہ رہ نے شکیبائی ازوست   صد ہزاراں خلق سودائی ازوست
ہیچ دانائے کمالِ او ندید   ہیچ بینائے جمالِ او ندید

یعنی وہ ہم سب کا بادشاہ ہم سب سے متصل ہے۔ ہم ہی البتہ اس سے بیگانہ ہیں، وہ لاکھوں پردوں میں ہے اور اس کا وجود نور و ظلمت دونوں سے قبل سے ہے۔ کائنات میں کسی کی مجال نہیں کہ وہ اس سے ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔ وہ سب کا ازلی و ابدی بادشاہ مطلق ہر وقت اپنے شانِ کمال میں غرق ہے۔ ہزارہا مخلوق اس غم میں پریشان ہے، کہ نہ اس تک رسائی کی راہ ملتی ہے، اور نہ اس کی طرف سے صبر کر کے بیٹھ جانا ممکن ہے۔ نہ کوئی عقل اس کے کمال کو آج تک پہنچ سکی ہے، نہ کوئی آنکھ اس کے جمال سے مشرف ہو سکی ہے۔

باقی ساری کتاب اسی حقیقۃ الحقائق، اسی ذات علی الاطلاق، اسی ہستی وراء الورا کی توصیف اور اس تک رسائی کی تدبیر اور منازل سفر کی تفصیل کی نذر ہے۔

چند مضامین و مطالب بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں، یہی انداز ساری کتاب کا ہے۔

راہ طلب و سلوک میں سب سے بڑا رہزن نفس کا شوق جاہ و ترفع ہے۔ انسان بڑی بڑی ریاضتیں گوارا کر لیتا ہے۔ سخت سے سخت مجاہدے جھیل لے جاتا ہے، کہ

Marfat.com

خلق میں اُس کے زہد و عبادت کی شہرت ہو جائے، حالانکہ یہی حب جاہ اس سفر میں سخت ترین سنگ گراں ہے، شیخ شبلی ایک مرتبہ لوگوں کی نظر سے غائب ہو گئے۔ بڑی تلاش کے بعد مخنثوں (زنانوں) کے ایک گروہ کے درمیان بیٹھے ہوئے ملے، آنکھیں تر اور ہونٹ خشک، کسی نے حیرت کے ساتھ سوال کیا، آپ نے جواب دیا کہ جیسے یہ لوگ نہ عورت ہیں نہ مرد، میں بھی راہ دین میں نہ مرد ہوں نہ عورت، بد اعمالیوں کی کثرت سے میری زندگی خود میرے لیے باعثِ شرم ہے، عارف کو چاہیے کہ اسی طرح اپنے کو ذلیل و خوار رکھے ؎

ہمچو مردان ذل خود کن اختیار — کردہ بر استادگاں عزت نثار
گر تو پیش آئی ز موے در نظر — خویشتن را از بتے سازی بتر
مدح و ذمت گر تفاوت میکند — بتگرے باشد کہ او بت می کند
گر تو حق را بندۂ بتگر مباش — در تو مرد ایزدی، آزر مباش
نیست ممکن درمیان خاص و عام — از مقام بندگی برتر مقام
چوں ترا صد بت بود در زیر دلق — چوں نمائی خویش را صوفی بہ خلق
اے مخنث جامۂ مردان مار — خویش را زیں پیش سرگرداں مدار (منطق)

ایک مرتبہ قاضی شہر کے پاس دو صاحب اپنے مقدمہ کا فیصلہ کرانے آئے، دونوں لباس اور ظاہر سے صوفی بنے ہوئے "قاضی انھیں تنہائی میں لے گئے اور بڑی غیرت دلائی کہ "جسم پر لباس تو یہ ترک و تسلیم کا، اور دل بدستور من و تو کے جھگڑوں میں اٹکا ہوا، اگر دل ترک پر آمادہ نہیں، تو یہ لباس ہی پہنا کیا ضرور تھا۔

باطن کا دعویٰ نہیں رکھتا، محض مقدمات چکاتا ہوں، لیکن میں اس لباس سے شرمایا جاتا ہوں ——— یہ درویشی تو تمام تر ترک و تبتل کا سودا ہے۔

در خصومت آمدند و در جفا — دو مرقع پوش در دار القضا
قاضی ایشاں را بہ کنجے برد باز — گفت صوفی خوش نباشد جنگ باز
جامۂ تسلیم در بر کردہ اید — ایں خصومت از چہ در سر کردہ اید
گر شما ہستید اہل جنگ و کیں — ایں لباس از تن بیفگند از ید ہیں

ورشما ایں جامہ را اہل آمدید | درخصومت از سر جہل آمدید
منکہ قاضی ام نہ مرد معنوی | زیں مرقع شرم میدارم قوی
گر بہ دعوی عزم ایں میداں کنی | سر بہی برباد ترک جاں کنی[1]

(عطار)

نفس کی شقاوت کی کوئی حد نہیں، انسان کی نظر سے درد انگیز عبرتناک واقعات کیسے کیسے ہر روز گزرتے رہتے ہیں، پھر بھی اسے عبرت حاصل ہوتی ہے نہ نصیحت، کسی نے ایک مسن گورگن سے سوال کیا، کہ "تمہاری تو عمر قبروں کے کھودنے میں گزری یہ بتاؤ کیا کیا عجائبات نظر سے گزرے۔" جواب ملا کہ سب سے بڑا عجوبہ یہ ہے کہ ستر سال گورکنی کرتے ہو گئے اور اپنا نفس ایک لمحہ کے لیے بھی مردہ نہ ہوا ؎

یافت مردے گورکن عمرے دراز | سائلش گفتہ کہ چیزے گوے باز
چہ عمرے گورکندی در مغاک | چہ عجائب دیدہ در زیرِ خاک
گفت ایں دیدم عجائب حسب حال | کیں سگ نفسم ہمیں ہفتاد سال
گورکردن دید و یک ساعت نمرد | یک زماں فرمان و یک طاعت نبرد

سب سے زیادہ زور دینے کے قابل علائق دنیوی کا ترک ہے، حب دنیا حیات ایمانی کے حق میں زہر ہے ؎

حب دنیا ذوق ایمانت ببرد | آرزو ئیش پر توجانت سرد
چیست دنیا آشنائے حرص و آز | ماندہ از فرعون و ز نمرود باز
کارِ دنیا چیست؟ بیکاری ہمہ | چیست بیکاری؟ گرفتاری ہمہ
ہست دنیا آتش افروختہ | ہر زماں خلقے دگر را سوختہ

(عطار)

ایک مرتبہ حضرت عیسٰیؑ کھری زمین پر استراحت فرما رہے تھے اور سر کے نیچے ایک چھوٹی سی اینٹ تکیہ کے طور پر رکھ لی تھی، آنکھ کھلی تو کیا دیکھتے ہیں، کہ ابلیس پاس ہی کھڑا ہے، فرمایا: "ملعون، تیرا یہاں کیا کام ہے؟" اس نے جواب دیا: "یہ اینٹ میری ملک ہے،"

---

[1] سجادگی اور نذر و نیاز کے دعویدار، مقدمہ باز قسم کے "مشایخ" نے یہ حکایت سن لی ہے۔

ساری دنیا ہی میری ملک ہے، اور یہ اینٹ بھی اسی کا ایک جزو ہے، آپ اس کو اپنے کام میں لائیے، تو آپ نے خود ہی مجھ سے توسل پیدا کیا۔ حضرتؒ نے یہ سنتے ہی اینٹ پھینک دی اور دوبارہ استراحت کو لیٹے، ابلیس بولا: "اب بیشک آرام کیجئے، اب میرا یہاں ٹھہرنے کا کوئی کام نہیں رہا۔" (صث ۱۰۸-۱۰۹)

ایک صاحب نے بعد نماز دعا کی کہ "کارساز عالم! میرے حال پر رحم کر۔" ایک دل جلا جل کر بولا: "تم اور طلب رحمت! ہر وقت تو اپنی خود پرستیوں میں مست ہو، مکان ہے تو عالی شان، در و دیوار ہیں تو زرنگار، کام کاج کے لیے غلاموں کی کھیپ کے محتاج، کنیزوں کی ضرورت اس پر مستزاد، خود پرستی میں یہ انہماک و اہتمام، اور اس پر نزول رحمت کی توقع و طلب؟ واقعی اگر رحمت باری کی تمنا ہے، تو پہلے اپنے کو غیر سے تو فارغ البال کرو۔ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا۔ ؎

تو ز ناز خود نہ گنجی در جہاں — می خرامی از تکبر ہر زماں
منظرے سر بر فلک افراشتہ — چار دیوارش بزر بنگاشتہ
دہ غلام و دہ کنیزک کردہ راست — رحمت آنجا کے بود بر گوے راست
نیک بنگر تا تو با ایں جملہ کار — جاے رحمت داری آخر شرم دار
روے اکنوں می بہ گرداں از ہمہ — تا شوی فارغ چو مرداں از ہمہ (مثنوی)

مومن کو رحمت الٰہی کی طرف سے مایوس کبھی نہ ہونا چاہیے، گناہ کیسے ہی اور کتنے بھی ہوں، بہرحال رحمٰن و رحیم کی رحمت ان سے وسیع تر ہے۔ یاس تو صرف کافروں کا حصہ ہے، مومن کو چاہیے کہ ہر حال میں اس کی رحمت پر بھروسہ رکھے، اور اپنی طرف سے توبہ میں مشغول رہے۔

اس مفہوم کو مختلف پیرایوں میں بار بار ادا کیا ہے، مثلاً کہیں یوں ؎

تو یقیں می داں کہ صد عالم گناہ — از تفِ یک توبہ برخیزد ز راہ
بحرِ احساں چوں در آید موج زن — محو گرداند گناہ مرد و زن

اور کہیں یوں ؎

گر نہ بودے مرد را توبہ قبول — کے بدے ہرگز بر او نزول
گرگنہ کردی در توبہ ست باز — توبکن کیں ورنہ خواہد شد فراز
گر بہ صدق آئی دریں رہ یکدمے — صد فتوحت پیش آید ہر دمے (ص۹۶)

اصل شئے اخلاص و صدق نیت ہے۔ حد یہ ہے کہ اگر شرک بھی اخلاص کے ساتھ ہے تو عالم الغیب والشہادۃ کی بارگاہ سے بالآخر ہدایت نصیب ہو کر رہے گی۔ شیخ حکایت لکھتے ہیں کہ ایک شب حضرت جبرئیل اپنے مقامِ قرب میں تھے کہ حضرت قدس سے صدا لبیک کی سُنائی دی، سمجھے کہ کوئی خاص مقبول بندہ اس وقت ذکر و عبادت میں مصروف ہے اور اس کی پذیرائی ہو رہی ہے، جی میں آئی کہ اس کا پتہ لگائیے، دم بھر میں ہفت افلاک کا چکر لگا ڈالا، اس کا پتہ نہ چلا، کرۂ زمین کا رُخ کیا، اس کا کونہ کونہ چھان ڈالا، پتہ پھر بھی نہ چلا، اپنے مقام پر واپس آئے، دیکھا کہ حضرت قدس سے صدائے لبیک برابر چلی آ رہی ہے' تلاش از سرِ نو شروع کی' اور اب کی بھی ناکام رہے، عاجز آ کر بارگاہِ اعلیٰ میں عرض کی، حکم ہوا، ملک روم میں جا کر دیکھو، آ کر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بُت کے آگے اس کی عبادت ہو رہی ہے۔ دنگ و حیران ہو کر عرض کی، پروردگار عالم، یہ آخر کیا راز ہے کہ صریح بُت پرستی پر یہ رحمت!' جواب سُنیے سہ

حق تعالیٰ گفت ہست او دل سیاہ
زاں نمی داند غلط کردست راہ — وہ نادانی سے غلط راہ پر پڑ گیا ہے
از نیازش خوش ہمی آید مرا — تو کیا برا ہم تو اس کے خلوصِ قلب کو دیکھ رہے ہیں
زیں نشان دادن ہمی باید مرا — وہ اس وقت گمراہ ہے تو ہوا کرے ہم ابھی
گر زغفلت رہ غلط کرد آں سقط — اس کے خلوصِ نیت کا انعام یہ دیتے ہیں
منکہ می دانم نہ کردم رہ غلط — کہ وہ راہ راست پر آیا جاتا ہے۔
ہم کنوں راپیش ہم تا پیشگاہ — (ص۹۶)
لطف او خواہد شد او را عذر خواہ

چنانچہ سہ

Marfat.com

این بگفت و راہ جانش بر کشاد
در خدا گفتن زبانش بر کشاد

معاً اس کا قلب روشن کر دیا گیا، کشور کا کے مرتبے آناً فاناً طے کرا دیئے گئے اور مشرک و بت پرست بات کہتے کہتے موحد و خدا پرست ہو گیا۔

شیخ کے نظامِ عمل میں سب سے بلند و مقدم مرتبہ، احکامِ الٰہی کے اتباع کا ہے، ایک مرغ وزبانِ تمثیل میں روح کی زبان سے سوال ہوتا ہے کہ

دیگرے پرسید از وکہ رہنماے
چوں بود گر مرامی آدم بجاے
من نہ دارم با قبول و ردّ کار
می کشم فرمان او در انتظار

تعمیلِ ارشاد اور فرماں برداری کے باب میں کیا ارشاد ہے؟ مجھے اختیار و انکار سے سروکار نہیں، میں تو محض اتباعِ امر کرنا چاہتا ہوں۔

ہُدہُد (پیغمبرِ حق) کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ

گفت نیکو کردی اے مرغِ سوال
مرد را زیں بیشتر نبود کمال
کہ بری جاں گر تو آنجا جاں بری
جاں بری گر تو بجاں فرماں بری
ہر کہ فرماں برد از خذلاں برست
از ہمہ دشوار ہا آساں برست
طاعتے با امر گر یک ساعت است
بہتر از بے امر عمرِ طاعت است

اس سے بلند تر کوئی بھی مرتبہ نہیں یہ مرتبہ اور سارے مرتبوں سے اعلیٰ و افضل ہے، تعمیلِ امر میں ایک ساعت کی بھی طاعت ساری عمر کی اطاعت گزاریوں اور مجاہدوں سے بہتر ہے جو اپنی مرضی اور رائے سے کیے جائیں۔ (ص ۱۳۹)

انسان بندہ ہے۔ اس کا کمال یہی ہے کہ بندگی میں کمال پیدا کر دکھائے ؎

بندگی ایں باشد و دیگر ہوس
بندگی افگندگی اے ہیچ کس
تو خدائی می کنی نے بندگی
کے شود ممکن ترا افگندگی

مقبولیت اور برگزیدگی کا دعویٰ آسان ہے، لیکن اس دعویٰ پر دلیل بھی کمالِ عبودیت و افگندگی ہے ؎

بندہ آں نبود کہ از روے گزاف　　می زند در بندگی پیوستہ لاف
بندہ وقت امتحاں آید پدید　　امتحاں کن تا نشاں آید پدید

Marfat.com

باب ۳ [1]

لوائح

(مُلاّ نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ)

ا۔ مصنّف

ملاجامیؒ کا زمانۂ وفات نویں صدی ہجری کے اختتام کا ہے، اس لئے انہیں دورِ متوسطین کی آخری یادگار کہہ سکتے ہیں، یہ وہ زمانہ ہے کہ تصوف ایک ...... مستقل نظام کی حیثیت اختیار کر چکا تھا، اور اسلام کی سادہ تعلیم میں فلسفہ اور غیر مذاہب کی آمیزش اچھی طرح ہو چکی تھی،

اسم گرامی قولِ مشہور کے مطابق نورالدین عبدالرحمٰن تھا، سفینۃ الاولیار کی روایت ہے کہ اصل نام عمادالدین تھا، مشہور نام نورالدین ہو گیا، والد کا نام ایک روایت میں احمد بن محمد دشتی آیا ہے، دوسری میں نظام الدین احمد دشتی، دشتِ اصفہان کے ایک محلہ کا نام ہے،

ولادت قصبۂ جام میں ہوئی، کچھ اس مناسبت سے، اور کچھ اس لحاظ سے بھی کہ شیخ الاسلام احمد جامؒ کی عقیدت کا جام نوش فرمایا تھا، اپنا تخلص جامی قرار دیا، خود فرماتے ہیں:۔

مولدم جام و رشحہ قلمم — جرعۂ جام شیخ اسلامی ست
لاجرم در جریدہ اشعار — بدو معنی تخلصم جامی ست

---

[1] ماخذ:۔ (۱) نفحات الانس (جامی) (۲) سفینۃ الاولیار (داراشکوہ)
(۳) مفتاح التواریخ (مسٹر بیل)

تخلص اس قدر مقبول ہوا کہ لوگ نام بھول گئے، عام زبانوں پر صرف جامی یا ملا جامی رہ گیا، تاریخ ولادت بالاتفاق ۲۳ شعبان ۸۱۷ھ (۷ نومبر ۱۴۱۴ء) ہے، اور تاریخ وفات بہ روایت قوی ۱۸ محرم ۸۹۸ھ (۹ نومبر ۱۴۹۲ء) ہے، ایک ضعیف روایت ۹۰۱ھ سے متعلق بھی ہے، وفات شہر ہرات میں ہوئی،

بیعت سلسلہ نقشبندیہ میں مولانا سعد الدین کاشغریؒ سے تھی، بچپن میں پانچ سال کے بھی سن سے پہلے، خواجہ محمد پارساؒ نقشبندی کی زیارت سے مشرف ہوئے، طریق روحانیت کی تخم ریزی قلب میں اسی وقت سے ہوگئی، ۶۵ سال کی عمر میں جب نفحات الانس کی تالیف میں مشغول ہوئے ہیں، اس واقعہ کا تذکرہ اس انداز سے کرتے ہیں، کہ قلم سے گویا سیاہی کے بجائے عقیدت کے قطرے ٹپک رہے ہیں، ۸۲۲ھ تھا کہ آخری جمادی الاول یا آغاز جمادی الآخر میں خواجہ موصوف جام سے گزر رہے تھے، خلقت گروہ در گروہ نذر و اخلاص و عقیدت پیش کرنے حاضر ہو رہی تھی، ملا جامی کے والد ماجد نے اس خورد سال بچہ کو خواجہ کی پالکی میں لا کر بٹھا دیا، خواجہ نے التفات خاص فرمایا، اور ایک سیر مصری عنایت کی، اس سرگذشت کو قلمبند کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

" امروز آں شصت سال است کہ ہنوز صفائی طلعت منور ایشاں در دلِ من وہمانا کہ رابطۂ اخلاص و اعتقاد و ارادت و محبتے کہ ایں فقیر را نسبت بہ خاندان خواجگان قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم واقع ست بہ برکت ایشاں بودہ باشد وامید می دارم کہ بریمن ہمیں رابطہ در زمرۂ محباں و مخلصاں ایشاں محشور گردم ":
(نفحات، ص ۴۴۹-۴۵۰)

مگر سب سے ارتباط و اختصاص شاید خواجہ عبید اللہ احرار کے ساتھ تھا اُن کا تذکرہ نفحات اور اپنی دوسری کتابوں میں کمال عقیدت و تفصیل کے ساتھ کیا ہے،

علوم ظاہری کی تعلیم ہرات میں پائی، استادوں میں نام ملا جنید، خواجہ علی سمرقندی و قاضی روم سمرقندی کے ملتے ہیں، طالب علمی کے زمانہ میں بڑے ذہین اور بڑے قوی الحافظ تھے، ذکاوت، جودت ذہن، قوت حافظہ، ان سب کے عجیب و غریب واقعات تذکروں میں ملتے

Marfat.com

ہیں، شوخ و ظریف بھی تھے، اس کا ثبوت آج تک بہارستان کے صفحات دے رہے ہیں،

"حضرت مولانا را فہم و طبعے کہ بود بالا تر از آں من باشد و بسیار خوش خلق و خوش تکلم و شگفتہ بودند و مطائبہائے لطیف می فرمودند" (سفینۃ الاولیار)

تصانیف کی تعداد لفظ جام کے ہم عدد، ۴۴ ہے، مشہور یہ ہیں :۔

یوسف و زلیخا، تحفۃ احرار، سبحۃ الابرار، نفحات الانس، شواہد النبوۃ، لوائح، بہارستان، شرح کافیہ اور کلیات،

مرید سلسلۂ نقشبندیہ میں تھے، لیکن طبیعت پر ذوق و وجد چشتیہ کا سا غالب تھا "ہمیشہ در ذوق و وجد می بودہ اند" (سفینہ) اور شاید اسی لئے سماع سے بھی محترز تھے۔

مثنوی، غزل، قصیدہ وغیرہ نظم کی ہر صنف پر قادر تھے، اور مدح، تشبیب، معرفت، توحید وغیرہ ہر مضمون کے مالک تھے، سب سے بڑھا چڑھا رنگ نعت کا تھا، اس جوش و خروش کی نعتیں فارسی میں کمتر کسی اور کی ملیں گی،

مرتبۂ کمال کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خود ان کے مرشد فرمایا کرتے تھے کہ "شہباز ہمارے چنگل میں آپھنسا ہے"۔ (سفینہ) خواجہ عبید اللہ احرارؒ اتنی تعظیم برتتے کہ اپنے خطوط کو لفظ "عرضداشت" سے تعبیر کرتے اور اکثر فرماتے تھے کہ "خراسان میں تو آفتاب موجود ہے، لوگ اسے چھوڑ کر ماوراء النہر کے چراغ (یعنی میرے پاس) کیوں آتے ہیں"۔ گویا ملا جامی کو آفتاب ٹھہراتے اور اپنے کو چراغ،

احوال و کرامات کے اخفار میں خاص اہتمام تھا، جہاں تک بس چلتا کسی پر اپنے مرتبۂ کمال کو نہ ظاہر ہونے دیتے، بایں ہمہ مرجع خلائق تھے،

"مقبول عالم و مقتدائے ماوراء النہر و خراسان و پیشوائے زماں بودہ اند و سلطان حسن بایقرا را کمال عقیدت و نیازمندی بخدمت ایشاں بود" (سفینہ)

سلطان اور امرار کی عقیدت مندیوں کے مرکز تھے۔

"در عہد سلطان ابو سعید بہ خدا شناسی و خدا پرستی شہرت یافتہ مقبول خاص و عام گشت، و در عہد سلطان حسن بایقرا بیشتر از بیشتر قبول یافت و امیر علی شیر

Marfat.com

غاشیۂ انقیاد او بر دوش جاں می داشت۔" (مفتاح التواریخ)

خانۂ کعبہ کی زیارت کو گئے، تو آمد و رفت دونوں موقعوں پر قبول عام نے قدم قدم پر استقبال کیا، ایک مرتبہ دمشق میں مقیم تھے کہ سلطان روم کا قاصد پانچہزار اشرفیوں کی نذر لیتے ہوئے اس درخواست کے ساتھ پہنچا کہ قسطنطنیہ بھی شرف قدوم سے مشرف ہو جائے، مولانا قاصد سلطانی کی آمد کی خبر پا کر قاصد کے ورود سے قبل ہی تبریز چل کھڑے ہوئے تھے، یہاں حاکم کردستان حسن بیگ کی نیاز مندیاں زنجیر پا ہونے لگیں، بمشکل تمام اجازت لے کر خراسان پہنچے یہاں پہنچے تو یہاں بھی نذرانوں کے انبار نے خیر مقدم کیا،

۲۔ تصنیف

"لائحہ" کے لفظی معنی شعاع درخشاں کے ہیں، مجازی معنی تختۂ عمل یا روزنامچہ کے ہیں، لوائح اس کی جمع ہے، لوائح جامی چند لائحوں کا مجموعہ ہے، کل تعداد نسخہ نولکشوری کے مطابق ۲۴ ہے، اور نسخہ لندنی کے مطابق اس سے کم، قدمائے فن کی تصانیف کی طرح سلوک کے علم و عمل پر یہ کوئی جامع و مبسوط رسالہ نہیں، بلکہ صرف فلسفۂ تصوف سے متعلق چند لطائف و اشارات کا مجموعہ ہے، زمانۂ تالیف وہ ہے، کہ یونانی مشرکوں کے فلسفہ کو مسلمانوں میں رائج ہوئے کئی سو سال ہو چکے ہیں، اور اشراقیت و مشائیت، تناسخ و حلول، عقل کل اور ہیولیٰ اور اسی طرح کے خاک بلا، کیسے کیسے عقائد و اوہام، یونانی، مصری، ہندی، ایرانی فلسفۂ نجوم اور جوگ کے اثر سے اسلامی مدرسوں اور خانقاہوں میں داخل ہو چکے ہیں، اور خود مسلمانوں کے اندر شیخ الاشراق، اور طوسی اور فارابی اور ابن سینا اور ابن رشد جیسے "معقولی" بڑی تعداد میں پیدا ہو چکے ہیں، اور ان کے خرافات توحید کے خاندان میں گھر گھر پھیل چکے ہیں۔

اسلامی تصوف اب قرآن و سنت پر عمل کا نام تھا، جنید و ذوالنون کا تصوف صحابۂ کرام کی تقلید تھی، ان کے عقائد و اعمال ابوبکرؓ و علیؓ کے عقائد و اعمال تھے۔ اب دور وہ تھا کہ ہر چیز "عقلی" بن چکی تھی، شیخ ابن عربی اور ان کے شاگردوں کے طفیل میں سلوک بھی اب ایک "فلسفہ" تھا، اور اس کے خاص خاص نظریات تھے، بڑے بڑوں کی خانقاہیں اور تکیئے اب ایسے ایسے

عقائد اور اعمال کے گہوارے بن چکے تھے، جن سے صحابہ وتابعین کے دور میں کوئی واقف نہ تھا،

ملا جامی اسی فضا میں آنکھیں کھولتے ہیں، اسی ہوا میں سانس لیتے ہیں، اسی غذا سے نشوونما حاصل کرتے ہیں، اور اس کے بعد اپنے قلم کو گردش دیتے ہیں، شیخ ابن عربیؒ کے رنگ میں رنگے ہوئے ان کے فلسفۂ وحدت الوجود میں ڈوبے ہوئے، اس پر بھی جب قدم اٹھاتے ہیں تو جادۂ شریعت سے باہر نہیں پڑنے دیتے، ساری کتاب میں بس ایک مسئلہ توحید باری اور اسی کے متعلقات کو مختلف پیرایوں میں مختلف تعبیروں کے ساتھ ادا کرتے ہیں، اور بدعات مشایخ میں سے کسی ایک کے بھی ذکر کی ہمت نہیں پاتے، موضوع نہایت نازک و متین ہے۔ اس پر بھی انداز بیان اتنا موثر ہے کہ پڑھنے والے پر ایک ہنگامی کیفیت تو فنائیت کی طاری ہو کر رہتی ہے،

آغاز کلام میں زبان قلم یوں زمزمہ سنج حمد ہوتی ہے :۔

"خداوندا، سپاس تو بزبان نمی آریم وستایش تو بر تو نمی شماریم، ہرچہ از صحائف کائنات از جنس اثنیہ و محامدست ہمہ بہ جناب عظمت و کبریائی تو عایدست، از دست و زبان چہ آید کہ سپاس وستایش ترا شاید تو چنانی کہ خود گفتہ و گوھر ثنائے تو آں ست کہ خود سفتۂ" ؎

آنجا کہ کمال کبریائے تو بود	عالم نمے از بحر عطائے تو بود
مارا چہ حد حمد و ثنائے تو بود	خود حمد و ثنائے تو سزائے تو بود

مناجات اور طلب توفیق میں متعدد رباعیاں کہی ہیں، مثلاً ؎

(۱)	یارب دل پاک و جاں آگاہم دہ	آہ شب و گریۂ سحر گاہم دہ
	در راہ خود اول تو خودم بخود کن	آنگہ بخود زخود بخود راہم دہ
(۲)	یارب ہمہ خلق را بہ من بدخو کن	از جملہ جہانیاں مرا یک سو کن
	روے دل من صرف کن از ہر جہتے	از عشق خودم یک جہت دیکر و کن

تمہید اور مطالب واغراض وتالیف کے ذیل میں فرماتے ہیں :۔

Marfat.com

این رسالہ ایست مسمّٰی بہ لوائح
در بیان معارف و معانی کہ بر الواح
اسرار و ارواح ارباب عرفان
و اصحاب ذوق و وجدان لائحہ
گشتہ بہ مجاہدات لائقہ و
اشارات رائقہ متوقع کہ وجود
متصدی این بیان را درمیان نہ
بینند و بر بساط اعتراض و سماط
اعتراض نہ نشینند، چہ اورا درین
گفتگو نصیبے جز منصب ترجمانی
نے، و بہرۂ غیر از شیوۂ
سخن رانی نے ؎

من ہیچم وکم ز ہیچ ہم بسیارے
از ہیچ وکم از ہیچ نیاید کارے
ہر سر کہ ز اسرار حقیقت گویم
زانم نہ بود بہرہ بجز گفتارے

اس رسالہ کا نام لوائح ہے، اس میں
ان معانی و معارف کا بیان ہے جو
ارباب عرفان و اصحاب ذوق و وجدان
کے قلوب و ارواح پر روشن ہوئے،
اور جنہیں یہاں الفاظ مناسب و
اشارات دلکش کے ساتھ قلمبند کیا گیا.
امید ہے کہ پڑھنے والے یہاں بیانات
کے شارح کی شخصیت کا خیال درمیان
میں نہ لائیں گے اور اعتراض و نکتہ چینی سے
محترز رہیں گے، اسلئے کہ مصنف کا منصب
اس کتاب میں محض ترجمانی کا ہے، اس کی
حیثیت ایک آلہ سے زائد مطلق نہیں ہے

میں ہیچ بلکہ ہیچ سے بھی بہت کم ہوں ایسے
ہیچ اور کمتر از ہیچ سے ہو ہی کیا سکتا ہے،
یہ جو اسرار حقیقت میں بیان کر رہا ہوں ان
کا صرف ناقل و ترجمان ہی ہوں اس سے زائد کچھ نہیں

اب لوائح کے لائحہ شروع ہوتے ہیں،

(۱) لائحہ اول، اس بیان میں ہے کہ عالم و مافی العالم سے قطع نظر کر کے خدائے دوجہاں آفریں ہی کی طرف بہ کمال یکسوئی متوجہ رہنا چاہیئے،

ماجعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ ، حضرت بیچون کہ ترا نعمت ہستی دادہ است در درون تو جز یک دل نہادہ ست تا در محبت او یک رو باشی و یک دل، و از غیر او معرض و بر و مقبل، نہ آنکہ یک دل را صد پارہ کنی و ہر پارہ در پے مقصدے آوارہ ؎

اے آنکہ بہ قبلۂ بتاں روست ترا　　بر مغز چرا حجاب شد پوست ترا

Marfat.com

دل در پے ایں زآں نہ نیکوست ترا　　　یک دل داری بس ست یک دوست ترا

(۲) لائحہ دوم، اس حقیقت کے بیان میں ہے کہ مخلوق سے دل لگانا ہی طبیعت میں پراگندگی و انتشار کا باعث ہوتا ہے، اور اگر لو صرف خالق واحد و یکتا سے لگی رہے، تو جمعیت خاطر و یکسوئی بھی تمام تر میسر رہے،

"تفرقہ عبارت ازاں ست کہ دل را بہ واسطہ تعلق بامور متعددہ پراگندہ سازی، وجمعیت آنکہ از ہمہ بہ مشاہدہ واحد پردازی، جمعے گمان برند کہ جمعیت در جمع اسباب است در تفرقہ ابد ماندند و فرقہ بہ یقین دانستند کہ جمع اسباب از اسباب تفرقہ ست از ہمہ افشاندند ؎

اے مالک رہ سخن زہر باب مگوے　　　جز راہ وصول رب ارباب مپوے

چوں علت تفرقہ ست اسباب جہاں　　　جمعیت دل ز جمع اسباب مجوے

(۳) لائحہ سوم کی تعلیم ہے کہ خدا ہر جگہ موجود ہے اور ظاہر و باطن ہر حال میں نگراں،

زہے خسارت کہ تو دیدہ از لقائے　　　پس کیسے افسوس کی بات ہے کہ تو اس
او برداشتہ سوئے دیگرے می نگری　　　کے دیدار کو چھوڑ کر دوسروں کی جانب نظر
وطریق رضائے او بگذاشتہ راہ　　　رکھتا ہے اور اس کی خوشنودی کے راستہ کو
دیگرے می سپری ؎　　　چھوڑ کر دوسرے کی راہ طے کر رہا ہے، ؎

با یار بہ گلزار شدم رہگذری　　　میں (عاشق) ایک دن محبوب کے ساتھ سیر گلشن کو گیا،
بر گل نظرے فگندم از بیخبری　　　اور وہاں اپنی حماقت سے پھولوں کو دیکھنے لگا،
دلدار بہ طعنہ گفت شرمت بادا　　　اس نے چڑھ کر کہا، شرم نہیں آتی کہ میرے رخسار کے
رخسار من ایں ست تو در گل نگری　　　ہوتے ہوئے آپ نگاہ پھولوں پر دوڑا رہے ہیں،

(۴) لائحہ چہارم کا حاصل ہے، کہ ماسوائے حق جو کچھ ہے، زوال پذیر و فانی ہے، باقی صرف ذات حق ہے، اس کے سوا ساری امیدیں اور آرزوئیں لغو و موہوم ہیں،

(۵) لائحہ پنجم، کائنات کی ساری جلوہ آرائیاں اسی جمیل مطلق کا پرتو ہیں، دنیا میں اگر کوئی دانا ہے، تو اس پر اسی کی ذات کا پرتو ہے، اگر کوئی بینا ہے تو اسی کے عکس کی تجلی ہے، غرض جتنے بھی کمالات و

Marfat.com

اوصاف سمجھے جاتے ہیں سب اسی کے مظاہر و اظلال ہیں اور اسی کل اور مطلق نے اوج کلیت و اطلاق سے تنزل کرکے اپنی تجلیات کو جزئیت و تقید میں رونما کیا،

(۶) لائحہ ششم میں انسان کی حقیقت بیان کی ہے کہ

آدمی اگرچہ بر سبب جسمانیت در	آدمی اپنی جسمانیت کے لحاظ سے
غایت کثافت ست اما بہ حسب	غایت کثافت میں ہے، لیکن اس طرح
روحانیت در نہایت لطافت، بہرچہ	بہ اعتبار روحانیت انتہائے لطافت
روے آرد حکم آں گیرد، وبہرچہ توجہ	میں اب وہ جس طرف بھی توجہ کرے گا
کند رنگ آں پذیرد، پس می باید	وہی رنگ اس پر چھا جائے گا، تو اے
کہ بکوشی و خود را از نظر خود بپوشی،	طالب تجھے لازم ہے کہ تو اپنے کو اپنے سے
و بر ذاتی اقبال کنی و بہ حقیقی اشتغال	مخفی کر، اور جو ہستی ذاتی و حقیقی ہے، بس اسی کی
نمائی کہ درجات موجودات	جانب مشغول و متوجہ ہو جا، اس لئے کہ موجودات
ہمہ مجالی جمال اویند و مراتب	کی جتنی بھی قسمیں ہیں، سب اسی کے جمال کی
کائنات مرائی کمال او و بریں	تجلیات ہیں اور کائنات کے جتنے بھی اجزا ہیں،
نسبت چنداں مداومت نمائی	سب اسی کے کمال کا آئینہ، تو اپنی اس نسبت کو
کہ با جان تو در آمیزد و ہستی تو	مشق و ریاضت سے اس درجے تک پہنچا لے کہ وہ
از نظر تو برخیزد اگر خود روئے	ہستی حقیقی تجھ تک مدغم ہو جائے اور خود تیری
آوری روئے بہ او آوردہ	ہستی تیری نظروں سے غائب ہو جائے، یہانتک کہ تو اگر
باشی چوں از خود تعبیر کنی تعبیر	اپنا خیال کرے تو عین اسی کا خیال کرے، اگر تو اپنا ذکر
از وے کردہ باشی مقید مطلق شود	کرے تو عین اسی کا ذکر کرے اور اس طرح مطلق ہو جائے
و انا الحق ہو الحق،	اور انا الحق ہو الحق کے حکم میں داخل ہو جائے،

(۷) لائحہ ہفتم سے عملی طریقوں کی تعلیم شروع ہوتی ہے، اس لائحہ میں تعلیم یہ ہے کہ ذکر الٰہی اور نسبت حق سے کوئی حالت خالی اور وقت کا کوئی لمحہ ضائع نہ گزرنا چاہیئے،

" ورزش ایں نسبت شریفہ می باید کرد بر وجہے کہ ہیچ وقت از اوقات و ہیچ

Marfat.com

حالتے از حالات ازاں نسبت خالی نہ باشی چہ در آمدن وچہ در خوردن وخفتن وچہ در شنیدن وگفتن وبالجملہ در جمیع حرکات وسکنات حاضر وقت می باید بود تا بہ بطالت نہ گزرد"

(۸) لائحہ ہشتم، جس طرح وقت کو تمام تر ذکر الٰہی سے مشغول ومامور رکھنا چاہیئے، اسی طرح قلب کو بھی کوشش کرکے تعلقات دنیوی سے منقطع کرلینا چاہیئے،

(۹) لائحہ نہم، اس میں فنا اور فنائے فنا کی تعریف بیان کی ہے،

"فنا عبارت ازاں ست کہ بواسطۂ استیلاء ظہور ہستی حق بر باطن بماسوائے او شعور نماند وفنائے فنا آں کہ برآں بے شعوری ہم شعور نماند وپوشیدہ نہ باشد کہ فنائے فنا مندرج است زیرا کہ صاحب فنا را اگر بہ فنائے خود شعور باید، صاحب فنا نہ باشد بجہت آنکہ صفت وموصوف آں از قبیل ماسوائے حق اند سبحانہ وتعالیٰ پس شعور بآں منافی فنا باشد"

(۱۰) لائحہ دہم، توحید کی تعریف بیان کی ہے.

توحید یگانہ گردانیدن دل ست یعنی تخلیص وتجرید از تعلق بماسوائے حق ہم از روئے طلب وارادت وہم از جہت علم ومعرفت،	وہ ماسوائے حق سے دل کے ہر قسم اور ہر نوعیت کے ترک تعلق اور قطع وابستگی کا نام ہے، اور وہ طلب وارادت، علم ومعرفت سب پر شامل ہے،

(۱۱) لائحہ یازدہم، کا حاصل ہے کہ انسان پر نفس کی خواہشیں جس وقت غالب ہیں، اس نسبت مع اللہ کو ہر وقت ملحوظ رکھنا لازمی ہے، جوں جوں علائق کی بیڑیاں پیر سے کٹتی جائیں گی، مجاہدوں اور ریاضتوں میں لطف آنے لگے گا۔

(۱۲) لائحہ دوازدہم کا خلاصہ یہ ہے کہ مجاہدات میں جوں جوں لذت جائے گی، انسان اس نسبت مع اللہ کی تربیت وتقویت میں طبعاً زیادہ مصروف ہوتا جائے گا.

(۱۳) لائحہ سیزدہم حقیقت حق تعالیٰ میں ہے:۔

حقیقت حق سبحانہ وتعالیٰ جز	حق تعالیٰ کی حقیقت تمام تر اس کی ہستی

ہستی نیست و ہستی او را اختلاط
و نیستی نے، مقدس از سمت تغیر و
تبدل و مبرّا است از عصمت تکثر
و تحول۔ از ہمہ نشان ہا بے نشان
نہ در علم گنجد و نہ در عیان

ہے، ایسی ہستی جس میں کسی ہستی کی
گنجایش نہیں، نہ اس میں تغیر و تبدل
کا امکان ہے، نہ تعدد و تکثر کا گمان، اسکے
حدود و قیود سے بالاتر، عقل و حواس دونوں
اسے اپنی گرفت میں لانے سے معذور،

(۱۴) لائحہ چہاردہم، لفظ وجود کے معنی بیان کئے ہیں،
ایک، تحقق اور حصول، اور یہ حکمار و متکلمین کی اصطلاح ہے،
دوسرے، حقیقت قائم بالذات، یہ اہل عرفان و صوفیہ کی اصطلاح ہے، اور اس معنیٰ میں یہ لفظ ذاتِ حق کے مرادف ہے،

(۱۵) لائحہ پانزدہم، معنی صفات کی تحقیق میں ہے، صفات ایک معنی میں غیر ذات ہیں اور ایک معنی میں عین ذات،

صفات غیر ذات اند من حیث
ما یفہمہ العقول، و عین ذات اند
من حیث التحقیق والحصول مثلاً
عالم ذات است بہ اعتبار
صفت علم و قادر بہ اعتبار قدرت
و مرید بہ اعتبار ارادت و شک
نیست کہ اینہا چنانکہ بہ حسب
مفہوم بایکدیگر متغائر اند مر ذات
را نیز متغائر اند اما بہ
حسب تحقق . . . . و
ہستی عین ذات اند کہ آنجا وجودات
متعدد نیست بلکہ وجود جہت واحد،

عقلی تحلیل میں تو صفات بے شک ذات
سے الگ ہیں لیکن تحقق و حصول
کے لحاظ سے تو عین ذات ہیں، مثلاً
عالم اس ذات کا نام ہے جس میں صفت
علم ہو، قادر اس ذات کا جس میں صفت
قدرت ہو، مرید اس ذات کا جس
میں صفت ارادہ ہو، اور یہ یقینی ہے
کہ جس طرح یہ صفات باہم متغائر ہیں،
اسی طرح ذات سے بھی الگ ہیں، لیکن
ان کا تحقق تو عین ذات ہی میں
ہے، اس سے باہر ان کا وجود
ہی نہیں،

Marfat.com

(۱۶) لائحہ شانزدہم میں اس حقیقت کی ترجمانی ہے، کہ ذات بحیثیت ذات تمام اسماء و صفات و اضافات سے معریٰ ہے، لیکن اپنے ظہور و شہود میں ان سب سے متصف ہوتی جاتی ہے، اور جوں جوں تجلیات میں کثرت پیدا ہوتی جاتی ہے، یہ انصاف بھی بڑھتا جاتا ہے۔

(۱۷) لائحہ ہفتدہم، یہ لائحہ بہت مفصل ہے، اس میں مراتب تعینات اور ذات واحد کے غنائے مطلق پر دقیق پیرایہ میں گفتگو ہے، خاتمہ کے چند شعر سننے کے قابل ہیں ؎

(۱) داماں غنائے عشق پاک آمد پاک | ز آلودگی وجود ما مشتی خاک
چوں جلوہ گر و نظارہ گر جملہ خود ست | گر ما و تو در میان نہ باشیم چہ باک

(۲) واجب ز وجود نیک و بد مستغنی ست | واحد ز مراتب عدد مستغنی ست
در خود ہمہ را جاوداں می بیند | از دیدن شاں بروں ز خود مستغنی ست

(۱۸) لائحہ ہیژدہم، ہر نوع حیوانی کے افراد کے تشخصات اور تعینات کو الگ کر کے اگر دیکھا جائے، تو افراد کے لئے اسم مشترک اسی نوع حیوانی کا نکلے گا، پھر اب جتنی انواع حیوانی ہیں، ان کے ممیزات کو دور کیا جائے، تو اب اسم مشترک "حیوان" رہے گا، اب حیوانات اور اجسام خاص کے دوسرے انواع کے ممیزات کو اگر حذف کیا جائے، تو حقیقت مشترک "جسم" باقی رہے گا، اب یہی عمل تحلیل اگر جسم اور دیگر انواع جوہر کے تشخصات کے ساتھ کیا جائے، تو "جوہر" باقی رہ جائے گا، جوہر اور اعراض کے ممیزات بھی اگر حذف کر دیئے جائیں، تو اسم مشترک "ممکن" پڑے گا، اب ممکن و واجب کے ممیزات کی بھی تحلیل کر دی جائے، تو سب سے آخر میں "وجود مطلق" باقی رہے گا، اور یہی تمام ذوات و صفات کا منتہیٰ ہے ؎

تا چند حدیث جسم و ابعاد و جہات | تا کے سخن معدن و حیوان و نبات
یک ذات فقط بود محقق نہ ذوات | ایں کثرت وہمی ز شئون ست و صفات

(۱۹) لائحہ نوزدہم، یہ شئون و تجلیات جو ذات واحد میں مندرج ہیں، ان کے اندراج کی وہ صورت نہیں ہوتی، جو کل میں جزو کے، ظرف میں مظروف کے اندراج کی ہوتی ہے، بلکہ وہ صورت ہوتی ہے، جو موصوف و ملزوم میں، اندراج اوصاف و لوازم کی ہوتی ہے جیسے ایک کے ہندسہ میں شمول اندراج اس کے نصف اور ثلث اور ربع وغیرہ کسرات

الی غیر النہایۃ کا ہوتا ہے،

(۲۰) لائحہ بستم، وجود مطلق کی حقیقت بجائے خود بدستور اور غیر متغیر رہتی ہے، خواہ وہ اپنے ظہور کے لئے جو بھی قالب اور شئون وا عتبارات کے طور پر جو بھی مظاہر اختیار کرے،

آفتاب کے نور سے پاک وناپاک دونوں منور ہوتے ہیں، آفتاب خود پاک یا ناپاک کچھ بھی نہیں ہوتا،

(۲۱) لائحہ بست ویکم، عام قاعدہ یہ ہے کہ

مطلق بے مقید نہ باشد ومقید	مطلق بغیر مقید کے نہیں پایا جاتا، اور
بے مطلق صورت نہ بندد، امّا	مقید بغیر مطلق کے صورت نہیں
مقید محتاج است بہ مطلق، و	اختیار کرتا، لیکن مقید محتاج ہوتا ہے
مطلق مستغنی ست از مقید،	مطلق کا، اور مطلق مستغنی ہے مقید
بس استلزام از طرفین ست	سے، بس لزوم واستلزام تو دونوں جانب سے
واحتیاج از یک طرف،	ہے، لیکن احتیاج صرف مقید کی جانب سے ہے،

(۲۲) لائحہ بست ودوم، اس کا لب لباب اس رباعی میں آگیا ہے،

ہمسایہ وہمنشین وہمرہ ہمہ اوست　　در دلق گدا واطلس شہ ہمہ اوست
درانجمن فرق ونہاں خانۂ جمع　　باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

(۲۳) لائحہ بست وسوم حقیقت وجود اگرچہ تمام مظاہر میں مشترک ہے، پھر بھی مراتب وشئون میں باہم بڑا تفاوت ہے، بعضہا فوق بعض، اور ہر مرتبہ کے لئے الگ الگ اسماء صفات واعتبارات مخصوص ہیں، مرتبۂ الوہیت وربوبیت کے اعتبارات اور ہیں، اور مرتبۂ عبودیت وخلقیت کے اور سب کو متحد کر دینا عین کفر وزندقہ ہے،

اے بردہ گمان کہ صاحب تحقیقی　　واندر صفت صدق ویقین صدیقی
ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد　　گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

(۲۴) لائحہ بست وچہارم، وجود حقیقی کے مراتب حد شمار سے خارج ہیں، اس پر جب اطلاق اور لاتعینی کے پہلو سے نظر کی جائے، تو اس کا ادراک نہ کوئی عقل کر سکتی ہے، نہ کسی کشف کی رسائی اس تک ہو سکتی ہے، علم وعقل، کشف وشہود سب اس مرتبۂ آخری کے ادراک و

Marfat.com

عرفان سے عاجز ہیں، ؎

ہر چند کہ جانِ عارف آگاہ بود — کے در حرم قدس تو اش راہ بود
دست ہمہ اہل کشف و ارباب شہود — از دامن ادراک تو کوتاہ بود •

(۲۵) لائحہ بست و پنجم، حقیقت الحقائق اپنی ذات میں واحد ہے، شمار و عدد کا وہاں گزر نہیں، لیکن بہ لحاظ تجلیات و شئون کثیر و متعدد ہے، عین وحدت کے لحاظ سے اسے حق سے موسوم کرتے ہیں، اور بہ لحاظ ظہور و تعدد وہی خلق ہے، ظہور و بطون، ازلیت و آخریت، سب اسی کے نسب و اعتبارات ہیں، اور یہی معنی ہیں آیہ کریمہ ھوالاول والآخر والظاھر والباطن کے۔

(۲۶) لائحہ بست و ششم، اس میں شیخ ابن عربیؒ کے اس قول کی شرح ہے، کہ عالم عبارت ہے ان اعراض سے جو عین واحد میں کہ حقیقت ہستی ہے مجتمع ہوگئے ہیں، اور ان میں ہر لحظہ اور ہر آن تجدد و تبدل ہوا کرتا ہے، جیسا کہ آیہ کریمہ سے مترشح ہوتا ہے، بل ھم فی لبس من خلق جدید۔

(۲۷) لائحہ بست و ہفتم، جمال وحدت حقیقی کے حق میں عظیم ترین حجاب اور کثیف ترین نقاب اس کے یہی تقیدات و تعینات ہیں، نظریں انہیں میں الجھ کر رہ جاتی ہیں —— موجوں کے کھیل تماشہ میں دل ایسا نہیں جاتا ہے، کہ سمندر کی موجودگی کا احساس ہی جاتا رہتا ہے ؎

بحریست وجود جاوداں موج زناں — زاں بحر ندیدہ غیر موج اہل جہاں
از باطن بحر موج بیں گشتہ میاں — بر ظاہر بحر، بحر در موج نہاں

(۲۸) لائحہ بست و ہشتم، حقیقت ہستی اپنے جمیع شئون و صفات، نسب و اعتبارات کے ساتھ ہر موجود کی حقیقت میں شامل و ساری ہے، شیخ محمود شبستری صاحب گلشن راز اسی مسئلہ کو یوں بیان کرتے ہیں ؎

دل یک قطرہ را گر بر شگافی — بر موج آید از و صد بحر صافی

(۲۹) لائحہ بست و نہم، مظاہر سے جو فعل صادر ہوتے رہتے ہیں، ان کے صدور کا انتساب از روئے صورت ان مظاہر کی جانب صحیح ہے، لیکن نہ از روئے حقیقت کہ نفس الامر میں سب کا انتساب صرف اسی ذات واحد کی جانب صحیح ہو سکتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے، واللہ خلقکم وما تعملون۔ وما تعملون

Marfat.com

(۳۰) لائحۂ سی ام، ہر امر وجودی بجائے خود خیر محض ہے، جس عمل میں شر وذم کا پہلو نکلتا ہے، وہ کسی فعل وجودی کا بجائے خود نتیجہ نہیں، بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ ایک فلاں امر وجودی نے دوسرے امر وجودی کو معدوم کر دیا زید اگر بکر کو قتل کر ڈالتا ہے تو یہ واقعہ اپنے اثباتی یا ایجابی پہلو یعنی زید کی قابلیت قتل کے لحاظ سے مذموم نہیں، بلکہ اپنے عدمی وسلبی پہلو سے مذموم ہے، یعنی اس اعتبار سے کہ اس نے بکر کی حیات کو مرتبۂ تکمیل تک نہ پہنچنے دیا،

(۳۱) لائحۂ سی ویکم، اس میں شیخ صدرالدین قونویؒ کے ایک قول کی شرح کی ہے، اور یہ بتایا ہے، کہ علم تابع ہے وجود کے، ہر حقیقت وجودی کے لیے ایک علم ہے، اور جو تفاوت حقائق وجود میں ہے، اسی کے تناسب تفاوت علم بھی رہتا ہے،

(۳۲) لائحۂ سی و دوم جس طرح ہستی مطلق کی حقیقت، کائنات کی ہر ہر ذات میں شامل ومندرج ہے، اسی طرح اس کے صفات بھی جملہ صفات موجودات میں جاری وساری ہیں،

(۳۳) لائحۂ سی وسوم، اصل عبارت :-

"حقیقت ہستی ذات حق سبحانہٗ وتعالیٰ شئون ونسب واعتبارات آں صفات او واظہار او مرخود ش را متلبسہ بہذٰا النسب والاعتبارات فعل تاثیر او تعینات ظاہرہ مرتبۂ علیٰ ہذا الاظہار آثار او"

(۳۴) لائحۂ سی وچہارم، حضرت حق کی تجلیات دو ہیں، ایک غیبی، اس کو صوفیہ فیض اقدس سے موسوم کرتے ہیں، دوسرے شہادی وجودی، اس کا اصطلاحی نام فیض مقدس ہے،

دامن تجلیٔ ثانی مترتب بر تجلیٔ	یہ دوسری تجلی اسی پہلی تجلی
اول ست ومظہر ست مر کمالاتے	پر مترتب ہوتی ہے، اور جن
راکہ بہ تجلی اول در قابلیات	کمالات کو تجلی اول نے درجہ
واستعدادات اعیان	قابلیت واستعداد میں مندرج
اندراج یافتہ بود،	رکھا تھا، ان کی یہ مظہر ہوتی ہے،

تاریخ تصوف کے بہت متاخر زمانہ کی بساط بھی نظروں کے سامنے پھر گئی تصوف کی جگہ اب فلسفۂ تصوف لے چکا ہے، اصطلاحیں تمام باہر والوں کی پھیل گئی ہیں، یہ سب ہے، لیکن گفتگو وہی توحید ہی پر جاری ہے، مشرکانہ خیالات، نیم مشرکانہ بدعات و رسوم کا نام بھی شروع سے آخر تک نہیں آنے پاتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارا فن توحید ہی سے شروع ہوتا ہے، اور توحید ہی پر ختم ہو جاتا ہے،

Marfat.com

باب ۹

فقرِ محمدیؐ

(شیخ احمد الواسطیؒ)

پُرانے مشائخ طریقت میں ایک بزرگ شیخ احمد بن ابراہیم الواسطیؒ گزرے ہیں، جن کو شیخ عبدالحق دہلویؒ "عالم عامل" اور "عارف کامل" کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور شہادت دیتے ہیں کہ

از کبار مشائخ دیار عرب بود و	عرب کے مشہور مشائخ میں سے تھے اور
مقتدائے روزگار و در طریق اتباع	اپنے زمانہ کے پیشوا اور پیروی
سنت و تقویم و ترویج ایں طریقہ	سنت رسولؐ اور اس کے پھیلانے
بے نظیر وقت خود بود،	میں اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے،

ان بزرگ کا عربی میں ایک رسالہ الفقر المحمدی کے نام سے ہے، شیخ دہلویؒ کو ایک نسخہ اس کا ہاتھ لگ گیا، اس کا فارسی ترجمہ انہوں نے تحصیل الکمال الابدی باختیار الفقر المحمدی کے نام سے کر دیا، جو ان کے مجموعۂ رسائل و مکتوب میں نمبر پانچ پر شائع ہوا ہے، آج تصوف کے بہت سے دشمن اور مخالفین، اور بہت سے دوست و موافقین اس کو شریعت اسلام سے علیحدہ کوئی مستقل نظام سمجھ رہے ہیں، ان دونوں گروہوں کے حق میں شاید اس کے بعض مطالب کا مطالعہ مفید ہو، ترجمہ لفظی نہیں، عنوانات میرے اضافہ کئے ہوئے ہیں، اور مضامین کی ترتیب بھی میری ہی قائم کی ہوئی ہے،

<u>تصوف کا اصل اصول</u> اگر سچی درویشی اور اصلی فقیری کی طلب ہے، جس کی جڑ مضبوط جس کی شاخیں بلند ہوں تو لازم ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فقیری اور درویشی کو اختیار کرو، اور انہی کی پیروی کرو کہ صاف اور پاکیزہ پانی وہیں ملتا ہے، جہاں سے چشمہ پھوٹتا ہے، اور بعد

کے آنے والوں کی درویشی نہ اختیار کرو، کہ پانی سرچشمہ سے دور جا کر گندلا ہو جاتا ہے، اور اس کا رنگ اصلی قائم نہیں رہتا ہے،

اس مسلک کا انجام اس طریقہ محمدی پر اگر قائم رہے تو امید ہے کہ اگلوں سے جا ملو گے، جو پیغمبر خدا کے اصحاب میں تھے، قیامت کے روز پیمبر کے جھنڈے کے نیچے پیمبر اور یاران پیمبر کے ساتھ تمہارا حشر ہوگا، یہ وہ وقت ہوگا کہ دوسرے اپنے اپنے شیوخ اور مرشدوں کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، لیکن تمہارے اوپر اس وقت تمہارے شیخ، یعنی حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کا سایہ ہوگا،

تصوف کے معنی لوگوں کی زبان پر آج فقر، فقر ہے، لیکن اس کی حقیقت سے بہت کم لوگ واقف ہیں، نہ یہ جانتے ہیں کہ اس کی ابتدا کہاں سے ہوتی ہے، اور نہ یہ خبر ہے کہ اس کی انتہا کیا ہے، اگر فقر کے معنی سمجھ میں آجائیں اور اس کے ابتدائی مدارج کا علم ہو جائے تو اس پر اس کی انتہا کا بھی قیاس کیا جا سکتا ہے، فقر کے میدان میں قدم رکھنا صرف اسی وقت ممکن ہے کہ جب ممنوعات سے بچنے اور احکام کی تعمیل پر قدرت حاصل ہولے،

لازمی شرطیں اس رنگ میں ڈوبنے کے لئے پہلی شرط یہ ہے، جس طرح اپنے جسم کو گناہ سے محفوظ رکھتا ہے، اسی طرح فقیر اپنے دل کو خیالی گناہ سے محفوظ رکھے، اور اگر دل میں کبھی کوئی خطرہ پیدا ہو، تو فوراً اس سے توبہ کرے، فقیر ایسے بھی ہوتے ہیں، جن کے دلوں میں مرضی الٰہی کے خلاف کسی خطرہ کا گذر ہی نہیں ہوتا، انہیں اس امر کی شرم ہوتی ہے، کہ خدا کی دوستی کا دعویٰ کر کے کسی غیر خدائی خیال کو دل میں آنے دیں، یہ فقیر کا ابتدائی مرتبہ ہے، جب تک یہ قدرت نہ حاصل ہو جائے، زبان پر فقیری کا نام لاتے ہوئے بھی شرمانا چاہیئے،

گناہ سے بچنے، احکام کی پابندی کرنے، اور دل کو خطرات و وساوس سے محفوظ کر لینے کے بعد دوسری شرط یہ ہے کہ خدا کی طلب اور محبت دل پر اتنی غالب ہو جائے کہ دنیا کے تمام فوائد و منافع بالکل جل جائیں، اور ان کا خیال تک نہ آنے پائے، دل کو محض محبوب حقیقی و مطلوب اصلی کے لئے مخصوص ہو جانا چاہیئے، اور ماسوائے سے بالکل خالی ہو جانا چاہیئے، جب تک یہ کیفیت نہ طاری ہو جائے، فقیری کا دعویٰ کرنے سے شرمانا چاہیئے،

Marfat.com

کاملین کا مرتبہ اوپر جو شرطیں بیان کی گئیں، یہ مبتدیوں کے لئے ہیں، جب دل کو انہیں کے سننے کی تاب نہیں، اور ان پر عمل کی توفیق نہیں تو پھر کاملین کے مرتبہ کمال کو وہ کیونکر سمجھ سکتا ہے، اور اس کی تشریح اس مختصر رسالہ میں کیسے کی جاسکتی ہے، صرف ان کے مرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے،

سچے فقیر کی علامات محمدی فقیروں کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ قرآن کریم کے ذوق سے مست رہتے ہیں، اس کی آواز پر وجد کرنے لگتے ہیں، اور اس کے سننے کے وقت ان پر خود متکلم (یعنی خدا) کی تجلیوں کا ظہور ہونے لگتا ہے، کیسے غضب کی بات ہے کہ جس محبوب کی محبت کا دعویٰ کیا جائے، اسی کے کلام میں لطف نہ آئے، اور اس کے لئے طبیعت حاضر نہ ہو، اور لطف آئے تو شعر و قصیدہ پر، گانے بجانے پر اور تالیوں پر!

سماع اور قرآن اللہ کے دوستوں اور عاشقوں کے لئے ساری لذت و حلاوت قرآن میں ہے، اور ان کی راحت و تسکین کا سامان اسی میں ہے، کلام کے ساتھ ان کا دل متکلم سے وابستہ ہو جاتا ہے، اور قرآن و حدیث، مواعظ و اخبار، وعد وعید کو سنتے ہی ان کے دلوں میں گداز پیدا ہو جاتا ہے، اور متکلم کی عظمت میں وہ اپنی ہستی گم کر دیتے ہیں، اور جو یہ کہا جاتا ہے کہ شعر کو نہ کہ قرآن کو طبیعت بشری سے خاص مناسبت ہے، اس لئے اشعار کو سن کر دل میں قدرۃً تحریک پیدا ہوتی ہے، سو یہ قول لغو و بے حقیقت ہے، اس لئے کہ شعر کے وزن اور موسیقی کے تال سُر پر حرکت کرنا جبلت حیوانی کا تقاضا ہے، چنانچہ حیوانات اور بچے سب اچھی موسیقی سے اثر قبول کرتے ہیں، یہ فطرت حیوانی ہے، انسان کی اعلیٰ فطرت کا درجہ اس سے کہیں بلند ہے، جن کے دلوں میں ایمان گھر کر چکا ہے، اور محبت الٰہی حلاوت حاصل کر چکی ہے، جیسا کہ حضرات صحابہؓ اور ان کے بعد آنیوالوں کا حال تھا، سو انکے قلوب کو حرکت میں لانیوالی اور ان کے شوق، وجد، رقت اور خشوع کو بڑھانے والی شے قرآن پاک کی سماعت ہی ہو سکتی ہے۔

عملی ہدایات صحیح تصوف یا فقر محمدی میں قدم رکھنے والوں کے لئے عملی ہدایتوں میں سے پہلی شے یہ ہے،

اپنے پروردگار کے سامنے جس نے قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نعمتیں اتاری ہیں، صدق دل سے توبہ کرنا، پھر تنہائی میں جا کر سب کی نظروں سے الگ، وضو کر کے دو رکعتیں پڑھنا، اس سے فارغ ہو کر ننگے سر، ہاتھ باندھے ہوئے اپنی خطاؤں پر نادم ہو کر اتنی دیر کھڑے

Marfat.com

بڑھنا کہ دل میں گداز پیدا ہو جائے، اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو جائیں، اس وقت درود کے توبہ و استغفار کرنا، الفاظ حدیث کے مطابق سید الاستغفار پڑھنا پھر بطریق پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ قائم ومضبوط رہنے کے لئے توفیق چاہنا اور آئندہ کے لئے مضبوط عہد کرنا، کہ آنکھ، زبان، کان، شکم، شرمگاہ، اور ہاتھ پیر ہر قسم کے گناہ سے محفوظ رہیں گے، ایسا کہ جب دن ختم ہو تو نہ زبان کسی کی بدگوئی، جھوٹ، بدزبانی وغیرہ سے آلودہ ہوئی ہو، نہ کان نے کوئی بے جا بات سنی ہو، اور نہ آنکھ کسی ایسی چیز پر پڑی ہو، جس کا دیکھنا، شرعاً پسندیدہ نہ تھا، اور نہ خالق و مخلوق میں سے کسی کا حق اپنے اوپر باقی رہنے دے،

عملی ہدایات کی دوسری دفعہ یہ ہے کہ نماز باجماعت، اپنے ارکان و آداب و حضور قلب وغیرہ کی پوری پابندیوں کے ساتھ ادا کی جائے، ایسی کہ حدیث میں جو لفظ "احسان" آیا ہے، اس کی پوری عملی تفسیر ہوتی رہے، حال صحیح وہی ہے، جو حالت نماز میں طاری ہو، بندہ اور پروردگار کے درمیان رابطہ پیدا کرنے والی شے نماز ہے، پس اگر نماز میں حضور قلب نہیں پیدا ہوتا تو اس کا کوئی حال معتبر نہیں، اس لئے کہ جس بندہ کے حجابات ایسی منزل قرب میں بھی پہنچ کر دور نہیں ہوتے، اس کے لئے کسی دوسرے موقع پر اس کی کیا امید ہو سکتی ہے، حیف ہے کہ سماع شعر کے وقت تو قلب حاضر ہو، لیکن جو وقت عین حضوری حق کا ہوتا ہے، اسی وقت غائب ہو، ایسی فقیری فاسد اور ایسی درویشی ناجائز،

بنیاد کار سچے تصوف کی بنیاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور ربط قلب پیدا کرنے پر ہے، اپنے دل کو اس ذات گرامی کی محبت میں اٹکایا جائے، اسی کو اپنا شیخ اور امام بنایا جائے، اسی کے نام پر بکثرت درود و صلوٰۃ بھیجا جائے اور اسی کے ساتھ پیوند محبت مستحکم کر لیا جائے، تمام درویشوں کو دیکھا ہوگا کہ ان کے دلوں میں، ان کے مرشدوں کی عظمت ایسی بیٹھ جاتی ہے کہ وہ جب کبھی اپنے شیخ یا مرشد کا نام سنتے ہیں تو بے چین ہو جاتے ہیں، یہی کیفیت یہی نسبت قلب سچے درویش کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ پیدا کر لینا چاہیئے، اپنا امام اور اپنا شیخ انہی کو بنانا چاہیئے، دل میں خیال آئے انہی کا، آنکھوں میں صورت پھرتی رہے تو انہی کی، کان لذت حاصل کریں تو انہی کے نام مبارک سے عظمت کا احساس ہو تو انہی کے ذکر سے، زبان انہی پر

درود بھیجنے میں لگی رہے، دل میں ان ہی کے حالات سننے اور جاننے کا ذوق پیدا ہو، حدیث و آثار کے پڑھنے سے علاقہ محبت کو اور ترقی ہو، شوق و اشتیاق ہو تو انہی کا، یاد ہو تو انہی کی، پیروی ہو تو انہی کی، ہر امر میں انہی کے حکم کی تعمیل اور پیروی کا شوق غالب ہو، اور ان کی پیروی میں اتنی شدت برتی جائے کہ ہر شخص دیکھتے ہی "محمدی" سمجھ لے۔

رسالہ کے اہم ضروری مطالب کا ملخص سطور بالا میں آگیا، شیخ عبدالحق دہلویؒ ان تمام مطالب کو نقل کر دینے کے بعد خود بھی ان کی پُرزور تائید کرتے ہیں، کیا اہل شریعت اس میں کوئی امر اپنے عقیدہ کے خلاف سمجھتے ہیں؟ کیا اہل طریقت کو اس میں کہیں حرف رکھنے کی گنجائش ہے، کیا کسی گروہ کو کوئی وجہ اعتراض ہے؟

ہمارے سچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے دنیا کو یہ پیام پہنچا تھا کہ غیر مسلم اگر خدائے واحد و یکتا کی پرستش پر متفق ہو جائیں تو مسلمانوں سے فوراً صلح ہو سکتی ہے، اگر آج سارے اسلامی فرقے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم برحق کی محبت و اطاعت کے مرکزی نقطے پر جمع ہو جائیں تو آپس کی رنجش و نقیض رد و کد کے لئے کوئی گنجائش رہ جاتی ہے؟

تمت بالخیر

Marfat.com

مطبوعات المعارف لاہور

کشف المحجوب قیمت ۱۸ روپے
اردو ترجمہ، نسخہ سمرقند ۔ تصوف کی لازوال اور شہرۂ آفاق کتاب ۔
مصنف: ابوالحسن سید علی بن عثمان ہجویریؒ ۔ مترجم: ابوالحسنات سید محمد احمد قادریؒ ۔ آفسٹ طباعت، سفید کاغذ، مضبوط جلد، حسین گردپوش، ضخامت $\frac{18\times23}{8}$ ۔ ۶۲۲ صفحات

شمائل رسولؐ
سراپائے رسول کا حسین و جمیل مرقع ۔ مصنف: علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی
مترجم: محمد میاں صدیقی ۔ آفسٹ طباعت، سفید کاغذ ۔
مضبوط جلد، حسین گردپوش ۔ ضخامت $\frac{18\times23}{8}$ ۱۶۰ صفحات ۔ قیمت ۶ روپے ۔

تعرّف
صوفیاء کے عقائد و احوال پر قدیم ترین کتاب ۔ مصنف: امام ابوبکر بن ابواسحاق کلابادی
مترجم: ڈاکٹر پیر محمد حسن ۔ آفسٹ طباعت، سفید کاغذ، مضبوط جلد، حسین گردپوش
ضخامت $\frac{18\times23}{8}$ ۲۶۴ صفحات ۔ قیمت ۱۵ روپے

خزینۃ الاصفیا
ایک ہزار سے زائد اکابر صوفیا کا اہم تذکرہ ۔ مصنف: مفتی غلام سرورؒ لاہوری
مترجم: مفتی محمود عالم ہاشمی، علامہ اقبال احمد فاروقی ۔ آفسٹ طباعت،
سفید کاغذ، مضبوط جلد، حسین گردپوش ۔ حصہ اول ۔ ضخامت $\frac{18\times23}{8}$ ۳۲۸ صفحات ۔ ۱۵ روپے

تصوّف اسلام
تصوف کی نو مستند کتابوں کا اجمالی مطالعہ
مؤلف: عبدالماجد دریابادی ۔ آفسٹ طباعت، سفید کاغذ ۔
مضبوط جلد، حسین گردپوش ۔ ضخامت $\frac{18\times23}{8}$ ۱۶۰ صفحات ۔ قیمت ۱۰ روپے

شعلۂ عشق
عارفانہ اور نعتیہ کلام کا مجموعہ ۔ مصنف: نثار احمد سیفی مرحوم
آفسٹ طباعت، سفید کاغذ، خوبصورت سرورق ۔
ضخامت $\frac{20\times30}{16}$ ۱۰۶ صفحات، قیمت ۳ روپے ۔

المعارف ــــ گنج بخش روڈ ــــ لاہور

اردو ترجمہ نسخۂ سمرقند

کشف المحجوب

مع متن

تصوّف کی لازوال اور شہرۂ آفاق کتاب

مصنّف

ابوالحسن سیّد علی بن عثمان ہجویریؒ

مترجم

ابوالحسنات سیّد محمّد احمد قادریؒ

المعارف ○ گنج بخش روڈ ○ لاہور

آفسٹ، ۱۸×۲۳/۸، ۶۳۲ صفحات، مجلد ۱۵ روپے

Marfat.com

Marfat.com

تعرف

صوفیاء کے عقاید و احول پر قدیم ترین کتاب

یہ امام ابوبکر بن ابو اسحاق کلا باذی (متوفیٰ اواخر چہارم صدی ہجری) کی مشہور کتاب التعرف لمذہب اہل التصوف کا اردو ترجمہ ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ شہرۂ آفاق مصنف شیخ شہید سہروردی (م ۵۸۷ھ) کے اس قول سے ہوتا ہے کہ اگر تعرف نہ ہوتی تو کوئی تصوف کو نہ جان سکتا۔

تعرف کے متعلق ملک کے مقتدر جرائد و اخبارات کی آرا

* تعرف اکابر صوفیاء کے نزدیک معتبر اور مستند تسلیم کی گئی ہے اور اس کے معارف کو مجتہد صوفیاء نے اپنا مختار قرار دیا ہے۔ (سہ ماہی صحیفہ، لاہور)

* یہ ترجمہ اردو زبان میں ایک اچھی اور مستند کتاب کا مفید، کار آمد اضافہ ہے۔ (ماہنامہ فکر و نظر، اسلام آباد)

* علم تصوف انسان کو باطنی طور پر طہارت و تزکیہ عطا کرتا ہے او[ر] بلاشبہ صبر و توکل، توبہ و اخلاص اور تسلیم و رضا کے اوصاف اس کی بدول[ت] نشو و نما پاتے ہیں۔ تعرف اس موضوع پر قدیم ترین کتاب ہے جس میں مصنف نے صوفیاء کے عقاید و احوال پر تحقیقی روشنی ڈالی ہے۔ (ترجمان القرآن لاہو[ر])

* کتاب قاری کی حس انسانیت کو جھنجھوڑ کر بیدار کر دیتی ہے۔ طبیعت میں از خود یہ داعیہ پیدا ہوتا ہے کہ خالق حقیقی سے ناطہ جوڑا جائے کیونکہ یہی معراج کمال اور سعادت عظمیٰ ہے۔ (ماہنامہ ضیائے حرم، لاہو[ر])

* قرآنی حقائق کو اپنانے کا نام تصوف ہے۔ مصنف نے تعرف میں اسی چ[یز] کو ثابت کیا ہے اور شریعت کی تشریحات اور تصوف کی اصطلاحات کے ڈانڈ[ے] ملا دئے ہیں۔ (ماہنامہ سلسبیل، لاہو[ر])

* کتاب مختصر ہونے کے باوجود بڑی ہے اور توحید، صفات باری، دید[ار] الٰہی، قرآن اور تقدیر جیسے کلامی مباحث سے لے کر تقویٰ، زہد، شکر اور صب[ر] جیسے اخلاقی موضوعات کے متعلق صوفیاء کے عقاید بیان کرتی ہے۔ علاوہ بریں اس میں وجد، غلبہ، سکر، تحمل، شہود و غیبت جیسے متصوفانہ احوال کی تشریح موجود ہے۔ (ماہنامہ ترجمان الحدیث، لاہور)

* اس کتاب میں تصوف اور صوفیاء کے عقاید و افکار کا مفصل تعارف ہے اور ثابت کیا ہے کہ تصوف قرآن و سنت سے الگ کوئی چیز نہیں بلکہ اس سے ماخوذ و مستفاد ہے، کتاب اہل علم کے کام کی ہے اور اس سے اردو ادب کی ثروت میں اضافہ ہوا ہے۔ (ماہنامہ البلاغ، کراچی)

* تصوف کی اس نہایت اہم اور بنیادی کتاب کا ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن نے کیا ہے اور یہ کتاب اسی کی مستحق تھی کہ اس کا ترجمہ ڈاکٹر صاحب جیسا اہل قلم کرتا۔ (روز نامہ امروز، لاہور)

* کتاب تعرف کو اگر تصوف کا انسائیکلو پیڈیا کہا جائے تو یہ کوئی تعلی نہ ہو گی۔ (روز نامہ نوائے وقت، لاہور)

* اس کتاب کے مباحث سنجیدہ اور اہل بصیرت قارئین کے لئے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ (روزنامہ جنگ کراچی)

آفسٹ طباعت، سفید کاغذ، نفیس جلد، حسین گرد پوش، قیمت پندرہ روپے

مکتبہ جدید پریس

المعارف ... گنج بخش روڈ ... لاہور

Marfat.com

تصوفِ اسلام

تصوّف کی نوؔ اہم کتابوں کا اجمالی مطالعہ

تالیف

عبدالماجد دریابادی

المعارف ○ گنج بخش روڈ ○ لاہور

Marfat.com